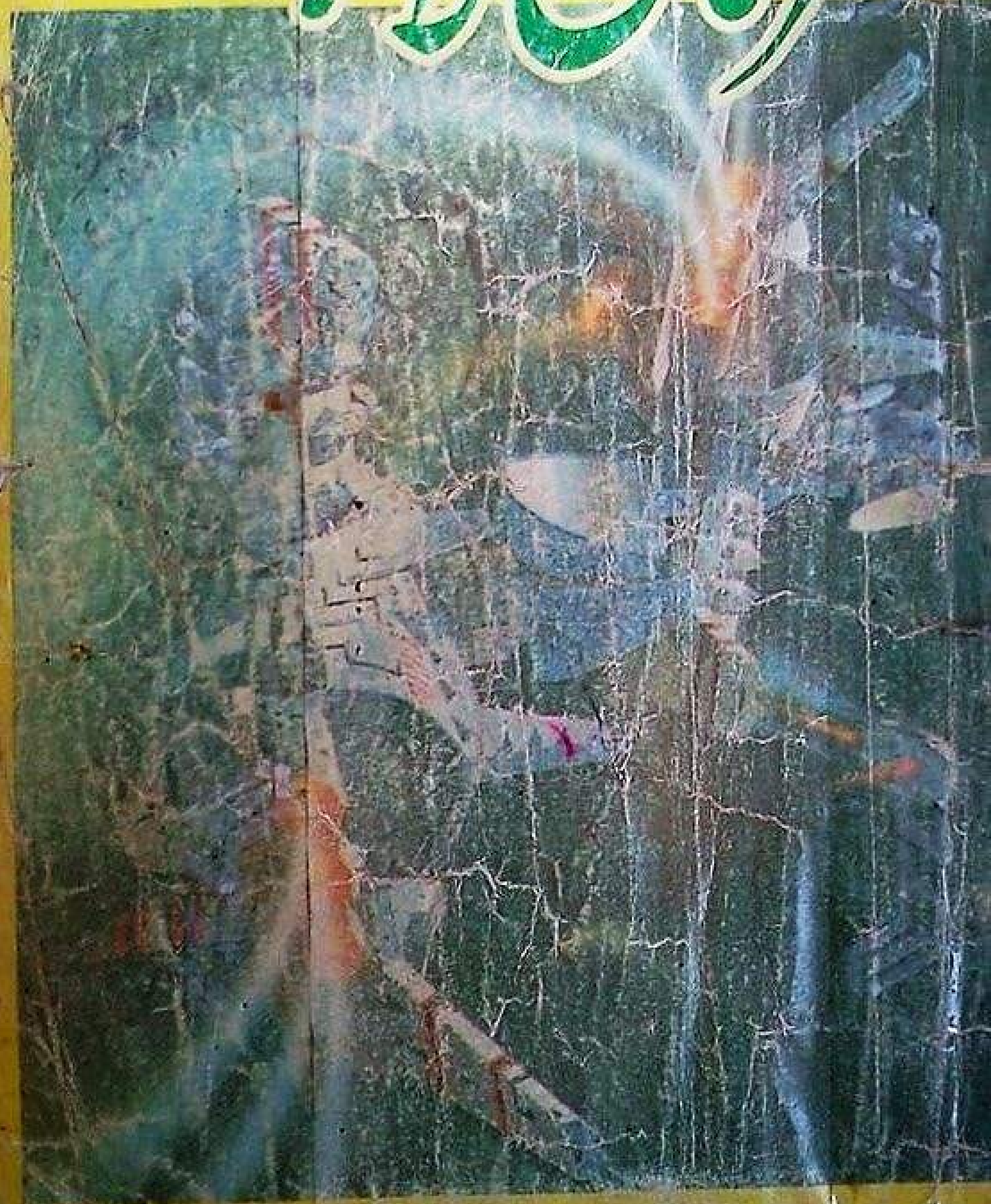
# زطان لامہ



اشتیاق احمد

# زٹان لاہ



اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔





محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز 639

# فرمان لالہ

اشتیاق احمد

تخلیق واشاعت میں
نئے دور کا آغاز

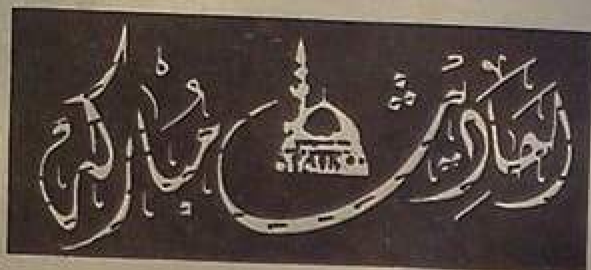
# انداز



ناشر: منصور احمد بٹ
تزئین: محمد سعید نامدار
سرکولیشن: محمد یار بحیر
قیمت: 75 روپے

منصور احمد بٹ نے لال عبدالرشید پرنٹرز سے چھپوا کر انداز پبلی کیشنز لاہور سے شائع کیا

انداز پبلی کیشنز
3، عابد مارکیٹ نجالے شاہ روڈ، سانڈہ کلاں، لاہور
فون: 7246356 - 7112969



ترجمہ:۔ ”حضرت حذیفہؓ مرفوعاً“ روایت کرتے ہیں کہ نبوت میں سے اچھے خواب کے سوائے کوئی جزو باقی نہیں رہا۔“

ترجمہ:۔ ”حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبت ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں‘ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین اس وقت لکھا ہوا تھا جب کہ آدمؑ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے‘ اس حدیث کو امام احمدؒ نے مسند میں روایت کیا ہے‘ (کذافی المشکوہ) نیز یہ حدیث کنز العمال میں بھی بحولہ ابن سعد روایت کی گئی ہے‘ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میں ام الکتاب میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا‘ کذافی الکنز صفحہ ۱۱۲ جلد ۶)۔“

ترجمہ "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور اس طرح تقریر فرمانے لگے، جیسے کوئی رخصت ہونے والا کرتا ہے، پس تین مرتبہ تکرر فرمایا کہ میں نبی امی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور (اسی حدیث کے آخر میں فرمایا کہ) جب تک میں تمہارے اندر موجود ہوں اس وقت تک میرے احکام سنتے اور ان کا اتباع کرتے رہو، اور جب مجھے دنیا سے لے لیا جائے تو تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑو اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو (روایت کیا اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن مرویہ نے کذافی الدار المنشور، صفحہ ۱۳۱ ج ۳

ترجمہ "حضرت نعمان ابن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے اندر نبوت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا (یعنی جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں زندہ رہیں گے) پھر اللہ تعالیٰ نبوت کو اٹھالے گا اس کے بعد قوت کے زور پر بادشاہت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوگا اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالے گا پھر خلافت طریقہ نبوت پر ہوگی، اس کے بعد آپؐ خاموش ہوگئے، (امام احمدؒ نے مسند میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے (از مشکوۃ)

## دو باتیں

السلام علیکم! فرنٹان لا جب لکھنا شروع کیا اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ میں ایک خاص ناول شروع کر بیٹھا ہوں..... اگر معلوم ہوتا تو یہ ناول 20 جون کا خاص نمبر ہوتا..... جب اس کی ضخامت 400 صفحات کے برابر ہو گئی اور ناول کسی طرح ختم نہ ہو سکا تو دو باتیں ذہن میں آئیں، پہلی یہ کہ اس ناول کو چار چار سو صفحات کے دو حصوں میں شائع کیا جائے..... ایک حصہ اس ماہ، دوسرا حصہ اگلے ماہ..... پھر سوچا..... اس طرح آپ الجھن کا شکار ہو جائیں گے اور ایک ماہ تک بے چینی سے انتظار کریں گے..... لہٰذا آپ کو الجھن اور بے چینی سے بچانے کے لیے اسی حصے میں ناول ختم کرنے کی ٹھانی..... لیکن میرے لیے یہ کام بھی مشکل ثابت ہوا..... ناول واقعی مزید چار سو صفحات بلکہ اس سے بھی زیادہ صفحات مانگ رہا تھا..... میں نے خود کو مشکل میں ڈال لیا..... اور آپ کو الجھن اور بے چینی سے بچا لیا..... حل یہ نکلا کہ قریباً پانچ سو صفحات پر ناول مکمل کر ڈالا..... اب یہ آپ کی خدمت میں پیش ہے..... اپنی نوعیت کا انوکھا ناول..... آپ نے ایسا عجیب و غریب ناول پہلے کبھی نہیں پڑھا ہو گا۔

یہ تو تھیں باتیں اس ناول کے بارے میں..... اس بار مجھے ایک خط ملا ہے..... اس خط کے الفاظ یہ ہیں۔

جناب اشتیاق احمد

السلام علیکم! یہ پیسے آپ کو دینے تھے' ان کا ڈرافٹ بھیج رہا ہوں' آپ اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں' واپسی پتا بھی آپ کے ادارے کا لکھا ہے تاکہ دونوں صورتوں میں پیسے آپ تک پہنچیں۔

میرے متعلق جاننے کی ضرورت نہیں۔ فقط والسلام

اس خط کے ساتھ ایک ڈرافٹ تھا..... جن مہربان نے یہ ڈرافٹ بھیجا ہے اور خط لکھا ہے..... مہربانی فرما کر اس کی وضاحت بھی کر دیں..... ورنہ میں شک میں مبتلا رہوں گا..... میں ان کا احسان مانوں گا..... اور ان کا شکریہ ادا کروں گا..... اور ان کی طرف سے دل میں کوئی خیال نہیں لاؤں گا..... بلکہ ان کی عظمت کا اعتراف کروں گا..... وہ یہ احسان ضرور کریں..... ضرور کریں..... کہ یہ پیسے انہوں نے کس سلسلے میں اور کیوں ارسال کیے ہیں اور اتنا پر اسرار طریقہ کیوں اختیار کیا ہے۔

پچھلے دنوں اخبارات نے یہ خبر خوب زور شور سے لگائی کہ مرزائیوں کے مرزا طاہر نے لندن سے ڈش کے ذریعے یہ پیغام دیا ہے کہ پاکستان کا آئین ردی کاغذ کا ٹکڑا ہے اور پاکستان تباہ ہو کر رہے گا وغیرہ وغیرہ۔



"پچاس سال سے ختم نبوت کے علمائے کرام یہی کہتے چلے آ رہے ہیں کہ مرزائی ملک اور ملت کے وفادار نہیں ہیں..... یہ ملک اور قوم کے دشمن ہیں۔

پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے..... لیکن ان باتوں کو علما کی باتیں کہہ کر ہمیشہ جھٹلانے کی کوشش کی جاتی ہے..... لیکن اب تو اس اعلان کو پوری دنیا میں سنا گیا ہے..... اب تو حکومت کو چاہئے..... مرزائیوں کو غدار وطن قرار دے دیا جائے کہ پاکستان کی بھلائی اسی میں ہے..... دوسرا ان لوگوں کی سازشوں سے ہم کبھی بھی ملک کو ترقی کے راستے پر نہیں ڈال سکیں گے..... 65ء کی جنگ میں ان کی سازشوں کے شواہد ملے ہیں..... اور 71ء کی جنگ میں بھی..... اور اس مرتبہ ملک میں جو بحران مچا..... اس میں بھی ان کا ہاتھ ہونے کی خبریں اخبارات میں آئی ہیں..... لہٰذا حکومت کو چاہئے اس بارے میں فوری طور پر فیصلہ کرے..... ملک بچانا ہے تو ان کا انتظام کرنا ہو گا..... نہیں تو یہ ملک کو لے ڈوبیں گے..... چند روز پہلے "خبریں" میں محترم خوش نود علی خان صاحب کا کالم ناقابل اشاعت شائع ہوا ہے..... جس کا عنوان تھا..... کپتان کی غلطیاں اور پاکستان کی جیت..... اپنے اس کالم میں وہ لکھتے ہیں:

"ایک ریٹائرڈ میجر نے ان سے فون پر بات کی' میجر صاحب مجھ سے ملنا چاہتے تھے..... میجر صاحب نے ایک فہرست پیش کی' وہ حکومت پاکستان کے بعض اہم عہدوں پر فائز اور اہم جگہوں پر فائز قادیانیوں کی تھی.....

معلومات بہت دلچسپ تھیں اور ان کا دعویٰ تھا کہ وہ یہ باتیں پہلے بھی ذمے دار شخصیات کے علم میں لا چکے ہیں۔

بہرحال وہ فہرست اور اس کی دوسری تفصیلات اتنی خوفناک ہیں کہ میں ابھی تک اسے شائع کرنے کی جرات نہیں کر سکا"۔

لیکن میرا مطالبہ محترم خوش نود صاحب سے یہ ہے کہ آپ کو وہ فہرست اور تفصیلات شائع کرنا چاہئیں..... شائع کر کے آپ اس ملک اور قوم پر احسان کریں گے اور یہ احسان ضرور کریں..... کیا پاکستان کی بھلائی کا کوئی موقع ہمیں گنوانا چاہیے..... ہرگز نہیں۔

اشتیاق احمد





# غلطی

"یہ..... یہ کیسے ممکن ہے"۔ اکرام اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

چند لمحے تک وہ گم سم کھڑا رہا، پھر کرسی میں گر گیا اور گھنٹی کا بٹن دبایا ..... فوراً ہی چپراسی اندر داخل ہوا..... وہ بھی اکرام کے چہرے پر زلزلے کے آثار دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیا ہوا سر"۔

"تمہارا سر"۔ اکرام جھلا کر بولا۔

"یس سر"۔ اس نے فوراً کہا۔

اکرام کو ہنسی آ گئی۔

"خدا کا شکر ہے سر..... آپ ہنس پڑے"۔

"اچھا جاؤ..... توحید احمد کو بلا لاؤ..... آج اس کی خبر لینا ہو گی"۔

"ج..... ج..... جی اچھا"۔ اس نے کہا اور تیزی سے جانے کے لیے مڑ گیا۔

ایک منٹ بعد توحید احمد اندر داخل ہوا' اس کے چہرے پر بھی زلزلے کے آثار صاف نظر آ رہے تھے' اس لیے کہ چپراسی نے اسے بتا دیا تھا کہ تیار ہو کر جائے۔

"حوالدار صاحب! یہ سب کیا ہے؟" اکرام نے میز پر پڑی تین فائلوں کی طرف اشارہ کیا..... آواز میں بلا کی سختی تھی۔

"میں سمجھا نہیں سر"۔ توحید احمد بولا۔

"سمجھ ہو تو سمجھو گے نا..... 29 اپریل کی رات تم نے ایک گھر سے ایک غیر ملکی جاسوس کو گرفتار کیا' وہ وہاں اس گھرانے کے مہمان کے طور پر رہ رہا تھا..... کسی دوست کا رقعہ لے کر آیا تھا' انہوں نے اس دوست کی وجہ سے اسے بطور مہمان اپنے گھر میں ایک کمرہ دے دیا' لیکن پھر انہیں اس کی نقل و حرکت پر شک ہوا..... اس نے ہمیں فون کیا' میں نے تمہیں وہاں بھیج دیا..... تم نے اسے گرفتار کر لیا..... پوچھ گچھ کے بعد اور جو کاغذات اس کے پاس سے برآمد ہوئے' ان کے مطالعے کے بعد یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ ایک غیر ملکی جاسوس ہے..... لہٰذا تم نے اسے حوالات میں بند کر دیا..... ایک دو روز تک اسے عدالت میں پیش کر کے جیل بھیج دیا جائے گا"۔

"جی ہاں! یہی بات ہے..... اس میں غلطی کیا ہے سر"۔

"پہلے پوری بات سن لو"۔



"جی بہت بہتر..... سنائیے..... لیکن پوری بات سننے تک میری ٹانگیں ضرور اکڑ جائیں گی..... اگر اجازت ہو تو کرسی پر بیٹھ کر سن لوں"۔ اس نے بھی برا سا منہ بنایا۔

"او ہاں! ضرور..... غصے میں مجھے خیال نہیں رہا..... معاف کرنا"۔ اکرام فوراً بولا۔

"جی کوئی بات نہیں' معاف کیا"۔ توحید مسکرایا۔

"لیکن میرے معافی مانگ لینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میرا غصہ کم ہو گیا ہے"۔

"اور آپ بھی میری مسکراہٹ سے یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں بے فکر ہو گیا ہوں..... میری پریشانی میں ابھی تک لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہی ہو رہا ہے اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ..... آخر مجھ سے کہاں اور کیا غلطی ہوئی ہے"۔

"کوئی ایسی ویسی غلطی..... اس سے بڑی غلطی تو ہمارے محکمے میں ہو ہی نہیں سکتی..... یہ ہمارے محکمے کی تاریخ کی سب سے بڑی غلطی ہے"۔

"آپ تو میری جان نکالے دے رہے ہیں..... اس سے پہلے کہ میری غلطی انسپکٹر صاحب کے علم میں آئے..... آپ جلدی سے بتا دیں اور اس کے نشانات مٹا دیں"۔ توحید احمد نے بوکھلا کر کہا۔

"آثار مٹانا میرے بس میں نہیں..... اور انسپکٹر صاحب تو پہلے ہی یہ تین فائلیں پیش کرنے کا پیغام دے چکے ہیں..... میں لے جانے ہی والا تھا کہ اس بھیانک غلطی پر نظر پڑ گئی"۔

"خدا کا شکر ہے..... آپ کی نظر پڑ گئی..... اب کچھ نہ پوچھو تو آپ ا
ہیں گے"۔

"اچھا پہلے تفصیل سن لو..... ایسا نہ ہو..... ان کا پیغام پھر آ جائے"۔

"جی فرمایئے"۔ وہ بولا۔

"یہ گرفتاری 29 اپریل کی رات کو نو بجے عمل میں آئی تھی..... ٹھیک نو بجے..... کیا یہ بات ٹھیک ہے"۔

"جی بالکل..... یہ بات تو میں پہلے ہی اپنی رپورٹ میں لکھ چکا ہوں"۔

"او کے..... اب حوالدار محمد حسین کو بلاتے ہیں"۔

"جی..... کیا مطلب؟"۔

"ابھی بتاتا ہوں"۔ اکرام نے کہا اور گھنٹی بجائی..... جونہی چپراسی اندر داخل ہوا..... اس نے کہا۔

"حوالدار محمد حسین آزاد کو بلا لاؤ"۔

"یس سر..... کیا انہیں بھی بتا دوں..... ان کی آج خبر لی جائے گی"۔

"ہاں بالکل"۔ اکرام نے فوراً کہا۔

ایک منٹ بعد محمد حسین آزاد اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"محمد حسین آزاد صاحب! یہ سب کیا ہے"۔ اکرام چلایا۔

"جی..... میں سمجھا نہیں، آپ کا اشارہ کس طرف ہے"۔

"یہ فائل دیکھ رہے ہیں آپ"۔



"جی بالکل"۔ دیکھ رہا ہوں۔

"آپ کی اس فائل کے مطابق..... 29 اپریل کی رات ٹھیک نو بجے آپ نے ایک شخص کو گرفتار کیا..... وہ ڈپٹی سیکرٹری کے گھر سے کوئی چیز اڑانے کے چکر میں تھا..... اور وہاں کے ملازم کے بھیس میں تھا..... سیکرٹری صاحب کو اس پر شک گزرا..... انہوں نے ہمیں فون کیا..... میں نے تمہیں وہاں بھیج دیا..... اور تم اسے گرفتار کر کے لے آئے..... اس کے کاغذات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ غیر ملکی ہے"۔

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے..... لیکن اس میں غلطی کیا ہے سر"۔

"تم نے اس فائل میں اس کا نام زوگی لکھا ہے..... 29 اپریل کی رات ٹھیک نو بجے اسے گرفتار کیا گیا"۔ اکرام ابھی یہاں تک ہی کہہ پایا تھا کہ توحید اندر آیا تھا۔

"کیا مطلب سر..... یہ..... یہ کیسے ممکن ہے"۔

"ابھی میں نے تم سے کہا تھا..... یہ کیسے ممکن ہے"۔ اکرام نے اسے گھورا۔

"کیا مطلب سر..... ہوا کیا ہے؟" محمد حسین نے پوچھا۔

"ابھی بات پوری نہیں ہوئی..... 29 اپریل کی رات نو بجے میں نے بھی ایک شخص کو گرفتار کیا تھا..... وہ وزیر خارجہ کے پی اے کی کوٹھی میں بغیر اجازت داخل ہوا تھا..... لیکن اسے اندر داخل ہوتے دیکھ لیا گیا..... مجھے فون کیا گیا، میں فوراً وہاں پہنچا اور اسے گرفتار کر لیا گیا..... اس کے کاغذات

سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ غیر ملکی ہے اور وہ جاسوس ہے..... اس نے ہم دو کو بتایا"۔

"کیا!!!" توحید احمد اور محمد حسین آزاد ایک ساتھ چلا اٹھے۔

عین اس وقت انسپکٹر جمشید کا چپراسی اندر داخل ہوا۔

○

"تم نے اس نیلے لباس والے کو دیکھا محمود"۔ فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"نن نہیں تو..... کون سے نیلے لباس والے کی بات کر رہی ہو..... یہاں تو کئی نیلے لباس والے موجود ہیں"۔ محمود نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"اوہو..... وہ سامنے..... گلاب کی کیاری کے ساتھ بچھی میز پر"۔

اب محمود نے اسے دیکھا۔

"اب دیکھ لیا ہے..... اس میں کیا خاص بات نظر آئی ہے تمہیں"۔

"اس نے اس وقت تک تین بار ایک عجیب حرکت کی ہے"۔

"اور وہ عجیب حرکت کیا تھی..... پہیلیاں نہ بجھواؤ"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"یہ تم دونوں کیا کھسر پھسر کرنے لگے"۔ محمود کے ساتھ بیٹھے فاروق نے چونک کر پوچھا۔

"اس نیلے لباس والے کو تم بھی دیکھ لو..... فرزانہ دکھانا چاہتی ہے"۔



"اگر فرزانہ دکھانا چاہتی ہے تو میں نہیں دیکھوں گا..... اس طرح یہ ہمیں کسی نہ کسی کیس میں الجھا لے گی اور میں اس دعوت کا لطف غارت کرنا نہیں چاہتا"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں بھئی"۔ اس کے دوسری طرف بیٹھے خان رحمان بول اٹھے۔

"فرزانہ کا ایک اصول ہے انکل..... اور وہ اپنے اس اصول پر عمل کرنا چاہتی ہے اس وقت"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اور وہ اصول کیا ہے" خان رحمان مسکرائے۔

"آبیل مجھے مار"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

ساتھ ہی پروفیسر داؤد بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی..... یہ کیسی کھسر پھسر ہو رہی ہے..... مجھے بھی اس میں شامل کر لو نا"۔

"جی کیا فرمایا پروفیسر انکل..... کس میں شامل کر لیں"۔ فاروق نے چونک کر کہا۔

"کھسر پھسر میں..... اور کس میں..... دعوت میں تو ہم پہلے ہی شامل ہیں..... تو آپ شاہی کے ہاں دعوت ہو اور ہمیں نہ بلایا جائے..... ہو ہی نہیں سکتا..... افسوس اس بات کا ہے کہ آج اس دعوت میں جمشید نہیں ہے"۔

"وہ آئیں گے..... لیکن ذرا دیر سے..... ان کا فون آیا تھا..... دفتر میں الجھے ہوئے ہیں"۔ محمود نے بتایا۔

"ہاں تو کیا بات ہو رہی تھی"۔

"فرزانہ کو اس نیلے لباس والے میں کوئی عجیب بات محسوس ہوئی تھی ..... ابھی تک ہم اس سے پوچھ نہیں سکے کہ بات کیا تھی"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں..... چلو بتاؤ فرزانہ"۔

"بات کو چھوڑیں انکل..... مہربانی فرما کر آپ میرا ایک کام کر دیں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"کیا کام..... یہ بھی تو بتاؤ نا"۔ محمود جھلا اٹھا۔

"نواب انکل سے ان کا پین مجھے دلوا دیں"۔

"یہ..... یہ کیا بات ہوئی"۔ وہ دونوں اچھل پڑے۔

"کیوں انکل..... کیا آپ اتنا سا کام نہیں کر سکتے"۔

"کر سکتا ہوں..... ضرور کر سکتا ہوں لیکن..... ذرا سوچو..... یہ کتنا برا سا لگے گا..... جب ہم نواب شاہی سے اس کا پین مانگیں گے..... اور پھر آج کل پین بہت زیادہ قیمتی بھی آ رہے ہیں..... کیا خبر..... وہ کوئی قیمتی پین ہو"۔

"ہونے دیں..... بس آج آپ یہ کام کر دیں"۔ فرزانہ بولی۔

"اوہو..... بھئی آخر..... تمہیں اس پین میں کیا چیز نظر آ گئی..... ا کیوں بھا گیا وہ تمہیں اور پھر تم تو ان سے کافی فاصلے پر ہو..... اور ابھی تک ان



کے نزدیک جانے کا موقع تمہیں ملا نہیں..... تو پھر تم نے اس پین کے بارے میں کیسے جان لیا کہ وہ کس قسم کا ہے"۔

"یہ بات میں بعد میں بتا دوں گی..... لیکن آپ ذرا جلدی میرا کام کر دیں"۔

"تو یہ کام تم خود کیوں نہ کر لو"۔ خان رحمان نے منہ بنایا۔

"کرنے کو یہ کام میرے بائیں ہاتھ کا ہے..... لیکن میں نہیں کرنا چاہتی ..... اس کی بھی ایک وجہ ہے..... میں پھر بتاؤں گی"۔

"حد ہو گئی..... اس قدر پراسرار بننا بھی اچھی بات نہیں ہے..... اوروں کو سسپنس میں مبتلا کر کے رکھ دیتی ہو"۔ محمود جل گیا۔

"کیا کیا جائے..... مجبوری ہے"۔

"مجبوری..... یہ اس معاملے میں مجبوری کہاں سے ٹپک پڑی"۔

"بس اب کیا بتاؤں..... کیا نہ بتاؤں..... آپ بس میرا یہ کام کر دیں"۔

"اچھی بات ہے..... تم بھی کیا یاد کرو گی"۔ یہ کہہ کر وہ مسکرائے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

نواب شاہی نے آج اپنے تمام قریبی دوستوں کو رات کے کھانے پر بلایا ہوا تھا..... وہ اس قسم کی دعوتیں عام طور پر دیتے رہتے تھے..... اور ان دعوتوں میں وہ خرچ بھی دل کھول کر کرتے تھے..... ان کے پاس دولت کی کمی بھی نہیں تھی..... زمینیں بے تحاشا تھیں..... اور یہ زمینیں ان کے باپ

داوا نے اپنی محنت سے حاصل کی تھیں..... جاگیر کے طور پر انہیں نہیں ملی تھیں۔

خان رحمان ان کے نزدیک پہنچے اور ان کے کان پر جھکتے ہوئے بولے۔

"نواب شاہی..... مجھے علیحدگی میں ایک بات کہنا ہے..... اگر آپ محسوس نہ کریں"۔

"اوہ ضرور خان صاحب..... کیوں نہیں"۔

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے..... اب دونوں باغ کے ایک کونے کی طرف چل پڑے۔

"بات ذرا بری سی ہے..... لیکن فرمائش ایک ایسی ہستی کی ہے کہ میں اسے ٹال نہیں سکا"۔ وہ بولے۔

"ہم..... میں..... سمجھا نہیں"۔ نواب شاہی بولے۔

"فرزانہ کو جانتے ہیں نا"۔

"میں اور فرزانہ کو نہیں..... کیسی باتیں کرتے ہیں"۔ انہوں نے برا مان کر کہا۔

"آپ سے..... آپ کا یہ"۔ وہ کہتے کہتے رک گئے..... شاید ان کی ہمت جواب دے گئی۔

"ہاں ہاں..... بلا جھجک کہیے خان صاحب..... فرزانہ مجھے اپنی بچی کی طرح عزیز ہے"۔



"تو پھر سنیے..... فرزانہ آپ سے آپ کا بیٹا مانگتی ہے"۔

"کیا!!!"۔

وہ دھک سے رہ گئے..... ان کا منہ مارے حیرت کے کھلا کا کھلا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں..... خان رحمان کو یوں لگا جیسے ان پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔

******

# ڈوگی

"صاحب نے کہا ہے کہ آپ فوراً آئیں..... اتنی دیر کیوں لگا دی"۔ چپراسی بولا۔

"میں..... میں آرہا ہوں..... آپ چلیں"۔ اکرام گڑبڑا گیا۔

چپراسی چلا گیا تو اس نے کہا۔

"تم دونوں یہیں ٹھہرو..... پہلے میں انسپکٹر صاحب سے بات کرلوں"۔

یہ کہہ کر اس نے تینوں فائلیں اٹھائیں اور کمرے سے نکل آیا۔

"السلام علیکم سر"۔ اس نے انسپکٹر جمشید کے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"آؤ اکرام..... خیر تو ہے..... اتنی دیر کیسے لگ گئی؟" ان کا لہجہ ناخوش گوار نہیں تھا۔

"یہ تین فائلیں آپ نے لے کر آنے کے لئے کہا تھا سر..... لیکن ان تینوں کے بارے میں ایک عجیب بات سامنے آگئی..... اس لیے دیر لگ گئی"۔



"اور وہ عجیب بات کیا ہے..... کیا یہ تینوں فرار ہوگئے ہیں..... یا ان میں سے کوئی فرار ہو گیا ہے"۔

"ایسی بات نہیں سر..... تینوں الگ الگ حوالات میں ہیں..... کل انہیں عدالت میں پیش کیا جائے گا اور انہیں جیل میں رکھنے کی اجازت حاصل کی جائے گی"۔

"اوہ اچھا خیر..... وہ عجیب بات کیا ہے"۔

اکرام نے تینوں فائلیں کھول کر ان کے سامنے رکھ دیں..... وہ جلدی جلدی ان کا مطالعہ کرنے لگے۔

"کیا مطلب؟" اچانک ان کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں! تینوں کو 29 اپریل کی رات کو نو بجے گرفتار کیا گیا..... تینوں نے اپنا نام ڈوگی بتایا ہے..... ان کے کاغذات پر یہی نام لکھا ہے"۔

"میں ابھی اور اسی وقت ان سے ملنا پسند کروں گا..... شاید یہ جڑواں بھائی ہیں"۔

"جڑواں بھائیوں کا نام ایک نہیں ہوتا سر جب کہ ان تینوں نے اپنا نام ڈوگی بتایا ہے"۔

"نہ صرف بتایا ہے..... بلکہ کاغذات میں بھی ان تینوں کا نام ڈوگی ہے"۔

"ہاں..... ان کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے تھے"۔

"ہاں! وہ فائل میں موجود ہیں"۔ اس نے بتایا۔

اب انہوں نے تینوں کی انگلیوں کے نشانات کو چیک کیا..... اچا
انسپکٹر جمشید کے چہرے پر بلا کی حیرت نظر آئی۔

"نن نہیں..... نہیں..... یہ..... یہ کیسے ممکن ہے"۔

ان کی تیز آواز سے کمرہ گونج اٹھا..... چپراسی گھبرا کر اندر داخل ہ
..... لیکن انہیں حیرت سے بیٹھے دیکھ کر حیرت زدہ سا باہر نکل گیا۔

"کک..... کیا ہوا سر"۔

"یہ..... یہ نشانات..... اکرام..... تم نے ان کو چیک کیا؟"۔

"نن نہیں سر"۔

"یہ دیکھو اکرام..... غور سے دیکھو..... مگر نہیں..... یوں مزا
آئے گا..... یہ لو..... عدسے کی مدد سے دیکھو..... ہاں..... پہلے ایک
نشانات کو دیکھو..... پھر دوسرے کے..... پھر تیسرے کے..... آخر یہ س
ہے کیوں ہے..... کیسے ہے..... اف مالک"۔

اکرام کو اپنی سٹی گم ہوتی محسوس ہوئی..... اس لیے کہ اس نے ا
اتنا پریشان بہت کم دیکھا تھا..... پھر اس نے جلدی جلدی عدسے کی مد
انگلیوں کے نشانات کا جائزہ لیا اور پھر اسے بہت زور سے چکر آ گیا۔

"یہ..... یہ تینوں نشانات تو بالکل ایک ہیں سر..... لیکن یہ ناممکن
..... دنیا میں تو دو آدمیوں کی انگلیوں کے نشانات تک آپس میں نہیں
..... یہاں تین آدمیوں کی انگلیوں کے نشانات بالکل ایک نظر آ رہے ہیں"



"ہاں! ہم شاید دنیا کا آٹھواں عجوبہ دیکھ رہے ہیں..... اوہو..... مجھے تو
آج بچوں کے ساتھ نواب شاہی کی دعوت میں جانا تھا..... لیکن..... میں نہیں
جا سکوں گا..... ذرا گھر فون کر دو..... میں اس معاملے پر غور کرنا چاہتا
ہوں"۔

"جی بہتر"۔ وہ بولا۔

اور پھر وہ ان نشانات کو بار بار دیکھنے لگے..... اکرام ریسیور رکھ کر ان
کی طرف مڑا۔

"نہیں اکرام! ان میں کوئی فرق نہیں ہے..... بال برابر فرق نہیں ہے
..... کہیں تم نے غلطی سے ان میں سے ایک ہی کے نشانات تو تینوں بار نہیں
لے لیے"۔

"نہیں سر..... یہ کام میں نے تو کیا ہی نہیں..... ہاں جسے میں نے گرفتار
کیا ہے اس کی انگلیوں کے نشانات ضرور میں نے لیے ہیں..... پہلے کے توحید
نے اور دوسرے کے محمد حسین آزاد نے لیے ہیں"۔

"اور یہ تینوں اس وقت حوالات میں ہیں"۔

"یس سر"۔

"آؤ اکرام..... میں خود چیک کروں گا..... کیا تم نے ان تینوں کو ایک
جگہ جمع کر کے بھی دیکھا ہے"۔

"نہیں سر..... میں نے تو ابھی صرف اسے دیکھا ہے..... جسے میں نے
گرفتار کیا ہے"۔

"اوہ اچھا..... آؤ"۔

وہ اٹھے ہی تھے کہ آئی جی صاحب کا فون آگیا..... وہ انہیں فوراً اپنے دفتر بلا رہے تھے۔

"تم دفتر میں ٹھہرو اکرام..... میں آئی جی صاحب سے مل آؤں"۔

"جی بہتر"۔ وہ بولا۔

اور پھر وہ آئی جی صاحب کے دفتر میں داخل ہوئے..... ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

"خیریت نہیں معلوم ہوتی سر"۔

"ہاں! کچھ ایسی ہی بات ہے..... تمہارے ماتحتوں نے ووگی نامی کسی آدمی کو گرفتار کیا ہے؟"۔

انسپکٹر جمشید زور سے چونکے..... پھر بولے۔

"جی ہاں..... فرمایئے"۔

"اسے چھوڑ دو"۔

"جی..... یہ آپ کیا فرما رہے ہیں"۔ وہ حیرت زدہ ہو گئے۔

"بھئی اسے چھوڑنا ہی پڑے گا..... اس لیے کہ یہ حکم میرا نہیں وزیر خارجہ کا ہے"۔

"نن نہیں..... آخر وہ اسے کیوں چھڑانا چاہتے ہیں..... جب کہ اس جرم ثابت ہے"۔



"یہ میں نہیں جانتا..... نہ انہوں نے مجھے وجہ بتائی..... بس اتنا کہا ہے کہ ووگی نامی آدمی کو انسپکٹر جمشید کے ماتحت نے پکڑا ہے..... اسے چھوڑ دیا جائے"۔

"وہ اس طرح کسی کو کیسے چھڑا سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"میں نے یہ سوال نہیں پوچھا"۔

"اگر آپ کہتے ہیں تو چھوڑ دیتا ہوں"۔

"یہ میرا حکم نہیں..... وزیر خارجہ کا حکم ہے..... اگر تم نے اس سے انکار کیا تو پھر وہ خود سامنے آئیں گے"۔

"آپ مجھے مشورہ دیں"۔

"میں مشورہ نہیں دے سکتا..... اس لیے کہ مجھے اس کا بھی اختیار نہیں دیا گیا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے..... آپ تو مجھے مشکل میں ڈال رہے ہیں..... ساتھ چھوڑ رہے ہیں"۔ انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"تم خود سوچو جمشید..... آخر میں کہاں جاؤں..... ہم براہ راست وزارت خارجہ کے ماتحت نہیں ہیں..... لیکن اگر ہم ان کا حکم ماننے سے انکار کریں گے تو وہ صدر صاحب سے فون کروا دیں گے..... اس وقت تم کیا کرو گے"۔

"میں حیران ہوں..... ہمارے حکام کو ہو کیا گیا ہے..... کیوں وہ مجرموں کو چھڑوا دیتے ہیں"۔

"یہ سب سیاسی جوڑ توڑ ہوتا ہے جمشید..... کسی کا دباؤ کسی پر اور کسی
کسی پر ہوتا ہے..... اس وقت کے جو وزیر خارجہ ہیں..... وہ صدر پر د
رکھتے ہیں..... یعنی صدر سے یہ بات منوا سکتے ہیں..... کیونکہ یہ جس سیاسی
پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں..... وہ بہت طاقت ور ہے..... چاہے تو صدر کا
تختہ الٹ دے..... اس لیے صدر ان کی بات ماننے پر مجبور ہیں۔"

"اچھی بات ہے سر..... آپ نے مجھے حکم دیا ہے..... میں آپ کا
ان کر ڈوگی کو رہا کر دیتا ہوں..... اس کے بعد کیا ہوتا ہے..... میں ذمے دا
نہیں ہوں گا۔"

"نہیں..... تم پر ذمے داری کیوں ہو گی بھلا..... لیکن یہ تم نے ک
..... اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ کیا اس کی رہائی کے بعد کوئی طوفان اٹھے گا؟"

"میں نہیں جانتا سر..... کیا ہو گا..... لیکن کچھ ہو گا ضرور..... میرے
کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔"

"اوہ..... تم تو مجھے ڈرا رہے ہو جمشید۔" صدر بوکھلا گئے۔

"میں خود ڈرا ہوا ہوں سر۔"

"اچھا دیکھا جائے گا اب ہم کیا کر سکتے ہیں۔" انہوں نے کند
اچکائے۔

"ٹھیک ہے..... میں چلتا ہوں سر۔"

"اور جمشید..... اس کام میں دیر بھی نہ لگانا..... بس فوراً اس
فارغ کر دو۔"



"یس سر۔" وہ بولے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

اب وہ اپنے کمرے میں آ گئے..... اکرام وہاں موجود تھا۔

"سنا اکرام تم نے..... وزیر خارجہ صاحب نے آئی جی صاحب کو فون
کیا ہے..... کہ ڈوگی کو چھوڑ دو۔"

"حیرت ہے کمال ہے..... ان لوگوں کا وزیر خارجہ سے کیا تعلق؟"

"ابھی یہ بات معلوم نہیں ہو گی..... لیکن یہ معاملہ حد درجے
پراسرار لگتا ہے..... لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے۔" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"جی..... فرمائیے..... آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"تم بھول رہے ہو اکرام..... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"اوہ ہاں سر..... واقعی۔" اکرام مسکرایا۔

"آؤ ذرا پہلے میں ان سے ملاقات کر لوں..... سب سے پہلے تم مجھے
اس ڈوگی کے پاس لے چلو..... جسے خود تم نے گرفتار کیا ہے۔" انسپکٹر جمشید
بولے۔

"ارے ہاں! وزیر خارجہ صاحب نے ان تینوں کو چھوڑنے کا حکم دیا
ہے یا ایک ڈوگی کو۔"

"آئی جی صاحب نے صرف اتنا کہا ہے کہ تمہارے ماتحت نے ڈوگی نام
کے ایک شخص کو گرفتار کیا ہے، اسے رہا کر دیا جائے..... اس لیے کہ یہ حکم
وزیر خارجہ صاحب کا ہے۔"

"اور..... اور آپ نے انھیں بتایا نہیں..... ہم نے ایک ڈوگی کو نہیں
..... تین ڈوگیوں کو پکڑا ہے"۔ اکرام کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا کہتے ہو اکرام...... مجھے یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی"۔ انھوں نے منہ بنایا۔

"لیکن جب بعد میں یہ چیز آئی جی صاحب کے سامنے آئے گی..... تو وہ ناراض ہوں گے"۔

"دیکھا جائے گا..... فی الحال میں نے انھیں بتانا مناسب نہیں سمجھا
..... ارے ہاں..... میں تو بھول ہی گیا"۔

"جی..... کیا بھول گئے آپ"۔ اکرام چونکا..... آج انسپکٹر جمشید بہت پراسرار لگ رہے تھے۔

"ایک فون کرنا تھا"۔ یہ کہہ کر انھوں نے جیب سے موبائل نکالا اور کسی کے نمبر ڈائل کیے۔

"السلام علیکم..... نمبر 9..... ایک شین دال سے نمبر 3"۔

"او کے سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور انھوں نے سیٹ بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔

"آؤ بھئی..... پہلے ذرا ان تین سے ملاقات ہو جائے"۔

"یہ..... یہ آپ نے کیا پیغام دیا سر"۔

"یہ کوڈ پیغام تھا..... تمھارے پلے نہیں پڑے گا"۔

"تو آپ مجھے بتا دیں نا سر..... میری الجھن بڑھتی جا رہی ہے"۔



"کسی وقت بتا دوں گا"۔

"او کے سر..... آپ کی مرضی"۔ اکرام برا مان گیا۔

"اوہو اکرام..... اس میں برا ماننے کی بات نہیں، تمھیں جس قدر کم معلوم ہو..... اتنا ہی تمھارے حق میں بہتر ہے..... میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں"۔

"او کے سر..... اب میں برا محسوس نہیں کروں گا"۔ وہ مسکرا دیا۔

وہ حوالات کے سامنے پہنچ گئے۔

"اس کمرے میں وہ ڈوگی بند ہے..... جسے توحید احمد نے گرفتار کیا [illegible]

"اوہ اچھا..... دروازہ کھلواؤ..... ہم اس کو رہا کر دیں گے"۔ وہ [illegible]

اکرام نے ماتحت کو اشارہ کیا..... اس نے دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہو گئے..... ڈوگی بیٹھا اونگھ رہا تھا..... انسپکٹر جمشید نے پہلے تو اس کا جائزہ لیا..... پھر نرم آواز میں بولے۔

"مسٹر ڈوگی..... آپ سو رہے ہیں"۔

اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں..... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید بہت زور سے اچھلے۔

******

# خبردار

"چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے..... پھر نواب شامی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"یہ..... یہ آپ نے کیا کہہ دیا خان رحمان اف؟"۔

"مجھے افسوس ہے نواب صاحب..... واقعی یہ بہت بری سی بات ..... اور میں نے فرزانہ کو سمجھایا بھی تھا کہ وہ اس فرمائش سے باز رہے ..... وہ نہیں مانی..... اس کے مجبور کرنے پر میں یہ حرکت کر بیٹھا..... بہر حال معافی چاہتا ہوں..... اور اب فرزانہ بھی ضرور محسوس کرے گی کہ اس فرمائش درست نہ تھی..... ضرور یہ کوئی بہت قیمتی چین ہو گا"۔

"اوہو..... خان صاحب..... آپ بالکل غلط رخ سے سوچ رہے ہیں"۔

"جی! کیا فرمایا..... میں غلط رخ سے سوچ رہا ہوں"۔ خان رحمان لہجے میں حیرت تھی۔



"ہاں اور کیا..... آپ اچھی طرح جانتے ہیں..... دولت کی میری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں..... میری انگلی میں جو ہیرے کی انگوٹھی ہے..... فرزانہ اگر وہ انگوٹھی مانگتی..... تو میں یہ بھی اسے دے دیتا..... اس چین کی تو حقیقت کیا ہے..... لیکن آپ نہیں جانتے"۔ یہ کہتے کہتے وہ رک گئے۔

"اور میں کیا نہیں جانتا..... آپ یہ بھی تو بتائیں نا"۔ انہوں نے پراسرا [illegible] دیا۔

"آپ نہیں جانتے..... مجھے ایک نجومی نے بتایا تھا..... مجھ سے ایک دن اچانک کوئی میرے چین کی فرمائش کرے گا..... وہ دن میری زندگی کا [illegible] دن ہو گا"۔

"کیا!!!" خان رحمان چلا اٹھے۔

"ہاں خان صاحب..... اسی لیے تو میں اچھل پڑا تھا..... کیونکہ جب سے [illegible] یہ بات کی ہے..... مجھے ہر وقت یہی دھڑکا رہتا ہے..... کہیں کوئی [illegible] نہ مانگ لے..... اسی لیے اس روز سے میں نہایت قیمتی چین جیب [illegible] ہوں..... تاکہ کوئی اس کو مانگنے کی جرات نہ کرے"۔ لیکن ہونے [illegible] کو کون ٹال سکتا ہے..... نجومی کا کہا آخر سامنے آ گیا..... یہ لیجیے خان [illegible]..... آپ چین فرزانہ کو دے دیجیے"۔

"جی نہیں..... نہیں..... اس صورت میں میں یہ چین نہیں لے سکتا [illegible] میں جانتا ہوں..... نجومیوں کو تو اپنی موت کے بارے میں کچھ

معلوم نہیں ہوتا..... وہ کسی کی موت کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں بھلا"
انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہو..... اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا"۔ نواب شاہ
جھلا کر کہا۔

"جی..... کس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا"۔

"اس سے کہ میں چین دیتا ہوں یا نہیں..... نہ دینے کی صورت میں
میری موت کی پیش گوئی اسی طرح ہے..... کیونکہ اس نے کہا تھا..... پیش گوئی
کا تعلق چین کے دینے یا نہ دینے سے ہرگز نہیں ہو گا..... صرف کسی کے
لینے سے ہو گا..... ہاں اس نے یہ کہا تھا' یہ مانگنا صرف کچھ لکھنے کے لیے
ہو گا..... بلکہ مستقل طور پر مانگا جائے گا..... اور یہ اسی طرح ہے"۔

"اوہو..... لیکن نواب صاحب..... قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ا
فرماتے ہیں..... کوئی نہیں جانتا..... وہ کب مرے گا..... جب کوئی
بارے میں نہیں جانتا..... تو دوسرے کے بارے میں کس طرح جان
ہے"۔

"یہ بات نہیں ہے خان صاحب..... اخبارات میں کتنے نجومیوں
پیش گوئیاں شائع ہوتی ہیں..... ان میں سے اکثر درست ثابت ہوتی ہیں"

"وہ سب اندازے ہوتے ہیں..... اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے
اکثر اندازے غلط ہوتے ہیں"۔



"خیر..... اب اس سے کیا بحث..... آپ یہ چین لے جائیں..... اور
فرزانہ کو دے دیں"۔

خان رحمان چپ چاپ یہ چین لیے ان کی طرف آئے۔

"خیر تو ہے انکل..... آپ بہت پریشان ہیں"۔

"بہت عجیب بات ہو گئی..... لیکن فرزانہ پہلے تو تم بتاؤ..... آخر تم نے
اس چین کی فرمائش کیوں کی"۔ خان رحمان بولے۔

"پہلے آپ بتائیں..... نواب صاحب نے چین دینے سے پہلے کیا کہا
تھا"۔

خان رحمان انہیں جلدی جلدی بتانے لگے..... ایسے میں فرزانہ بول
اٹھی۔

"ایک منٹ انکل..... میں ابھی آئی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فرزانہ نے کوٹھی کے رہائشی حصے کی طرف دوڑ
لگا دی۔

"پتا نہیں..... اسے کیا ہو گیا ہے..... پہلے اس چین..... ارے.....
ارے وہ..... وہ کہاں گیا؟" محمود چونک اٹھا۔

"کون..... کہاں گیا ہے..... اب تم سسپنس بگھارو گے"۔

"جی نہیں..... مجھے کیا پڑی کہ سسپنس کو بگھاروں..... سسپنس تو
بگھارنے کے بھی اچھا لگتا ہے"۔ محمود بولا۔

"تب پھر..... تمہیں کیا ہوا؟"۔

"فرزانہ جس نیلے لباس والے کا ذکر کر رہی تھی..... وہ اب نظر نہیں آ رہا"۔

"اوہ ہاں! واقعی"۔ فاروق نے بھی تمام مہمانوں پر نظر ڈال کر کہا۔

"حیرت ہے..... وہ کہاں چلا گیا"۔

"ہم اسی وقت نواب صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے تھے..... اس دوران وہ کھسک گیا"۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"دعوت کا مزا کرکرا ہونے لگا ہے"۔ پروفیسر مسکرائے۔

"لیکن انکل..... اس میں ہمارا کیا قصور"۔

"یہ بات بھی ٹھیک ہے"۔

اسی وقت فرزانہ آتی نظر آئی..... پھر وہ زور سے چونکی۔

"ارے..... وہ نیلے لباس والا کہاں گیا؟"۔

"ہمیں افسوس ہے فرزانہ"۔

"افسوس..... لیکن کس بات کا"۔ فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس بات کا کہ ہم اس کا دھیان نہ رکھ سکے..... ہمیں بھی ابھی ابھی اس کا خیال آیا ہے"۔

"اوہ! یہ بہت برا ہوا..... بلکہ بہت سے بھی زیادہ"۔

"لیکن یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا"۔ محمود جل گیا۔

"کیوں میری وجہ سے کیوں؟"۔



"نیلے لباس والے کی بات کرتے کرتے تم اچانک نواب انکل کے بین کی طرف کیوں متوجہ ہو گئی تھی"۔

"..... میں مجبور تھی"۔ وہ مسکرائی۔

"اور اب مسکرا بھی رہی ہو"۔ محمود نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"تو اور کیا کروں..... رونا شروع کر دوں"۔

"زیادہ پراسرار بننے کی کوشش نہ کرو"۔ فاروق تیز لہجے میں بولا۔

"اچھی بات ہے..... اب میں کم پراسرار بننے کی کوشش کروں گی"۔ وہ مسکرائی۔

"اب تم سے کون مغز مارے..... ارے..... وہ بین کہاں گیا"۔ محمود چونکا۔

"کون سا بین"۔ فرزانہ بولی۔

"حد ہو گئی..... دیکھا انکل اب کہہ رہی ہے..... کون سا بین"۔

"اچھا..... وہ بین جو میں نے نواب انکل سے لیا ہے..... ویسے مجھے افسوس ہے..... بین کے چکر میں میں نیلے لباس والے کو بھول گئی..... دراصل مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ چلا جائے گا"۔

"اوہ ہاں..... آؤ ذرا..... نواب انکل سے دو دو باتیں ہو جائیں"۔

"لو..... اب ان سے باتیں کرے گی یہ..... بین پہلے ہی مانگ لیا"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"آؤ...... انھیں نیلے لباس والے کے بارے میں ضرور کچھ معلوم ہو گا۔

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف دوڑ پڑی...... اب ان دونوں کو بھی اس کا ساتھ دینا پڑا...... ویسے انھیں فرزانہ کا یہ پراسرار رویہ بہت ناگوار گزر رہا تھا۔

"نواب انکل...... آپ ذرا الگ چل کر میری ایک بات سنیں گے"۔

"اوہو...... فرزانہ...... کوئی بات نہیں"۔ وہ بولے۔

"وہ ہو انکل...... ہم ایک اور بات کرنے لگے ہیں آپ سے"۔

"او اچھا"۔ وہ بولے اور اٹھ کر باغ کے ایک گوشے کی طرف بڑھے۔

"آپ کے مہمانوں میں ایک نیلے لباس والا شخص موجود تھا...... کیا آپ اس کا نام بتا سکتے ہیں"۔

"نیلے لباس والا...... میں نے تو دھیان نہیں دیا...... یوں بھی دعوت میں سو کے قریب مہمان موجود ہیں...... کس طرح یہ دھیان رہ سکتا ہے کہ کون سے مہمان نے کون سے رنگ کے کپڑے پہن رکھے ہیں...... تم خود اسے دیکھ لو"۔

"وہ جا چکا ہے"۔

"کیا کہا...... وہ جا چکا ہے"۔ نواب صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں...... کیا ہوا نواب انکل"۔



"دعوت کے ختم ہونے تک کوئی بھی جانے کی بات نہیں کرتا...... یہی تو میری دعوت کی خوبی ہے"۔

"تب پھر وہ اجازت لیے بغیر چلا گیا...... اور اب ہمیں بھی اس کی تلاش میں جانا ہو گا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

"مطلب ہم آ کر بتائیں گے...... ورنہ دیر ہو جائے گی اور وہ دور نکل جائے گا"۔ یہ کہہ کر فرزانہ نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ارے ارے...... کیا ہوا؟" انھوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی۔

"آ کر بتاتے ہیں انکل"۔ محمود نے چھلانگ لگائی اور وہ باغ سے باہر نکل آئے۔ فرزانہ اس وقت تک کار میں بیٹھ چکی تھی...... اور اگر وہ تیزی نہ دکھاتے تو وہ انھیں ساتھ لیے بغیر روانہ ہو چکی تھی۔

"آخر ہو کیا گیا ہے فرزانہ"۔

"گڑبڑ"۔ وہ بولی۔

"گڑبڑ...... کہاں ہے گڑبڑ"۔

"نواب صاحب کے ہاں"۔

"تب پھر ہم باہر کیا کر رہے ہیں"۔

"گڑبڑ کا سرا تلاش کرنے کے لیے باہر آئے ہیں"۔

"تمہاری باتیں سمجھنے کے لیے تو ہاتھی کا دماغ چاہیے"۔ فاروق جل بھن گیا۔

"تو لگوا لو ایک ایک"۔

"کیا اگلوا لیں" دونوں بولے۔

"ہاتھی کا دماغ"۔

"یہ نہیں ..... بازار سے ملتے ہیں"۔

"نہیں ..... چڑیا گھر میں ملتے ہیں"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"دو نگاڑے چبانے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی"۔

"نیلے لباس والا نکل گیا"۔

"تم نے اس نیلے لباس والا نکل کے بارے میں کچھ بتایا کب تھا ..... ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر کوٹھی کے اندر چلی گئی تھیں"۔ محمود نے جلے کے انداز میں کہا۔

"تن نہیں تو"۔ فرزانہ بوکھلا کر بولی۔

"کیا نہیں تو؟"۔

"میں ہوا کے گھوڑے پر تو سوار نہیں ہوئی تھی"۔ وہ مسکرائی۔

"حد ہو گئی"۔ فاروق چلا اٹھا۔

"تو میں نے کب کہا ..... نہیں ہوئی"۔

"کیا نہیں ہوئی"۔ محمود پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"حد ..... اور کیا"۔

"توبہ ہے تم سے"۔

"خبردار گاڑی ایک طرف کر کے روک لو"۔

انہوں نے گاڑی کے اندر ایک سرد آواز سنی۔

******



# اب کیا کریں

اس کی آنکھوں میں ایک خونی چمک تھی ..... ایسی چمک انہوں نے صرف ان لوگوں میں دیکھی تھی جو قاتل ثابت ہوتے تھے ..... یا جنونی قاتل۔

"آپ ..... آپ کون ہیں؟" اس نے سرسراہٹ زدہ آواز میں پوچھا۔

"میں ..... انسپکٹر جمشید ہوں"۔

"اوہ ..... اوہ"۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"آپ ایک ہیں یا تین"۔ انہوں نے پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں ..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"کیا آپ کا کوئی جڑواں بھائی ہے؟"۔

"جڑواں بھائی ..... نہیں بالکل نہیں ..... میرے ماں باپ کے ہاں تو میرے علاوہ کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی تھی"۔

"اوہو اچھا ..... کیا یہ بات آپ پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں"۔

"بھلا ایسی بات بھی کوئی شک کی حالت میں کر سکتا ہے"۔ اس نے حیرت ظاہر کی۔

"اوہ ہاں..... ٹھیک ہے..... آپ ذرا ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے"۔

"کہاں؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہیں..... پاس ہی"۔

"چلیے..... میں تو یوں بھی آپ کا قیدی ہوں"۔ وہ اداس انداز میں مسکرایا۔

وہ اسے ساتھ لیے دوسری کوٹھری کے سامنے آئے..... یہاں دوسرا ڈوگی گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا تھا۔ انسپکٹر جمشید نے سلاخوں پر ہاتھ مارا تو اس نے اپنا سر نہ اٹھایا۔

"مسٹر ڈوگی..... ذرا سلاخوں کے پاس آئیں"۔

"میں تو پہلے ہی سلاخوں کے پاس ہوں"۔ اس نے بوکھلا کر کہا جو اس کے ساتھ باہر موجود تھا۔

"میں نے آپ سے نہیں..... اس سے کہا ہے..... جو اندر موجود ہے"۔

"لیکن آپ نے ڈوگی نام لیا ہے"۔

"ہاں! اس کا نام بھی ڈوگی ہے"۔

"کیا..... یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ باہر والے ڈوگی نے کہا۔



"پتا نہیں..... ہم خود حیران ہیں"۔

یہ آوازیں سن کر جیسے اس کی آنکھ کھلی..... اب جو اس نے چونک کر سر اٹھایا تو باہر والا ڈوگی چلا اٹھا۔

"ارے! یہ کیا؟"۔

"ارے! یہ کیا؟" ادھر اندر والا چلا اٹھا۔

اندر والا سلاخوں سے آ لگا۔ اب دونوں لگے ایک دوسرے کو گھورنے..... ان کی آنکھوں میں بلا کی حیرت دیکھ کر وہ بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... میرا تو کوئی جڑواں بھائی نہیں ہوا تھا"۔ باہر والا بڑبڑایا۔

"میرا بھی کوئی جڑواں بھائی نہیں ہے"۔ دوسرے نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو"۔

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے..... کیا اس طرح میرا جرم ہلکا ہو جائے گا"۔ اندر والا بولا۔

"بالکل یہی بات میں کہتا ہوں"۔ باہر والے نے کہا۔

"اکرام! اسے بھی باہر نکلواؤ"۔ انسپکٹر جمشید نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"بہتر!" اس نے کہا..... پھر اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا۔

چنانچہ اسے بھی باہر نکالا گیا..... اب وہ تیسری کوٹھری کی طرف بڑھے
..... عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی..... انسپکٹر جمشید نے ریسیور کان سے لگایا
دوسری طرف سے آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی۔

"جمشید..... میں نے کہا تھا فوری طور پر ڈوگی کو رہا کر دو"۔

"ہم ڈوگی کو حوالات سے نکال چکے ہیں سر..... لیکن ضابطے کی کارروائی تو کرنا پڑتی ہے نا سر"۔

"وزیر خارجہ صاحب کا دو بار فون آ چکا ہے"۔

"تو آپ انہیں بتا دیں ڈوگی کو حوالات سے نکالا جا چکا ہے"۔

"حوالات کے باہر ان کے آدمی موجود ہیں..... جونہی وہ ڈوگی دیکھیں گے..... وزیر خارجہ صاحب کو بتائیں گے کہ ڈوگی کو رہا کیا جا چکا ہے..... اس کے بغیر ان کا اطمینان نہیں ہو گا"۔

"اچھی بات ہے سر..... صرف دو منٹ بعد اسے باہر نکال دیا جائے گا"۔

"ٹھیک ہے"۔ انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اب وہ تیزی سے تیسری کوٹھری کی طرف آئے..... یہاں تیسرا ڈوگی موجود تھا۔

"تم دونوں اسے اور یہ تم دونوں کو دیکھ لے اور پھر ہمیں بتاؤ..... سب کیا ہے..... کیا تم جڑواں بھائی ہو"۔



"نہیں..... ہرگز نہیں..... ہم تینوں پہلی بار ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں"۔

"لیکن اس بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا..... کیونکہ تینوں کا نام ڈوگی ہے ... رموں کے نام مختلف ہوتے..... اور تینوں مختلف تاریخوں میں گرفتار ..... صرف چہرے ایک جیسے ہوتے تو بھی اسے اتفاق نہیں کہا جا سکتا تھا ... اب جب کہ نام بھی ڈوگی..... گرفتاری کا دن اور وقت بھی ایک ... صورت میں بالکل ایک..... تو ان حالات میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ... میں کوئی تعلق نہیں"۔

"...گی ہے..... ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے"۔

"...جھوٹ ہے..... سفید جھوٹ..... اور اس جھوٹ پر کسی کو سچ کا ... ے دے گا"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"...پھر آپ ہی بتائیں..... ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"...نکل ہی سکتے ہو"۔

"...ہم جھوٹ نہیں بول رہے"۔

"...پھر بتاؤ..... تم لوگوں کا وزیر خارجہ صاحب سے کیا تعلق ہے"۔

"...جی... کیا فرمایا..... وزیر خارجہ سے تعلق..... آپ کیسی باتیں کرتے ... ہم ان کا نام تک نہیں جانتے"۔

"اب ایک آخری بات سن لو..... اور وہ یہ کہ تم تینوں کی انگلیوں کے
نشانات بھی ایک ہیں..... جب کہ دنیا میں کسی دو آدمیوں کی انگلیوں کے
نشانات بھی آپس میں نہیں ملتے"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

انسپکٹر جمشید کے چہرے پر حیرت کے بادل اٹھ آئے..... انہوں نے
کھوئے کھوئے انداز میں اکرام سے کہا۔

"اکرام..... دوسرے نمبر کو باہر اور پہلے نمبر کو پھر حوالات میں
یہ کہہ کر وہ اپنے دفتر میں جانے کے لیے مڑ گئے..... ان کا
طرح الجھا ہوا تھا..... تین منٹ بعد اکرام اندر داخل ہوا۔

"ہم نے اسے رہا کر دیا ہے سر"۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی پھر بجی..... انہوں نے برا سا منہ
ریسیور کان سے لگا لیا۔

"جمشید! آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے؟"۔

"کیوں سر..... اب کیا ہوا؟"۔

"ابھی تک ڈوگی کو نہیں چھوڑا گیا"۔

"سر..... سب انسپکٹر اکرام یہاں موجود ہیں..... یہ اسے رہا
بعد میرے پاس آئے ہیں"۔

"حیرت ہے..... کمال ہے..... آخر وزیر خارجہ صاحب کے
نے اس بات کی تصدیق کیوں نہیں کی"۔



"یہ تو وہ بتائیں گے سر..... میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔

"عجیب بات ہے..... میں انہیں اطلاع دے دیتا ہوں کہ یہاں سے
... کر دیا گیا ہے"۔

"بالکل ٹھیک سر" وہ بولے۔

... کو اندر کر کے انسپکٹر جمشید اکرام کی طرف مڑے۔

"یار ان دونوں کو لے آؤ"۔

"اچھے سر" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا..... جلد ہی وہ
... لڑکوں کو لے کر وہاں آ گیا..... ان کے چہروں پر بھی حیرت کے آثار

"... کر بھئی..... صاف صاف بات بتا دو..... کیوں ہمیں پریشان کر رہے

"... صاف صاف بات..... کون سی بات صاف صاف بتا دیں"۔

... نے حیران ہو کر کہا۔

"... چکر کیا ہے..... بالکل ایک جیسی شکل صورت اور جسم کے تین
... طرح ہو سکتے ہیں"۔

"... بات پر تو خود ہمیں حیرت ہے جناب! آپ کو کیا بتائیں"۔

"... بات ہے..... نہ بتاؤ کچھ..... لیکن اب ہم کوئی رعایت نہیں
..... تم بتاؤ..... تم اس عمارت میں کیوں داخل ہوئے تھے"۔

"... کو حاصل کرنے کے لیے؟" اس نے بے دھڑک کہا۔

"تو گویا تمہیں اپنے جرم کا اقرار ہے"۔

"ہاں جناب! جو جرم کیا ہے' اس کا اقرار تو کرنا چاہیے"۔ دوسرا بولا۔

"اور تم"۔ انہوں نے دوسرے سے پوچھا۔

"میں بھی..... ایک فائل کے چکر میں وہاں گیا تھا"۔

"تم کس ملک کے لیے کام کر رہے ہو؟"۔

"اپنے ملک کے لیے..... ہم اپنے ملک کے لیے کام کرتے ہیں"۔

"ملک کا نام؟"۔

"بامیان"۔

"کیا کہا..... بامیان..... میں نے تو آج تک اس ملک کا نام نہیں سنا"۔

"اس میں ہمارا کیا قصور جناب"۔ ایک بولا۔

"تم کس ملک کے لیے کام کر رہے ہو"۔

"بامیان کے لیے"۔

"چلو تم نے یہ بات تو تسلیم کی کہ تم دونوں ایک ہی ملک کے لیے کام کر رہے ہو..... اور اس کا نام ہے بامیان' کیا تم بتا سکتے ہو..... یہ ملک کہاں ہے..... ادھر دیکھو' دیوار پر دنیا کا نقشہ لگا ہے..... اس میں دکھا سکتے ہو"۔

"جی نہیں..... ہم نہیں دکھا سکتے"۔ ایک نے کہا۔

"کیا مطلب..... کیوں نہیں دکھا سکتے"۔

"اس لیے کہ ہمارا ملک دنیا کے نقشے میں نہیں ہے"۔

"یہ کیا بات ہوئی..... کیا وہ دنیا سے باہر ہے"۔



"یہ بھی ہم نہیں جانتے..... جس نے ہمیں پیدا کیا ہے..... وہ جانتا ہو گا"۔

"تمہارا مطلب ہے..... خدا"۔

"اس کا نام خدا نہیں..... چھاکا ہے"۔

"چھاکا..... کیا وہ تمہاری طرح کوئی انسان ہے"۔

"ہاں! بالکل"۔

"تب یہ بات غلط ہے..... ایک انسان دوسرے انسان کو پیدا نہیں کر سکتا"۔

"یہ تو ہم نہیں جانتے..... اس کا کہنا یہی ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے"۔

"وہ کہاں رہتا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"بتایا تو ہے..... بامیان میں"۔

عین اس وقت گھنٹی بجی..... انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھایا۔

"یس سر"۔

"ان کا کہنا ہے..... ڈوگی کو ہرگز رہا نہیں کیا گیا اور یہ کہ انسپکٹر جمشید جھوٹ بول رہے ہیں..... میں نے انہیں بتا دیا تھا جمشید..... کہ تم جھوٹ تو ہرگز نہیں بولتے..... لیکن وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں"۔

"اس کا حل صرف ایک ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا جمشید"۔

"آپ چند منٹ کے لیے میرے دفتر میں آجائیں"۔

"میرے آنے سے کیا ہو گا"۔

"کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا" آپ آجائیں بس"۔

"اچھی بات ہے..... آجاتا ہوں..... لیکن انہیں کیا جواب دوں"۔

"ان سے کہیں..... وہ ایک منٹ ٹھہریں"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

دو منٹ بعد وہ ان کے دفتر میں داخل ہوئے..... اور زور سے اچھلے

"یہ..... یہ..... کیا..... بالکل ایک شکل کے دو آدمی..... یہ کون

ہیں؟"۔

"ڈوگی نمبر 2 اور نمبر 3، نمبر ایک کو رہا کر چکے ہیں"۔

"نن نہیں..... نہیں"۔

"یہی دکھانے کے لئے آپ کو بلایا ہے..... وزیر خارجہ صاحب کے

پر میں نے ایک ڈوگی کو چھوڑ دیا ہے..... لیکن وہ یہ بات ماننے کے لیے

تیار نہیں ہیں"۔

"مجھے پوری بات بتاؤ..... مارے حیرت کے میرا برا حال ہے"۔

انہوں نے تفصیل بتا دی..... عین اس وقت پھر فون کی گھنٹی بجی

انہوں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف وزیر خارجہ تھے۔



"آئی جی صاحب یہاں ہیں"۔

"یس سر"۔

"ریسیور انہیں دیں"۔ دوسری طرف سے جھلائے ہوئے انداز میں

کہا گیا۔

انہوں نے فون شیخ صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

"یس سر"۔

"ہاں جناب..... کیا ہوا"۔ انہوں نے دوسری طرف سے کہا۔

"یہی..... کہ..... انسپکٹر اسے رہا کر چکے ہیں"۔

"یہ جان کر مجھے افسوس ہوا شیخ صاحب؟"۔

"جی..... کیا مطلب..... کس بات پر افسوس ہوا؟"۔

"آپ بھی انسپکٹر جمشید کے ساتھ جھوٹ بولنے لگے..... میری

اطلاعات یہ ہیں کہ ڈوگی ابھی تک آپ لوگوں کے قبضے میں ہے..... اب یوں

بات نہیں بنے گی..... میرا عملہ آ رہا ہے..... وہ خود اسے دفتر سے رہا کرائے

گا اس طرح آپ کے جھوٹ اور سچ کا پتہ چل جائے گا"۔

"ان سے کہیں بہتر یہ ہے سر کہ آپ خود یہاں تشریف لے آئیں"۔

انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"مجھے آنے کی ضرورت نہیں"۔ وہ چنگھاڑے اور فون بند کر دیا۔

فون کا ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"اب..... اب کیا کریں جمشید..... وہ اپنے عملے کو یہاں بھیج رہے

ہیں"۔

# چین

وہ بری طرح چونکے..... محمود کا ہاتھ بہک گیا..... لیکن فوراً ہی اس
نے گاڑی کو قابو میں کر لیا..... پھر سڑک سے نیچے اتار کر انجن بند کر دیا۔
اب انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا' گاڑی کے پچھلے حصے میں نیلے لباس والا بیٹھا
تھا..... اس کے دائیں ہاتھ میں ایک خوفناک پستول تھا..... چہرے پر خو
مسکراہٹ تھی..... دراصل یہ خان رحمان کی گاڑی تھی..... دعوت میں
خان رحمان کی گاڑی میں ہی آئے تھے اور یہ ایک بڑی گاڑی تھی..... اس
لیے اس کے پچھلے حصے میں نیلے لباس والا آسانی سے دبک گیا' لیکن سوال
تھا کہ اس کے پاس گاڑی کی چابی کہاں سے آگئی' وہ تو محمود کے پاس تھی۔
آتے وقت بھی محمود نے گاڑی چلائی تھی۔

"یہ آپ ہیں..... ہم تو آپ ہی کی تلاش میں نکلے تھے"۔ محمود نے
پر سکون آواز میں کہا۔

"اسی لیے تو دعوت چھوڑ کر باہر نکل آیا تھا"۔ وہ جواب میں مسکر
بھی۔



"فرمائیے..... ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں آپ کی' آپ نے اتنی زحمت
کی' گلے ہاتھوں اگر آپ یہ بھی بتا دیں کہ آپ نے گاڑی کیسے کھولی..... تو
ہی مہربانی ہو گی"۔

"تمام طرح کے تالے میرے آگے پانی بھرتے ہیں"۔ اس کی سرسراتی
از گاڑی میں گونجی۔

"ہائیں..... تو پانی بھرنے کا کام اب تالوں نے شروع کر دیا ہے"۔
کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی۔

"ہاں! اس وقت سے جب سے شرفا نے لوگوں سے چین مانگنے شروع
ہیں"۔ وہ جلے کٹے انداز میں بولا۔

"کیا مطلب؟" فرزانہ چونکی۔

"تم نے..... مس فرزانہ..... تم نے نواب شاہی کا چین مانگا..... خان
کے ذریعے مانگا..... انہوں نے دے دیا' لیکن جانتی ہو..... وہ چین کس
ہے"۔

"ن..... نہیں"۔ فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"وہ بیس ہزار روپے کا چین ہے..... اس کا نگ ہیرے کا ہے"۔

"ارے باپ رے..... تب تو مجھ سے غلطی ہو گئی..... خیر آپ پریشان
وں' میں انہیں ان کا چین واپس کر دوں گی..... لیکن آپ نے زحمت
ا کی..... یہ ابھی تک نہیں بتایا"۔

"یہ کام اب میں کروں گا"۔ اس نے زہریلے انداز میں کہا۔

"کون سا کام؟" محمود نے پوچھا۔

"چین واپس کرنے والا..... لاؤ..... وہ چین میرے حوالے کر دو۔"

"او و ارے باپ رے..... تو آپ وہ چین چاہتے ہیں" - فرزانہ بول اٹھی۔

"ہاں! جلدی کرو..... میرے پاس وقت کم ہے"۔

"آپ کے پاس وقت کم ہے..... تو ہم سے وقت لے لیں..... چین لے کر کیا کریں گے..... چین تو ایک عدد آپ کی جیب میں لگا ہوا ہے"۔

"یہ چین..... یہ ایک عام سا چین ہے..... تم وہ چین مجھے دے دو اور بس..... نواب شاہی کو یہ میں خود واپس کروں گا"۔

"ارے! تو کیا نواب شاہی نے یہ آپ کے ذریعے حاصل کرنے کا پروگرام بنایا ہے" - فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"نن نہیں..... یہ بات تو خیر نہیں ہے..... میں انھیں ان کا چین تحفہ پیش کروں گا"۔

"لیکن اتنی سی بات کے لیے آپ کو پستول نکالنے کی کیا ضرورت ..... مہربانی فرما کر پستول جیب میں رکھ لیں، چین کی کون سی بات ہے..... ہمارے ساتھ بازار چلیں..... ایک سے ایک چین آپ کو خرید دیتے ہیں" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"ادھر ادھر کی باتوں کے تم لوگ ماہر ہو..... لیکن مجھے نہیں لگانا ان میں..... چین مجھے دو" - اس بار اس کا لہجہ سخت ہو گیا۔



"دے دو فرزانہ..... ہم کیا کریں گے چین کا" - محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"یہی تو مشکل ہے"۔

"کہاں ہے..... مجھے تو نظر نہیں آ رہی" - فاروق نے ادھر ادھر دیکھا۔

"کیا نہیں..... نظر آ رہی" - محمود نے اسے گھورا۔

"مشکل..... اور کیا" - وہ مسکرایا۔

"یہ کوئی تک..... ذرا دیر چپ نہیں رہ سکتے، دیکھ نہیں رہے..... کس قدر اہم بات چیت ہو رہی ہے" - محمود نے جل بھن کر کہا۔

"او ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا..... خیر..... فرزانہ تم بتاؤ..... تمھیں کیا مشکل ہے"۔

"وہ..... وہ چین اب میرے پاس نہیں ہے"۔

"ہائیں..... کیا کہا" - محمود اور فاروق چلائے لیکن وہ خاموش انھیں تکتا رہا..... پھر بولا۔

"میں ان باتوں میں آنے والا نہیں..... چین تمھارے پاس ہے..... اور تم وہ مجھے دو گی" - اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"چین میرے پاس نہیں ہے..... اور نہ میں وہ تمھیں دوں گی"۔

فرزانہ نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی..... جب چین تمھارے پاس ہے ہی نہیں تو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ نہ میں تمھیں دوں گی..... جملوں کی فضول خرچی تو نہ کرو"۔

"اور یہ اتنی لمبی چوڑی بات..... کہ کر تم نے جملوں کی بچت کی ہے"
محمود اس کی طرف الٹ پڑا۔
"تم یوں نہیں مانو گے..... گاڑی درختوں کے درمیان لے چلو..... 
میں تم تینوں کی اور گاڑی کی تلاشی لوں گا..... اور یاد رکھو..... اگر تم نے
غلط حرکت کی تو نقصان میں تم ہی رہو گے، میں نہیں، اس لیے کہ میں ا
ہوں اور تم کم۔"
"اچھی بات ہے جناب! ہم بلاوجہ دنگا فساد نہیں کرتے..... آپ ت
لے لیں۔" فرزانہ نے کہا اور محمود کو اشارہ کیا کہ گاڑی درختوں
درمیان لے چلو۔
محمود نے گاڑی سٹارٹ کی اور نیچے اتر گیا۔
"بس..... یہاں ٹھیک ہے۔"
"نہیں..... اور آگے لے چلو..... یہاں سے سڑک صاف نظر آ
ہے۔"
"اچھی بات ہے..... کر لیں جو کرنا ہے..... جب ہماری باری آئے
..... تو پھر آپ ہمارا سلوک بھی دیکھئے گا۔" فاروق بولا۔
"نہیں آئے گی۔" وہ مسکرایا۔
"کیا نہیں آئے گی؟"
"باری..... تمہاری۔" وہ ہنسا۔
اور پھر جب سڑک نظر آنا بند ہو گئی تو اس نے کہا۔



"بس..... گاڑی یہیں روک دو اور نیچے اتر آؤ۔"
یہ کہ کر وہ نیچے اتر گیا..... محمود، فاروق اور فرزانہ چاہتے تو اس پر
لہ کر سکتے تھے..... اس کے پستول پر ہاتھ صاف کر سکتے تھے..... لیکن وہ دیکھنا
ہتے تھے کہ وہ کیا چاہتا ہے..... اس لیے انہوں نے ایسی کوئی کوشش نہ کی۔
"ہاتھ اوپر اٹھا دو..... منہ دوسری طرف کر لو۔"
"بہت بہتر!" وہ بولے اور ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔
اس نے تینوں کی جیبوں کی اچھی طرح تلاشی لی..... جیبوں میں جو
یں تھیں ان سب کو باہر نکال کر زمین پر گراتا چلا گیا..... جب تینوں کی
یں خالی ہو گئیں تو وہ بولا۔
"چین تو واقعی تمہارے پاس نہیں ہے..... اوہ..... ارے باپ.....
سمجھ گیا۔" وہ زور سے چونکا۔
"آپ کیا سمجھ گئے..... ہمیں بھی سمجھا دیں؟" فاروق بولا۔
"یہ..... یہ لڑکی..... فرزانہ..... چین لیتے ہی کوٹھی کے اندر گئی تھی.....
اوہ..... اس کا مطلب ہے..... چین اس نے وہاں کہیں چھپایا ہے..... ارے
باپ رے۔"
اس نے بوکھلا کر کہا..... پھر تینوں کے سروں پر تڑاتڑ پستول کا وزنی
دستہ دے مارا..... انہیں اس سے اس بات کی ایک فیصد امید نہیں تھی.....
گرتے چلے گئے..... ہوش آیا تو وہ گاڑی سمیت غائب تھا..... ان کے سر بری

طرح دکھ رہے تھے..... ہاتھ سروں کی طرف لے گئے..... تو وہاں خون

چپ چپاہٹ محسوس ہوئی۔

"ہم تو زخمی بھی ہیں..... پہلے ہسپتال چلیں یا انکل شاہی کے ہاں"

محمود نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"انکل شاہی کے ہاں..... وہیں ڈاکٹر صاحب کو بلا لیں گے..... اور

ان کے مہمانوں میں بھی کوئی ڈاکٹر تو ضرور ہو گا"۔

"لیکن وہ اپنے ساتھ مرہم پٹی کا سامان نہیں لایا ہو گا"۔

"خیر خیر..... آؤ..... چلنا تو وہیں ہو گا..... اس لیے کہ نیلے لباس وا

سیدھا ادھر ہی گیا ہے"۔

فرزانہ نے پریشان سی آواز میں کہا۔

"تت..... تو کیا فرزانہ..... تم نے وہ پین واقعی کوٹھی میں کہیں چھپ

تھا"۔

"ہاں! میرا خیال تھا وہ مجھ سے پین حاصل کرنے کی کوشش ضر

کرے گا"۔

"اور کیا تم نے پین ایسی جگہ رکھا ہے..... کہ وہ آسانی سے اس

تلاش کر لے گا"۔ فاروق نے پوچھا۔

"نہیں..... میرا خیال ہے..... وہ اس کو تلاش نہیں کر سکتا..... ا

اگر اس نے پین تلاش کر لیا تو یہ ایک خطرناک بات ہو گی"۔

"کیا مطلب..... آخر اس پین میں ہے کیا"۔



"آؤ..... جلدی کرو..... ہمیں یوں بھی دوڑ کر جانا ہے"۔

انھوں نے کوٹھی کی طرف دوڑ لگا دی..... کوٹھی یہاں سے اتنے زیادہ

فاصلے پر نہیں تھی..... لیکن گاڑی کے ذریعے..... پیدل یا دوڑ کر تو بہرحال

وقت لگتا..... وہ کوٹھی میں داخل ہوئے..... وہاں رونق جوں کی توں تھی

شاید کسی کو بھی احساس نہیں ہو سکا تھا کہ وہ وہاں سے نکل گئے تھے..... یا

نیلے لباس والا دعوت چھوڑ کر چلا گیا تھا..... انھوں نے ادھر ادھر نظریں

دوڑائیں..... نیلے لباس والا انھیں کہیں نظر نہ آیا..... تو اب شاہی ادھر ادھر

آتے جاتے نظر آئے..... وہ مہمانوں کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔

"نیلے لباس والا یہاں نہیں ہے"۔ محمود نے کہا۔

"وہ کوٹھی کے اندر ہو گا..... آؤ چلیں"۔ فرزانہ نے بے تابانہ انداز

میں کہا۔

"تم نے ہمیں بتایا نہیں..... آخر یہ پین کا چکر کیا ہے..... جو بیٹھے

بٹھائے چل گیا ہے..... اچھی بھلی دعوت جاری تھی"۔ فاروق نے جلے بھنے

انداز میں کہا۔

"وقت کم ہے..... آؤ"۔ فرزانہ نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتی اندر کی

طرف بڑھی۔

گھر کے سب افراد چونکہ باغ میں ہی تھے..... اس لیے اندرونی حصے

میں کوئی بھی نہیں تھا..... ملازمین میں سے بھی کوئی نہیں تھا..... تو اب

شاہی کے مہمانوں میں عورتیں بھی تھیں..... لیکن ان کے لیے باغ کا حصہ

بالکل الگ کر دیا گیا تھا..... اس حصے میں صرف عورتیں تھیں..... دو
میں صرف مرد..... نواب صاحب پردے کے سخت حامی تھے۔

وہ جلدی جلدی کمروں میں چکر لگانے لگے..... لیکن نیلے لباس
انہیں کہیں بھی نظر نہ آیا..... پوری کوٹھی چھان مارنے کے بعد بھی جب
انہیں نہ ملا تو وہ تھک ہار کر کوٹھی کے صحن میں بیٹھ گئے۔

"اب کیا کریں فرزانہ..... وہ تو یہاں کہیں بھی نہیں ہے"۔

"بس تو پھر..... باغ میں چلتے ہیں"۔

"اور وہ چین"۔

"وہ جہاں ہے..... وہیں ٹھیک ہے..... آؤ..... ہمیں پتہ بھی
ہے"۔

وہ باغ میں جانے کے لیے اٹھے ہی تھے کہ ایک سرد آواز نے ان
قدم روک لیے۔

"ٹھہرو ذرا تم نہیں جاؤ گے"۔

آواز اسی نیلے لباس والے کی تھی..... پھر وہ نہ جانے کون سے کو
سے نکل کر ان کے سامنے آگیا۔

"حیرت ہے..... آپ کہاں چھپے تھے..... ہمیں کیوں نظر نہیں آئے
محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"چین کہاں ہے؟" اس نے پیچھے محمود کا جملہ سنا ہی نہیں۔

"ارے..... تو کیا اب تک آپ کو چین نہیں ملا"۔



"بالکل نہیں ملا..... لیکن تم بتاؤ گے..... چین کہاں ہے"۔

"نہیں..... ہم نہیں بتائیں گے"۔ فرزانہ سرد آواز میں بولی۔

"نہیں بتاؤ گے..... میں گولی چلاتا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کی انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالتی محسوس ہوئی.....
اور اچانک اس نے ٹریگر دبا دیا۔

******

# جھوٹے

انسپکٹر جمشید ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور بولے۔

"کوئی بات نہیں..... آنے دیں..... اکرام ان میں سے ایک کو رہنے دو..... دوسرے کو حوالات میں لے جاؤ"۔

"جی بہت بہتر"۔

"لیکن اس حوالات میں..... جس کے قیدی دوسروں کو آسانی نظر نہیں آسکتے"۔

"جی بہت بہتر"۔

اور پھر اکرام ایک کو لے کر چلا گیا..... دوسرا وہیں بیٹھا رہ گیا۔

"اس..... اس طرح تو ہم جھوٹے ثابت ہو جائیں گے جمشید" جی بولے۔

"فکر نہ کریں"۔ وہ مسکرائے۔

ابھی اکرام واپس نہیں پلٹا تھا کہ وزیر خارجہ کے محلے کے تین ا[illegible] اندر داخل ہوئے اور وہاں ڈوگی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔



"یہ..... یہ کیا..... یہاں تو ڈوگی موجود ہے"۔

"ہاں تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"آپ نے یہ غلط بیانی کیوں کی کہ آپ ڈوگی کو رہا کر چکے ہیں"۔

"ہم نے کوئی غلط بیانی نہیں کی"۔

"کی ہے اور کہہ رہے ہیں..... نہیں کی"۔

"غلط نہیں کہہ رہے"۔

"تو پھر یہ کیا ہے"۔

"یہ..... یہ بھی ڈوگی ہے"۔

"مسٹر ڈوگی..... آپ ہمارے ساتھ چلیں گے..... آیئے"۔

"آپ..... آپ کون ہیں"۔

"وزیر خارجہ کے محلے سے تعلق ہے ہمارا..... وہ آپ کو رہا کرانا چاہتے ہیں"۔

"اوہ اچھا..... شکریہ..... چلئے پھر"۔

اور پھر وہ اسے اٹھا لے گئے..... وہ بیٹھے دیکھتے رہے۔

"یہ..... یہ کیا ہوا جمشید..... اب وزیر خارجہ ہمارے جھوٹے ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے نظر آئیں گے"۔

"کوئی پروا نہ کریں آپ"۔

"عجیب بات ہے..... تم کہتے ہو تو نہیں کرتا فکر..... لیکن اب کیا کرنا ہے ..... کہیں جاؤں"۔

"نہیں..... ابھی آپ یہیں ٹھہریں"۔

"جب ڈوگی کو لے کر وہ لوگ وزیر خارجہ کے پاس پہنچیں گے.....
وہ پھر فون کریں گے اور کہیں گے..... دیکھا..... آپ لوگ جھوٹ بول رہے
تھے نا"۔

"نہیں..... ابھی وہ یہ جملہ نہیں کہیں گے"۔ "کیا کہنا چاہتے ہو جمشید"
ان کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"جی ہاں! ابھی وہ یہ جملہ نہیں کہیں گے" وہ مسکرائے۔

"پتا نہیں جمشید..... تمہارے ذہن میں کیا ہے..... ویسے میری الجھن
بڑھتی جا رہی ہے"۔

"جلد ہی آپ کی الجھن رفع ہو جائے گی"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی..... انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا لیا
....."انسپکٹر جمشید پلیز"۔

"ریسیور آئی جی صاحب کو دیں"۔ دوسری طرف سے وزیر خارجہ کی
سرد آواز سنائی دی۔

"جی بہتر!" انہوں نے کہا اور ریسیور ان کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں شیخ صاحب..... انسپکٹر جمشید کا اس حد تک
ساتھ دینا آپ کے لیے از حد نقصان دہ ہو گا"۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں..... میں سمجھا نہیں جناب"۔ انہوں نے
ناخوشگوار انداز میں کہا۔



"آپ نے اب تک ڈوگی کو رہا نہیں کیا"۔

"ہم اسے رہا کر چکے ہیں سر"۔

"بالکل غلط..... میرے آدمیوں کا کہنا ہے..... آپ نے اسے رہا کرنے
کے بجائے اندرونی حوالات میں چھپا دیا ہے..... میں اس وقت خود دفتر کے
بالکل نزدیک پہنچ چکا ہوں..... کوئی دم میں آپ کے سامنے موجود ہوں گا
..... اس کے بعد ہم حوالات کا اندرونی حصہ دیکھیں گے"۔

"اوہ"۔ آئی جی صاحب کے منہ سے نکلا..... ادھر سے فون بند کیا جا چکا
تھا۔

"کیا ہوا سر"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ان کا کہنا ہے..... ہم نے ڈوگی کو رہا نہیں کیا..... اس کا ثبوت یہ ہے
کہ انہوں نے ڈوگی کو ہم نے حوالات کے اندرونی حصے میں رکھا ہوا ہے اور اب وہ
یہاں آ رہے ہیں"۔

"تب پھر اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے"۔

"وہ خود آ رہے ہیں"۔

"میں جانتا ہوں..... وہ ہمیں جھوٹا ثابت کرنے کے لیے آ رہے ہیں
..... اور حکم نہ ماننے کے جرم میں ہمیں معطل کرنا چاہتے ہیں وہ"۔ انسپکٹر
جمشید مسکرائے۔

"اور تم مسکرا رہے ہو جمشید"۔

"اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں سر..... اب مسکرانا تو پڑے گا"۔ وہ مسکرائے۔

"وہ ہم پر الزام عائد کریں گے کہ ہم نے ان کے حکم کی خلاف ورزی کی"۔

"دیکھا جائے گا سر..... انہیں آ لینے دیں"۔

"کمال ہے..... تم تو ذرا بھی پریشان نہیں ہو"۔

"سر..... ہم اپنے ملک میں، اپنے شہر میں اور اپنے دفتر میں موجود ہیں..... آخر ہم کیوں پریشان ہیں..... ہم جھوٹے نہیں..... نہ ہم نے حکم عدولی کی ہے"۔

"لیکن وزیر خارجہ کا کہنا یہی ہے"۔

"آپ فکر نہ کریں..... جب وہ آئیں گے تو ان سے کافی حیرت... باتیں ہوں گی"۔

عین اس وقت دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا اور وزیر خارجہ اندر داخل ہوئے..... ان کا چہرہ مارے غصے کے سرخ تھا..... وہ فوراً ا... لفٹ ہو گئے۔

"میں کوئی بات نہیں سنوں گا..... پہلے حوالات کا پچھلا حصہ... کروں گا"۔

"چلیے جناب..... شوق سے چلیے"۔ انسپکٹر جمشید بولے..... آ... صاحب کے چہرے پر تو ایک رنگ آ رہا تھا..... دوسرا جا رہا تھا..... وہ ان



سامنے حوالات کے پچھلے حصے میں آئے..... یہاں ڈوگی موجود تھا..... اس کو دیکھتے ہی وزیر خارجہ چلا اٹھے۔

"یہ..... یہ کون ہے..... آپ نے تو کہا تھا آپ نے اسے چھوڑ دیا ہے"۔

"جی ہاں..... ہم نے غلط نہیں کہا تھا"۔ انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"آپ نے غلط نہیں کہا تھا..... تو یہ یہاں کیسے نظر آ رہا ہے"۔

"ڈوگی کو لینے کے لیے آپ نے جن لوگوں کو بھیجا تھا..... انہیں بلائیے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب..... انہیں کیوں بلاؤں"۔

"وہ آپ کے سامنے اس بات کا اقرار کریں گے کہ میں نے ڈوگی کو ان کے حوالے کیا ہے"۔

"ہرگز نہیں..... ان کا یہی تو بیان ہے کہ آپ نے ڈوگی کو ان کے حوالے نہیں کیا تھا"۔

"اسی لیے میں نے کہا ہے تاکہ انہیں بلائیں"۔

"اچھی بات ہے..... انہیں بلانا کیا مشکل ہے..... یہ کہہ کر انہوں نے موبائل پر نمبر ڈائل کیے اور ہدایات دے کر سیٹ بند کر دیا۔

"وہ آ رہے ہیں"۔

"سر.... انھیں لانے کے لیے باہر آدمی بھیج دیں.... وہ انھیں لے آئیں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ وزیر خارجہ بولے۔

"میں سمجھا نہیں.... آپ کا اشارہ کس طرف ہے"۔ آئی جی بولے۔

"انسپکٹر جمشید.... آپ سے کہہ رہے ہیں کہ.... آپ آدمی باہر بھیج دیں.... آپ ان سے یہ بات کہتے تو ایک بات بھی تھی.... لیکن معاملہ الٹ ہو گیا.... ماتحت اپنے آفیسر کو حکم دے رہا ہے"۔

"یہ حکم نہیں تھا سر.... ایک تجویز تھی.... خود میں نے یہ ہدایت اس لیے نہیں دی کہ آپ کوئی اعتراض نہ کریں"۔

"بالکل یہی بات ہے سر.... اس لیے کہ انسپکٹر جمشید اپنے آفیسروں کا بہت احترام کرتے ہیں.... بلکہ اس بات میں تو یہ بہت مشہور ہیں"۔

"میں نہیں سمجھتا کہ یہ بات ہے.... میرا تو انھوں نے اب تک کوئی احترام نہیں کیا.... میں نے بار بار ایک شخص کو رہا کرنے کا حکم دیا.... انھوں نے رہا نہیں کیا ہے"۔

"لیس سر.... بالکل رہا کیا"۔ انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"حد ہو گئی.... جس کی رہائی کا مسئلہ ہے.... وہ سامنے موجود ہے.... ابھی تک حوالات میں ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ رہا کر دیا"۔

"انسپکٹر جمشید غلط بیانی نہیں کرتے سر.... یہ بھی ان کی خاص عادت ہے اور اپنی اس عادت میں بھی یہ بہت مشہور ہیں"۔ آئی جی بولے۔



"میں جانتا ہوں.... آپ انھیں ضرورت سے زیادہ پسند کرتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کی ہر غلط بات کو بھی آپ درست کہیں"۔

"میں نے ان کی کسی غلط بات کو درست نہیں کہا سر"۔

"تو کیا انھوں نے ڈوگی کو رہا کر دیا ہے"۔

"جی ہاں بالکل"۔

"حد ہو گئی.... ڈوگی سامنے نظر آ رہا ہے.... اور کہہ رہے ہیں.... ڈوگی کو رہا کر دیا گیا ہے"۔

"یہی بات ہے سر"۔

"آخر کیسے"۔

"ہم نے ایک ڈوگی کو نہیں.... تین ڈوگیوں کو گرفتار کیا تھا"۔

"کیا کہا.... تین ڈوگی"۔ وہ چلائے۔

"ہاں سر.... تین ڈوگیوں کو گرفتار کیا تھا.... جب آپ نے پیغام دیا کہ ایک شخص کو گرفتار کیا گیا ہے.... اسے رہا کر دیا جائے.... تو ہم نے پہلے ڈوگی کو رہا کر دیا.... آپ کی طرف سے کہا گیا کہ رہا نہیں کیا گیا.... لہٰذا آپ نے اپنے آدمی بھیج دیے.... آپ کو مطمئن کرنے کے لیے ہم نے دوسرے ڈوگی کو رہا کر دیا.... آپ کو اس پر بھی یہی کہا گیا.... اور اب آپ خود تشریف لائے ہیں.... تو لیجیے.... ہم اسے بھی چھوڑ دیتے ہیں.... ہمارا کیا جاتا ہے.... فقط نقصان کے ذمے دار آپ خود ہوں گے"۔

"یہ تفصیل سنا دی تھی تو پھر میرے آدمیوں کو کیوں بلایا"۔
"اس لیے کہ..... آپ ہماری بات درست نہیں مان رہے تھے"
"تو میں نے اب کون سا مان لی..... یہ ایک کہانی ہے..... آپ نے
کر سنادی ہے"۔
"تب پھر اپنے ماتحتوں کو آنے دیں، دودھ کا دودھ اور پانی کا
ہو جائے گا"۔
"اچھی بات ہے..... یونہی سہی"۔ انھوں نے پیراساختہ بلایا۔
آخر ان کے ماتحت وہاں پہنچ گئے..... یہ وہی تھے..... جو ڈوگی کو
لے گئے تھے۔
"تم لوگ یہاں سے..... میرا مطلب ہے..... انسپکٹر جمشید کے
اس شکل صورت کے آدمی کو لے گئے تھے؟"
"جی..... جی نہیں..... انھوں نے ہمیں خالی ہاتھ لوٹا دیا تھا"۔
"کیا..... نہیں"۔ آئی جی صاحب چلائے۔
انسپکٹر جمشید مسکرا دیے..... آئی جی صاحب کے چہرے پر ایک
آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔
"اب آپ کیا کہتے ہیں شیخ صاحب"۔ وزیر خارجہ بولے۔
"یہ..... یہ جھوٹے ہیں"۔
"آخر انھیں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے"۔



"ہمیں نہیں معلوم..... انھیں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے.....
یہی ہیں جھوٹے..... میں نے آئی جی صاحب کے سامنے ڈوگی کو ان کے
نے سنا دیا تھا"۔ انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔
"مجھے ان پر پوری طرح اعتبار ہے..... مجھے جناب"۔
"اس کا مطلب ہے..... ہم جھوٹے ہیں"۔ آئی جی نے ناخوش گوار
انداز میں کہا۔
"ہاں بالکل"۔
اچانک انسپکٹر جمشید اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

******

# لارڈ

تینوں نے ایک ساتھ لوٹ لگائی، لیکن فرزانہ کی چیخ نے انہیں ڈرا دیا۔

"کک...... کیا ہوا فرزانہ"۔

"کک...... کچھ نہیں...... بس یہ میرے کان کی لو میں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے"۔ وہ ہکلائی۔

انہوں نے فوراً اس کے کان کی لو کو دیکھا اور دھک سے رہ گئے۔ کیونکہ لو سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔

"ارے باپ رے...... لوٹ بالکل فٹ نہیں لگی...... گولی تمہارے کان کی لو کو چھوتی ہوئی گزر گئی"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاہاہا...... غلط...... بالکل غلط"۔ نیلے لباس والے نے چلا کر کہا۔

"کیا غلط...... پہلے وضاحت"۔ فاروق نے منہ بنایا۔



"فرزانہ نے لوٹ بالکل درست لگائی تھی...... اور تم تینوں نے بھی...... میری جگہ کوئی اور ہوتا تو تم یقیناً بچ گئے تھے...... لیکن تم نہیں جانتے"۔

ذرا، وہ خاموش ہو گیا۔

"ہم کیا نہیں جانتے"۔

"یہ کہ...... اس بار تمہارا مقابلہ کس سے ہے"۔

"کس سے ہے؟" محمود نے جل کر کہا۔

"دنیا کے بہترین نشانے باز سے"۔

"ارے میاں جاؤ...... آئے بڑے دنیا کے بہترین نشانے باز"۔

"میں تمہیں اس کا تجربہ کر کے دکھا سکتا ہوں"۔ وہ ہنسا۔

"تم دکھا سکتے ہو"۔

"ہاں"۔ وہ بولا۔

"ہم بچے نہیں"۔

"ابھی بچے ہو تو سمجھو گے نا...... تم تو بس بلاوجہ مشہور ہو گئے ہو...... زیادہ مناسب ہوگا کہ تم تو بس مفت میں مشہور ہو گئے ہو"۔

"بس...... یہ ہم نے کیا سنا ہے"۔ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں

"کوئی پروا نہ کرو...... اس قسم کی بلند بانگ باتیں کرنے والے بھلا آخر [illegible] کرتے ہیں...... یہ بھی کرے گا"۔

"ہاہاہا..... فی الحال تو تم اپنی خیر مناؤ..... اور تجربے کا نظارہ کرو"۔

بولا۔

"ت...ت... کیا کہا..... تجربے کا نظارہ..... ارے باپ رے"۔ فاروق

بوکھلا اٹھا۔

"ک...کیوں..... تمہیں کیا ہوا؟"۔

"یہ..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"میں تمہیں ابھی اور بھی کئی نام دوں گا ناولوں کے" وہ بولا۔

"بھئی واہ..... پھر تو آپ بہت اچھے دشمن ہیں..... ذرا بتایئے تو

نام"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

"ابھی نہیں..... اس طرح کیا خاک مزا آئے گا" وہ بولا۔

"تب پھر؟"۔

"پہلے تجربہ ہو گا"۔

"آخر آپ کیسا تجربہ دکھانا چاہتے ہیں"۔

"میں فائر کروں گا..... تم فائر سے بچ کر دکھاؤ گے..... صرف ایک

چلاؤں گا..... فرزانہ پہلے ہی ایک طرف ہو جائے..... کیونکہ اسے میں گو

چکا ہوں"۔

"کیا کہا..... آپ اسے گولی مار چکے ہیں"۔

"ہاں! بات یہ نہیں ہے کہ کوئی اتفاق سے اس کے کان کی لو کو

تھی"۔



"تب پھر؟" تینوں ایک ساتھ بولے..... فرزانہ نے اب اپنے کان کی

لو ہتھیلی میں دبا لیا تھا۔

"میں نے نشانہ ہی کان کی لو کا لیا تھا..... لو کے بھی بالکل نچلے حصے کا لیا تھا"۔

"ن...نہیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ وہ چلائے۔

"آہستہ آواز میں بات کرو..... یہاں تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا

..... سب دعوت میں مصروف ہیں"۔

"اچھی بات ہے..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"میں ایک فائر کروں گا..... اس بار فاروق کے کان کی لو سے گولی چھو

کر گزرے گی"۔

"ن...نہیں"۔ فاروق گھبرا گیا۔

"تجربہ تو کرنا ہو گا..... ورنہ پھر تم مجھے ایسے ہی دنیا کا بہترین نشانے باز

مانو"۔

"یہ..... یہ بھی نہیں ہو سکتا"۔ فاروق نے کہا۔

"تو پھر کان کی لو سے خون بہنا منظور کر لو"۔

"اچھی بات ہے..... کریں فائر" وہ بولا۔

دونوں تیار ہو گئے..... ایسے میں فاروق نے کہا۔

"محمود! تم الگ ہٹ جاؤ..... تمہیں ساتھ میں لوٹ لگانے کی کیا

ضرورت ہے..... جب کہ یہ نشانہ صرف میرے کان کی لو کا لیں گے"۔

"یہ ٹھیک ہے"۔ اس نے کہا۔

محمود برے برے منہ بناتا ایک طرف ہو گیا..... اور وہ دوسرا فائر کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

"ایک دو تین"۔ تین کہہ کر اس نے فائر کیا۔

ادھر فاروق تیار تھا..... وہ لوٹ لگا گیا..... لیکن اس کی چیخ گونج گئی..... محمود اور فرزانہ نے دیکھا تو اس کے کان کی لو سے بھی خون بہہ رہا تھا۔

"تین نہیں"۔ ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"تجربہ مکمل ہو گیا..... اب تم تینوں کا میرے نشانہ کے بارے میں کیا خیال ہے"۔

"آپ بہترین نشانہ باز ضرور ہیں..... لیکن ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ دنیا کے بہترین نشانے باز ہیں"۔ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب..... کیوں نہیں کہہ سکتے؟"۔

"اس لیے کہ جب تک آپ ہمارے والد صاحب سے نشانہ بازی کا مقابلہ نہیں کر لیتے..... انہیں اس میدان میں شکست نہیں دے دیتے..... اس وقت تک ہم یہ بات نہیں مان سکتے"۔

"یہ بات تو پھر دور چلی گئی..... خیر جب ان سے سامنا ہو گا اس وقت سہی..... فی الحال تو تم صرف اتنا بتا دو کہ چین کہاں ہے"۔

"پہلے یہ بتائیں..... اس چین کا چکر کیا ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"تم نے نواب شاہی سے چین کیوں لیا؟" اس نے جل کر کہا۔

"مجھے یہ بات بہت عجیب لگی تھی"۔ کہہ فرزانہ بولی۔



"یہ بات عجیب لگی تھی تمہیں"۔ محمود اور فاروق ایک ساتھ بولے۔

"اصل میں ان صاحب نے..... کیا نام ہے آپ کا"۔

"کالا چور کہہ لو مجھے" اس نے ہنس کر کہا۔

"نہیں کالا چور کہنا تو اچھا نہیں لگتا..... نام نام ہوتا ہے..... اس لیے ہم آپ کو نام سے پکارنا پسند کریں گے"۔

"اوکے..... خادم کو لارڈ کہتے ہیں"۔

"لارڈ..... کیا مطلب"۔ وہ بولے۔

"اردو آقا کو کہتے ہیں"۔

"آپ کس کے آقا ہیں"۔

"بھئی یہ میرا نام ہے"۔

"ہیں تو آپ غیر ملکی..... لیکن اردو مقامی لوگوں جیسی بولتے ہیں..... [illegible]"۔

"میں اور بھی کتنی زبانیں مقامی لوگوں کی طرح بول سکتا ہوں..... اس لیے کہ اردو میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے"۔ وہ مسکرایا۔

"بھئی واہ..... اردو بھی با محاورہ"۔ فاروق نے تعریف کی۔

"تم میرا مذاق اڑانے پر تل گئے ہو"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں..... ہم تو تعریف کر رہے ہیں"۔

"یہ اچھی بات نہیں ہے"۔ اس نے منہ بنایا۔

"کون سی بات اچھی نہیں ہے"۔

"تعریف کرنا..... تم مجھے میری تعریف کرکے کوئی چکر نہیں دے
گے..... میں تمہارے تمام چکروں سے واقف ہوں"۔

"اوہ اچھا خیر..... دیکھا جائے گا"۔

"بہت وقت لے لیا تم نے..... اب سیدھی طرح بتادو..... چین کہاں
ہے"۔

"اس کا مطلب ہے..... تم تلاش کرنے میں ناکام رہے ہو"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"تب پھر اس معاملے میں تو اپنی شکست مان لو"۔

"ضرور..... کیوں نہیں..... شکست مانی"۔

"یہ پستول ہمیں دے دیں..... صرف اس صورت میں ہم بتائیں
کہ چین کہاں ہے"۔ فرزانہ نے نئی بات کی۔

"کیا واقعی"۔ وہ چونکا۔

"ہاں واقعی"۔ فرزانہ نے کہا۔

"دیکھ لو..... وعدے سے پھر نہ جانا"۔

"نہیں پھریں گے..... لیکن پستول خالی کرکے نہ دیجئے گا"۔

"یہ لو..... کھول کر دیکھ لو..... یہ بھرا ہوا ہے یا نہیں"۔

"دیکھنے کی کیا ضرورت ہے"۔ فرزانہ نے پستول کھینچ کرتے ہوئے
اور اس پر ایک فائر جھونک مارا..... لیکن یہ دیکھ کر ان کی سٹی گم ہوگئی کہ
وہ صاف بچ گیا تھا..... گولی اس کے سر سے گزر گئی تھی۔



"میں نہ صرف دنیا کا بہترین نشانے باز ہوں..... بلکہ دنیا کا بہترین فائٹر
ہوں اور میں نے ان گنت بین الاقوامی مقابلے جیتے ہیں..... آج تک
مقابلہ ہارا نہیں ہوں"۔

"اوہو اچھا..... کیا نام ہے آپ کا"۔

"نام بتا چکا ہوں لارڈ"۔

"یہ نام تو فرضی لگتا ہے"۔

"اصلی اور نقلی کے چکر میں نہ پڑو..... مجھے فی الحال لارڈ کہہ لو..... اور
کے بارے میں بتاؤ"۔

"لیکن اب پستول ہمارے ہاتھ میں ہے"۔

"تب پھر..... اس سے کیا ہوتا ہے؟"۔

"ہم نہیں بتاتے..... چین کے بارے میں..... پھر..... آپ کیا کرلیں
گے!!"

"اب میں تم تینوں کی چٹنی بناؤں گا..... اور پھر اس چٹنی سے میں روٹی
کھاؤں گا..... اس لیے کہ تم یوں نہیں مانو گے..... گویا یہ گھی سیدھی انگلیوں
سے نہیں نکلے گا..... تم ہاتھوں کے نہیں..... لاتوں کے بھوت ہو..... ٹیڑھی
کھیر ہو..... لہٰذا میں تمہیں کردوں گا سیدھا"۔

یہ کہہ کر اس نے ان پر چھلانگ لگائی..... فرزانہ نے اس کا نشانہ لے کر
فائر..... وہ دھم سے گرا..... ساتھ ہی پھر اچھلا..... فرزانہ نے دوسرا فائر

کیا..... وہ پھر اچھلا اور دھم سے گرا..... فرزانہ نے تیسرا فائر کیا..... وہ
طرف کو لڑھک گیا۔

"یہ لو محمود..... تم فائر کرو..... میں ناکام ہو گئی"۔ اس نے پستول
کی طرف اچھال دیا..... محمود نے فوراً اسے کیچ کیا..... اور اس پر فائر جھ
دیا..... لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

محمود نے بھی اوپر تلے کئی فائر کیے..... آخر اس نے پستول فارو
دے دیا۔

"یہ..... میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکیں گے"۔ فاروق نے سر
آواز میں کہا۔

"اچھا..... کیا واقعی؟" فرزانہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں
"ہاں..... انشاء اللہ"۔ فاروق ہنس اٹھا۔

"تو پھر انتظار کس بات کا"۔ کرو فائر..... محمود مسکرایا..... اس
مسکرانے کے انداز میں بھی طنز تھا۔

فاروق نے چند سیکنڈ کے لیے اس کا نشانہ لیا اور پھر فائر کر دیا
دوسرا لمحہ حیران کن تھا..... جب انھوں نے لارڈ کی چیخ سنی۔

******



# چکر

ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا..... پھر وہ سرد آواز میں بولے۔

"آپ نے..... آپ نے..... آپ نے مجھے جھوٹا کہا..... آئی جی صاحب کو
جھوٹا کہا"۔

"ہاں! آپ کے جھوٹ کا ثبوت یہ موجود ہے..... ڈوگی کی صورت
میں"۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ ڈوگی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے جلے کٹے
انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"آپ نے آتے ہی کہہ دیا تھا کہ ڈوگی تو یہ رہا..... آخر آپ اسے کیسے
پہچانتے ہیں"۔

وزیر خارجہ ایک لمحے کے لیے بت بن کے رہ گئے..... شاید اس سوال
کے بارے میں انھوں نے سوچا بھی نہیں تھا..... پھر جلد ہی وہ سنبھل گئے۔

"ڈوگی کا تعلق میرے ایک دوست سے ہے..... اس نے مجھ
درخواست کی اور میں نے آئی جی صاحب سے کہ دیا کہ اسے چھوڑ دیا جا
..... میرے دوست نے اس کا حلیہ بتایا تھا..... اور اس کے اپنے آدمی ا
کو لینے دفتر کے باہر کھڑے تھے..... اگر ڈوگی دفتر سے نکلا ہوتا تو اس کے
فوراً اسے اپنے ساتھ لے جاتے اور میرا دوست میرا شکریہ ادا کرتا
ایسا نہیں ہوا..... وہ اب تک یہی کہتا رہا ہے کہ ڈوگی کو ابھی تک رہا نہیں ک
..... رہا نہیں کیا گیا"۔

"لیکن ہم ڈوگی کو ان لوگوں کے حوالے کر چکے ہیں..... اور میں ا
بات کا ثبوت پیش کر سکتا ہوں"۔

"تو پھر کریں ثبوت پیش"۔

"یہ دیکھئے..... یہ میرے ہاتھ کی گھڑی ہے..... اس میں ا
آوازیں ریکارڈ ہیں..... ڈوگی کو لے جاتے ہوئے جو باتیں انہوں نے
کہیں..... وہ سن لیں"۔

"اچھی بات ہے سنا دیں" - وزیر خارجہ مسکرائے۔

انسپکٹر جمشید نے بٹن آن کر دیا..... آوازیں آنے لگیں..... بات
ختم ہونے پر یہ بات واضح ہو گئی کہ ڈوگی کو ان لوگوں کے حوالے کیا گیا

"اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"یہ آوازیں کیسی ہیں..... کس کی ہیں..... آپ کے پاس اس با
ثبوت ہے کہ یہ آوازیں انہی لوگوں کی ہیں"۔



"آپ کا اگر ابھی تک اطمینان نہیں ہوا تو پھر یہ سکرین بھی دیکھ لیں
— اس میں آپ کو ان کی فلم بھی نظر آئے گی"۔

"نن نہیں..... نہیں" - وزیر خارجہ چلائے۔

"دیکھ لیں..... دیکھ لینے میں کیا حرج ہے"۔

"تب پھر یہ اس وقت کی فلم ہے" یعنی آپ نے ان لوگوں کی فلم ابھی
بنائی ہے"۔

"ابھی ابھی بنائی جانے والی فلم میں آپ بھی آئیں گے..... آپ کے
بغیر فلم نہیں بن سکے گی..... کیونکہ یہ بالکل آپ کے نزدیک کھڑے ہیں"۔

وزیر خارجہ لاجواب ہو گئے..... لگے ادھر ادھر دیکھنے..... پھر انسپکٹر
جمشید نے کہا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں..... کیا یہ بات ثابت نہیں ہو گئی..... کہ ہم ان
کے حوالے ایک ڈوگی کو نہیں..... دو ڈوگیوں کو کر چکے ہیں..... لیکن..... یہ
پہلے ڈوگی بھی ماننے کو تیار نہیں تھے..... اب آپ فرمائیں..... آپ نے بھی
مان لیا یا نہیں"۔

"اس میں شک نہیں کہ آپ ڈوگی ان کے حوالے کر چکے ہیں" - یہ ک
وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے..... شاید اس لیے کہ اب کہنے کے لیے ان کے
پاس کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

"میری آپ سے ایک درخواست ہے؟"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"ان دونوں ڈوگیوں کو میرے حوالے کردیں...... وہ ملک دشمن ہیں...... اور نہ جانے کیا منصوبہ لے کر ہمارے ملک میں آئے ہیں...... ان کی وجہ سے اگر ملک کو کوئی نقصان ہوا تو پھر آپ ذمے دار ہوں گے...... ہم نہیں"

"لیکن ایک ڈوگی؟ آپ کے پاس ہے" وہ بولے۔

"ہم تینوں کو ایک جگہ انتظار اس کیس پر کام کرنا چاہتے تھے...... وہ ڈوگی ہم سے آپ نے لے لیے...... مہربانی فرما کر وہ واپس کردیں"۔

"یہ نہیں ہو سکتا"...... وہ بولے۔

"اچھا...... کم از کم اتنا بتادیں...... آپ کے اس دوست کا نام کیا ہے؟"۔

"افسوس! ابھی یہ بھی نہیں بتا سکتا"۔

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے مڑے اور دفتر سے نکل گئے۔ انسپکٹر جمشید کا ذہن فوراً حرکت میں آیا۔

"جلدی ہی وہ اپنے ماتحتوں کو خفیہ الفاظ میں ہدایات دے رہے تھے اور اپنے متعلقہ ایک دو محکموں کو بھی انھوں نے ہدایات دیں...... پھر فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے۔

"یہ جمشید...... تم نے کن الفاظ میں پیغامات دیے ہیں"۔ آئی جی صاحب حیران ہو کر بولے۔

"یہ میرے اور میرے ماتحتوں کے درمیان طے شدہ الفاظ ہیں" وہ مسکرائے۔



"کیا اب میں چلوں...... کیونکہ یہاں ٹھہر کر اب میں کیا کروں گا"۔

"ہاں! آپ چلیے...... ویسے وہ کسی نہ کسی طرح تیسرے ڈوگی کو بھی چھڑانے کی کوشش کریں گے"۔

"اگر ڈوگی ان کے لیے اتنے اہم ہیں...... تو انھوں نے انھیں ان کاموں پر بھیجا ہی کیوں تھا...... اس قسم کے کام تو یہ لوگ ایسے کارندوں سے لیتے ہیں...... جن کی گرفتاری کی انھیں ذرا بھی پروا نہیں ہوتی"۔ وہ بولے۔

"میں بھی اسی پہلو پر سوچ رہا ہوں...... لیکن نتیجے پر نہیں پہنچ سکا...... کوئی اہم بات معلوم ہوئی...... میں آپ کو بتادوں گا"۔

"اچھی بات ہے...... بہت الجھن محسوس کر رہا ہوں میں...... پتا نہیں کیا چکر ہے"۔

"بہرحال تہ تک پہنچنے کی میں پوری کوشش کروں گا"۔

آئی جی صاحب ابھی گئے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی...... انھوں نے فوراً ریسیور اٹھایا۔

"سر...... وزیر خارجہ نے اپنی گاڑی میں بیٹھنے کے فوراً بعد موبائل پر کسی سے بات کی تھی...... اور کہا تھا کہ انسپکٹر جمشید نے دو ڈوگیوں کی ضمانت دے دیا ہے۔ اگر میں تیسرے ڈوگی کی رہائی کے لیے کچھ نہیں کر سکا...... اس پر دوسری طرف سے کہا گیا...... اچھی بات ہے...... اب ڈوگی کی رہائی کے لیے...... ہمیں خود میدان میں آنا پڑے گا"۔

"بہت خوب! انہوں نے کس نمبر پر فون کیا تھا..... کیا اس نمبر کا پتا نہیں معلوم ہو سکا"۔

"جی ہاں! اس کا نام جیکی لین ہے ..... موبائل فون 00319445 ہے..... اور پتا ہے 90 وارث روڈ"۔

"بہت خوب..... شاباش..... بہت تیزی سے کام کر رہے ہو..... جیکی لین کی نگرانی فوراً شروع کر دو..... اور اب یہ بتاؤ..... دونوں لڑکوں کو کہاں لے جایا گیا ہے"۔

"انسارچہ کا ایک ادارہ ہے سر..... فی الحال..... ان دونوں کو وہاں لے جایا گیا ہے"۔

"چلو ٹھیک ہے..... اس ادارے کا پتا بھی بتا دو..... یہ کہاں ہے"

"ہم یہ معلوم نہیں کر سکے..... کوشش جاری ہے..... پتا 309 راجہ روڈ"۔

"بہت خوب! اس ادارے کی بھی نگرانی شروع کرا دو"۔

"اوکے سر..... پہلے ہی شروع کی جا چکی ہے"۔

انہوں نے فون بند کر دیا..... اور اٹھتے ہوئے گھنٹی بجائی۔ چپڑاسی اندر داخل ہوا تو وہ بول اٹھے۔

"اکرام کو بلا لائیں"۔

ایک منٹ بعد اکرام اندر داخل ہوا۔



"اکرام! آج میں اکیلا ہوں..... محمود، فاروق اور فرزانہ نواب شاہی گئے ہوئے ہیں..... خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی وہیں ہیں..... تو کیا تم ساتھ دینا پسند کرو گے"۔ یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"آؤ پھر تو چلیں"۔

"کہاں جانا ہے سر..... پوچھ صرف اس لیے رہا ہوں کہ کچھ عملہ ساتھ لے لیا جائے یا ایسے ہی"۔

"ایسے ہی چلیں گے..... عملے کے ساتھ مزا نہیں آتا" وہ مسکرائے۔

"پھر میں تیار ہوں"۔

وہ اسی وقت دفتر سے روانہ ہوئے اور وارث روڈ جا پہنچے..... 90 نمبر کے دروازے پر ایک باوردی ملازم نظر آیا..... ان کی گاڑی رکتے ہی وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"ہمیں مسٹر جیکی لین سے ملنا ہے"۔

"وہ اس وقت موجود نہیں ہیں..... کسی ضروری میٹنگ میں گئے ہیں اور رات دس بجے سے پہلے نہیں لوٹیں گے"۔

"اوہو! اتنی لمبی میٹنگ"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"وہ بعض اوقات ساری ساری رات نہیں آتے"۔

"مسٹر جیکی لین کیا کام کرتے ہیں"۔

"ان کی یہاں بہت بڑی فرم ہے..... اون بنانے کی..... اس کے
میں بہت مصروف رہتے ہیں"۔

"اوہ اچھا..... خیر..... ہم پھر کسی وقت مل لیں گے"۔

"ٹھیک ہے جناب..... صاحب آئیں تو انہیں کیا بتاؤں"۔

"بس کچھ نہیں"۔

یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے مڑے..... اچانک انہیں ایک
احساس ہوا..... وہ چونک کر مڑے، عمارت کے سامنے والے
جائزہ لیا..... پھر بولے۔

"مسٹر جیکی لین کے ساتھ اور کون کون رہتا ہے یہاں"۔

"ان کے بیوی بچے"۔ اس نے کہا۔

"ان کے بچے کتنے ہیں؟"۔

"تین بیٹے..... آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں..... اگر آ
بارے میں کچھ جانتے نہیں تو ملنے کیوں آئے تھے آپ"۔

"ہمیں ایک سلسلے میں مسٹر جیکی لین سے ہی کام تھا..... کیا گھر
کوئی اور ملازم بھی ہے"۔

"جی ہاں! اوونا..... گھر کی صفائی اور کھانا پکانے کا کام کرتی ہے"۔

"اور آپ کا نام؟"۔

"میں شمین ہوں"۔ وہ بولا۔



"شکریہ..... اب مہربانی فرما کر تینوں بیٹوں اور مسز جیکی لین کے نام بھی
بتا دیں..... ہمارا تعلق دراصل محکمہ سراغ رسانی سے ہے"۔

"کیا!!! وہ چلا اٹھا۔

"ہم ایک پراسرار معاملے کی چھان بین کر رہے ہیں"۔

"اوہ اچھا..... ان کے تینوں بیٹوں کے نام روڈی، مارش اور نام ہیں
..... بیگم صاحبہ کا نام میری"۔

"ان کی عمریں"۔

"جی..... سولہ، اٹھارہ اور بیس سال"۔

"شکریہ..... اب اندر جا کر مسز جیکی کو بلا لائیں"۔

"جی..... کیا مطلب..... میں نے آپ کو بتایا نہیں، وہ ایک میٹنگ میں
گئے ہوئے ہیں"۔

"لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ گھر میں ہیں"۔

"جی نہیں..... آپ کا دعویٰ بالکل غلط ہے..... وہ گھر میں نہیں ہیں.....
میٹنگ میں گئے ہوئے ہیں"۔

"ان کی اون بنانے والی فیکٹری کہاں ہے..... اس کا نام کیا ہے"۔

"جوبلی ٹاؤن..... 911 بلاک جوبلی اون لمیٹڈ"۔

"اور پھر بھی آپ کہہ رہے ہیں..... مسز جیکی لین گھر پر نہیں ہیں"۔
انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"جی..... کیا مطلب..... یہ کیا بات ہوئی"۔ شمین نے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب سر"۔ اکرام نے بھی حیران ہو کر کہا۔

"بھئی سیدھی سی بات ہے..... بلکہ سامنے کی بات ہے..... سمجھا کر [illegible]
اکرام"۔ وہ پراسرار انداز میں بولے۔

"کک..... کیا سمجھا کروں سر..... پہلے تو آپ یہ سمجھا دیں"۔

"اوہو اکرام..... بھئی..... اس گھر کے کل پانچ افراد ہیں..... وہ ملازم [illegible]
..... لہٰذا مسٹر جیک گھر میں ہی ہو سکتے ہیں نا"۔

"م..... میں..... اب بھی نہیں سمجھا..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"
اکرام دھک سے رہ گیا۔

"کیا آپ بہت عجیب و غریب باتیں کرنے کے عادی ہیں کیا سر"۔ شیم [illegible]
بولا۔

"نہیں..... لیکن میں دو + دو = چار جیسی باتیں کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں [illegible]
اور ایک بار پھر یہ دعویٰ کرتا ہوں، مسٹر جیکی لیمن اس وقت گھر سے باہر نہیں [illegible]
گھر میں ہیں"۔

"آخر کیسے؟" شیم اور اکرام ایک ساتھ چلائے۔

******



# وقت ہو گیا

وہ حیرت زدہ رہ گئے..... لارڈ زمین پر ساکت پڑا نظر آیا۔

"مسٹر لارڈ..... کیا آپ مذاق میں پیچھے تھے"۔ یہ محمود چیخا۔

"ہاں ہاں پوچھ لو..... اگر تمہارا لارڈ تمہیں جواب دینے کی پوزیشن
میں ہے تو ضرور پوچھ لو..... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔ فاروق نے جل کر [illegible]

"ل..... لیکن..... یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" فرزانہ کھوئے
کھوئے انداز میں بولی۔

"خدا کی مہربانی سے ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں واقعی..... جواب بالکل معقول ہے..... لیکن پھر ہم اسے
[illegible] نہیں مار سکے..... کیا ہمارا نشانہ تمہارے نشانے سے کمزور ہے"۔
[illegible] بولی۔

"[illegible] دو دشمن کرائیں گے"۔ فاروق مسکرایا۔

"[illegible]..... دشمن..... لیکن کون؟" محمود نے [illegible]

"نشانوں کی...... تاکہ پتا چل جائے...... کس کا نشانہ کمزور ہے اور کس کا
طاقت ور"۔

"حد ہوگئی"۔ فرزانہ جھلاگئی۔

"تو میں نے کب کہا کہ نہیں ہوئی...... یعنی دشمن کو گولی لگ گئی ہے...
ہم کھڑے باتیں بگھار رہے ہیں...... پہلے تو اس کا جائزہ لینا چاہیے...... علاج
کروائے"۔ فاروق نے کہا۔

"مم...... میں...... میں سیدھا کروں"۔ محمود ہکلایا۔

"کیوں کیا ہوا؟ یہ تم ڈرپوک کب سے بن گئے؟" فاروق کے لہجے میں
حیرت تھی۔

"جب سے تمہارے ساتھ مہمات پر نکلنے لگا ہوں"۔

"وہ تو شروع سے ایسا ہو رہا ہے...... لیکن شروع سے تو تم بزدل نہیں
تھے"۔

"بزدل ہوگے تم...... یہ لو...... میں دیکھ رہا ہوں اسے"۔

یہ کہہ کر محمود اس کی طرف بڑھا اور اسے سیدھا کر دیا...... انہوں نے
دیکھا...... گولی اس کے جبڑے پر لگی تھی اور جبڑے کو توڑتے ہوئے دوسری
طرف نکل گئی تھی...... اس وقت تک خون کافی بہہ گیا تھا۔

"ارے باپ رے...... اگر یہ مر گیا تو کیا ہوگا"۔ فرزانہ چلائی۔

"ہوگا کیا...... اسے دفن کیا جائے گا"۔ فاروق بولا۔

"اوہو...... وہ راز راز رہ جائے گا"۔ فرزانہ نے جھنا کر کہا۔



"کک...... کون سا راز؟" محمود بوکھلا اٹھا۔

"چین کا راز"۔

"حد ہوگئی...... یہ چین کا راز کہاں سے ٹپک پڑا"۔ فاروق نے پاؤں
پٹخے۔

"ارے ہو گیا...... اب تک یہ ساری بھاگ دوڑ چین کے سلسلے میں تو
ہوئی ہے۔ آخر یہ اس چین کے لیے کیوں مرا جا رہا تھا...... جو میں نے نواب
انکل سے انکل خان رحمان کے ذریعے مانگا تھا"۔

"اوہ ہاں...... واقعی...... ارے باپ رے" محمود نے گڑبڑا کر کہا اور
پھر بہت جلدی موبائل پر دفتر کے نمبر ڈائل کیے...... سلسلہ ملتے ہی اس نے
کہا:

"محمود بات کر رہا ہوں...... انکل اکرام سے بات کرائیں"۔

"وہ انسپکٹر صاحب کے ساتھ کہیں گئے ہیں"۔

"اوہ اچھا...... تو پھر توحید احمد سے بات کرائیں"۔

"ہائیں...... تو میں کون بول رہا ہوں...... آپ آواز ہی نہیں
پہچانتے"۔ توحید احمد نے گڑبڑا کر کہا۔

"اوہ...... مم...... معاف کرنا...... لیکن بھی...... یہ آپ کی آواز رو
رہی تھی"۔

"آپ کو خوش فہمی ہوئی ہے...... میری آواز رو نہیں رہی تھی ہنس
رہی تھی"۔ توحید احمد نے جل کر کہا۔

"خدا کا شکر ہے..... خوش فہمی ہوئی ہے..... غلط فہمی نہیں ہوئی..... ویسے مجھے تو یہ دونوں جڑواں بہنیں لگتی ہیں"۔ محمود بول اٹھا۔

"کک..... کون..... دونوں"۔

"یہی..... خوش فہمی اور غلط فہمی"۔

"حد ہو گئی"۔ توحید نے جھنجلا کر کہا۔

"ہاں! اوہ اچھا خیر آج ہو چکی ہے..... اچھا تو پھر آپ فوراً ایمبولینس اور عملے کے ساتھ نواب شامی کے ہاں آجائیں..... ایک زخمی مجرم کو ہسپتال پہنچانا ہے"۔

"کک..... کیا کہا..... زخمی مجرم"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"ہاں تو اور کیا کہوں..... اسے لارڈ کہوں"۔ محمود اس کی طرف الٹ پڑا۔

"کک..... کیا کہا"۔ توحید احمد نے جھلا کر کہا۔

"اوہو..... بھئی تم سے نہیں..... ادھر فاروق سے بول پڑا تھا"۔

"حد ہو گئی..... بات فون پر مجھ سے کر رہے ہیں اور"۔

"اچھا جلدی کرو" یہ کہہ کر اس نے سیٹ بند کر دیا۔

"میرا مطلب تھا..... زخمی مجرم..... تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"اچھا بھائی ہو سکتا ہو گا..... تنگ نہ کرو..... اور یہ بتاؤ..... تم اسے کیسے گولی مارنے میں کامیاب ہو گئے"۔

"ترکیب کر دیا"۔ وہ بولا۔



"توبہ ہے تم سے..... کسی بات کا جواب تو سیدھی طرح دے دیا کرو"۔

"اچھا..... اب تم جو سوال پوچھو گے..... اس کا جواب ضرور سیدھی طرح دوں گا"۔

"شکریہ..... بہت بہت..... اب بتاؤ..... تم نے یہ کامیابی کیسے حاصل کی..... جب کہ میں اور فرزانہ پوری طرح احتیاط سے نشانہ لینے کے باوجود کامیاب نہیں ہوئے"۔

"میں نے اس کی اچھل کود کو بغور دیکھا تھا..... اور اس کے بعد اپنے طور پر ایک فیصلہ کیا تھا"۔ فاروق نے شوخ آواز منہ سے نکالی۔

"اور وہ فیصلہ کیا تھا..... زیادہ پر اسرار بننے کی ناکام کوشش نہ کرو"۔

"او بس کیا۔"

"اچھی بات ہے..... تو پھر بالکل سیدھی بات سنو..... میں نے اس کے بائیں نشانہ لے کر فائر کیا تھا"۔

"بائیں..... کیا مطلب" دونوں چلائے۔

"میرا انداز تو تھا جڑ کے کا نشانہ لینے کا..... لیکن دراصل لیا میں نے بائیں طرف..... وہ بس یہ مارا گیا"۔

"یقین نہیں آیا" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"تو میں کیا کروں نہیں آیا یقین تو" فاروق جلے کٹے انداز میں بولا۔

"خیر..... اسے گولی تو لگی..... یہ کیا کم بات ہے..... دعوٰی ان صاحب
یہ تھا کہ ہم اسے پستول کی گولی سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے"۔

اور پھر جب ایمبولینس اور پولیس کی ایک دو اور گاڑیاں وہاں آ
..... تو ہال میں دعوت اڑانے والے چونک گئے..... اس وقت تک محمود،
فاروق اور فرزانہ باہر آچکے تھے..... توحید احمد کو آتے دیکھ کر وہ ان
طرف بڑھے..... لیکن ایسے میں نواب شاہی تیز تیز قدم اٹھاتے ان کی طرف
آگئے۔

"یہ..... یہ کیا بھئی..... یہاں پولیس کیوں آئی ہے"۔

"ایک شخص کو ان کے حوالے کرنا ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مطلب بتانے میں کچھ دیر لگ جائے گی..... پہلے ہم ان سے ف
ہولیں..... کیونکہ اس شخص کی ہمیں زندہ زیادہ ضرورت ہے..... اگر
مرگیا تو کئی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی"۔

"کک..... کون مرگیا..... تم کس کی بات کر رہے ہو" نواب شاہی
بھنا کر کہا۔

"آئیے اندر..... توحید صاحب آپ بھی آئیں"۔

اب وہ اس کمرے میں آئے جہاں ان کا مقابلہ لارڈ سے ہو رہا تھا
وہ اسے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے..... اور فرش پر خون پھیلا دیکھ کر تو وہ
زدہ ہو گئے..... ایسے میں نواب شاہی کی سرسراتی آواز گونجی۔



"ارے ارے..... یہ تو..... وہ ہیں..... رائے کالیا صاحب"۔

"رائے کالیا..... کیا مطلب؟"۔

"میرے دوست..... میرے ساتھی..... یہ تو دعوت میں شریک تھے
پھر یہاں کیسے آ گئے"۔

"کیا آپ نے..... یہ آپ کے دوست ہیں؟" محمود نے حیران ہو کر

"جی ہاں..... کیا بات ہے"۔

"ان کا کیا کیا ہے..... فون نمبر کیا ہے؟"۔

"اوہ..... آپ تو باتوں میں الجھ گئے..... کیا انہیں ہسپتال نہیں لے
جانا" توحید احمد نے بے ساختہ بتایا۔

"انہیں لے جانا ہے"۔

"تو پھر..... کیا لے جائیں"۔

"ایک منٹ..... پہلے ذرا نواب صاحب سے بات ہو جائے" یہ کہہ کر
لارڈ کی طرف مڑی۔

"ان صاحب کا نام لارڈ نہیں ہے"۔

"کیا مطلب..... لارڈ..... نہیں تو"۔

"یہی بات ہے..... تب تو دیکھنا ہو گا" یہ کہہ کر محمود لارڈ پر جھک

"کیا دیکھنا ہو گا؟" نواب شاہی نے حیران ہو کر کہا۔

"کہ یہ کون ہے؟"۔

"بتا تو رہا ہوں...... یہ رائے کالیا ہیں"۔

"یہ ہم سن چکے ہیں...... اب ذرا ٹھہریں"۔

اور پھر محمود نے نہ جانے کیا کیا...... لارڈ کے چہرے سے ایک

گئی۔

"ارے...... یہ...... یہ کیا"۔ نواب صاحب چلائے۔

"اب بتائیں...... کیا یہ شخص رائے کالیا ہیں"۔

"نہیں...... بالکل نہیں...... میں اسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں"۔

"ہمارا بھی یہی خیال تھا"۔ فاروق مسکرایا۔

"تک...... کیا خیال تھا"۔

"پہلے ہم اسے رخصت کر دیں...... اس لیے کہ اس کے یہاں

ضرورت ہے"۔

پھر توحید احمد اسے ایمبولینس میں لے گیا۔

"ہاں! اب بتائیں...... یہ سب کیا ہے"۔

اب خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی وہیں موجود تھے...... ا

زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے...... معاملہ ان کی سمجھ میں ک

آیا تھا۔

"پہلے فون کریں رائے صاحب کے گھر...... کیونکہ اس

خوفناک سوال یہ ہے کہ رائے صاحب کہاں ہیں"۔



فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"او ہاں واقعی"۔ وہ یک دم پریشان ہو گئے۔

پھر نواب صاحب نے رائے کالیا کے گھر فون کیا۔ اُدھر سے بتایا گیا کہ وہ دعوت میں شرکت کے لیے گھنٹوں پہلے گھر سے جا چکے ہیں"۔

"ارے باپ رے...... اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اس شخص نے پہلے انہیں اغوا کیا، اپنے چہرے پر ان کا میک اپ کیا...... پھر دعوت میں شرکت کے لیے یہاں آ گیا...... اب وہ ہوش میں آنے پر ہی بتائے گا...... کہ رائے صاحب کہاں ہیں"۔

"اوہ...... اوہ"۔

"اور ہاں انکل نواب...... یہ لیں"۔

یہ کہہ کر فرزانہ نے جیب میں سے اپنا ہاتھ باہر نکال کر ان کی طرف بڑھایا...... نواب شاہی زور سے چونکے۔

"ارے یہ کیا...... یہ تو پن ہے...... لیکن یہ تو تم نے مجھ سے مانگ لیا تھا...... اب میں یہ واپس نہیں لوں گا"۔

"جس مقصد کے لیے میں نے مانگا تھا...... وہ پورا ہو گیا"۔

"اوہ! سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا ہے"۔

"وقت ہو گیا ہے"۔ فرزانہ نے گھڑی کی طرف دیکھا۔

"وقت ہو گیا ہے...... کس چیز کا؟"۔

"دھماکہ ہونے کا"۔

"کیا کہا..... دھماکہ ہونے کا وقت ہو گیا ہے..... یہ آج تم لوگ
باتیں کر رہے ہو"۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں..... وقت ہو گیا ہے"۔ وہ بولی۔

"دھماکہ ہونے کا" نواب صاحب نے جھلا کر کہا۔

"ہاں! دھماکہ ہونے کا"۔ وہ بولی۔

"دیکھو فرزانہ..... ہمیں پریشان نہ کرو..... ہم پہلے ہی بہت پر
ہیں"۔

"اس میں میرا کیا قصور انکل"۔

"تو کیا ہمارا قصور ہے"۔

"نہیں..... آپ کا بھی قصور نہیں ہے"۔

"اب تم پوری بات بتاؤ..... کیونکہ سوائے تمہارے سب
بری طرح الجھن میں نظر آ رہے ہیں..... سسپنس کی بھی کوئی
چاہیے"۔ نواب صاحب نے جھلا کر کہا پھر اچانک وہ زور سے چلائے۔

"ارے! یہ کیا!!!"۔

ان کی نظریں دیواروں پر بار بار پڑنے لگیں..... وہاں گولیاں لگ
گڑھے پڑ گئے تھے اور پورا کمرہ ان گڑھوں کی وجہ سے بدنما ہو گیا تھا۔

"یہ گولیوں کے نشانات ہیں..... اس کمرے میں تھوڑی دیر پہلے
مقابلہ ہوا تھا..... آپ لوگ اس مقابلے کو خونی مقابلہ بھی کہہ سکتے ہیں"

حد ہو گئی..... یہ کس بات کا سر پیر"۔



"میرا خیال ہے..... سب لوگ آرام سے بیٹھ جائیں..... تاکہ میں
...اسے سنا سکوں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اور وہ تمہارا دھماکا کہاں گیا"۔ فاروق نے جل کر کہا..... کیونکہ اس
...وہ بنی ہوئی تھی۔

"وہ..... ہاں بس..... چند سیکنڈ..... ایک دوسرے کو پکڑ کر کھڑے
...... تاکہ گر نہ جائیں"۔

"حد ہو گئی..... دھماکا ہونے والا ہے..... ہم سب کے گرنے کا خطرہ
...تو اس دھماکے کو ہونے سے کیوں نہیں روکا جا سکتا"۔

"اب اس کا وقت نہیں رہا..... نہ پہلے ہمیں وقت مل سکا..... لہٰذا اس
...کے کو ہونے سے نہیں روکا جا سکتا"۔

"ہا ہا ہا..... اب تو تم ساری بات ہی بتا دو پہلے..... مارے الجھن کے
..."۔

"میں چاہتی ہوں..... پہلے دھماکا ہو..... پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں
..."۔

...اس لمحے ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا۔

******

# اندازہ

"تم بتاؤ اکرام..... آخر مسٹر جیکی لین گھر میں کیسے ہو سکتے ہیں —
کہ ان لوگوں کا کہنا ہے..... وہ ایک میٹنگ میں گئے ہوئے ہیں اور
بارہ بجے سے پہلے ان کی واپسی نہیں ہو گی"۔

"م..... میں بتاؤں سر"۔ اکرام بوکھلا اٹھا۔

"ہاں! میرا دعویٰ ہے..... مسٹر جیکی گھر میں ہی ہیں..... آخر
دعویٰ کس بنا پر کیا ہے"۔

"افسوس سر..... میں ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکا"۔ اکرام بولا

"تمہارا مشاہدہ بہت کمزور ہے اکرام..... میرا خیال ہے اگر
یہاں محمود، فاروق اور فرزانہ ہوتے تو وہ ضرور سمجھ جاتے"۔

"نہیں ہر وقت آپ کا ساتھ نصیب ہے سر..... جب کہ
آپ کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ زیادہ تر آپ کے ساتھ نہیں ہوتا"۔

"ہاں! یہ فرق تو خیر ہے..... اچھا اب میں خود وضاحت کر
اکرام اس گھر میں کل کتنے افراد رہتے ہیں"۔



"یہ افراد تو سر گھر کے ہیں..... باقی دو ملازم ہیں"۔

"ہاں بالکل! ان میں سے ایک ہمارے سامنے ہے..... دوسری اپنے
...کوارٹرز میں ہو گی..... کوٹھی کے دائیں طرف سرونٹ کوارٹرز نظر
...رہے ہیں نا"۔

"او ہو سر"۔ اب اکرام چونکا۔

"ان میں سے ایک میں روشنی نظر آ رہی ہے..... اس کا مطلب ہے
...بات..... میں غلط تو نہیں کہہ رہا مسٹر شین"۔

"بالکل ٹھیک..... لیکن اس سے یہ بات کیسے ثابت ہو گئی کہ مسٹر جیکی
...ہیں"۔

"...اب ثابت کروں گا..... آپ کا کمرہ بھی ادھر ہی ہے نا.....
...ہے"۔

"...الکل"۔

"...گھر میں کل پانچ افراد رہتے ہیں..... اس جگہ..... جہاں ہم
...یہاں سے ہمیں پانچ الگ کمرے صاف نظر آ رہے ہیں
...کمروں کی لائٹیں جل رہی ہیں"۔

"...!" اکرام چلا اٹھا۔

...اس کی سمجھ میں آیا کہ انسپکٹر جمشید کس بات کو سامنے کی بات کہہ

"ہاں اکرام ...... یہ کوٹھی اس طرح تعمیر کی گئی ہے کہ پیچھے گاڑی کھڑی کرنے کے لیے گیراج بنایا گیا ہے...... اوپر رہائشی کمرے...... اور ان کے سامنے اور دائیں بائیں باغ بنایا گیا ہے...... تاکہ ہر کمرے سے باغ کا نظارہ کیا جاسکے...... اور صدر دروازے کی طرف ان کمروں کی کھڑکیاں اور روشن دان کھلتے ہیں...... اب اگر مسٹر جیک گھر میں نہیں ہیں...... تو اندر کمروں کی روشنیاں کیوں جل رہی ہیں"۔

"وہ تو کسی ضرورت کے تحت بھی جلائی جاسکتی ہیں"۔ شمین نے منہ بنایا۔

"بے شک جلائی جاسکتی ہیں...... لیکن ساتھ ہی بجھا دی جاتی ہیں لیکن یہ روشنیاں ہماری آمد سے پہلے سے آن ہیں...... اب کیا جواب ہے آپ کے پاس؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"گھر کا کوئی فرد جلتی چھوڑ گیا...... یوں بھی یہ لوگ ضرورت سے زیادہ دولت مند ہیں...... ایسی باتوں کی پروا نہیں کرتے"۔

"تب پھر میں اس سے آگے بھی ایک بات کر سکتا ہوں...... ایک وقت میں ان پانچوں کمروں میں سائے دیکھے ہیں...... گویا ایک ایک آدمی ضرور موجود ہے...... اب آپ کیا کہتے ہیں۔

"یہ...... یہ ضرور آپ کا وہم ہے"۔ شمین نے کہا۔



"اگر یہ ہمارا وہم ہے تو ہم اس وہم کو دور کرنے کی پوری کوشش کریں گے...... اب یا تو آپ مسٹر جیک کو بلا لائیں...... یا پھر گھر کی تلاشی لینے دیں"۔

"آپ کے پاس تلاشی کے وارنٹ ہوں گے"۔

"ہاں نہیں...... ہم وارنٹ دکھائے بغیر تلاشی نہیں لیں گے...... آپ اندر جائیں"۔

"اچھی بات ہے...... میں بیگم صاحبہ کو جا کر بتاتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"ضرور بتائیں...... لیکن ایک بات کا خیال رکھیں...... یہ کہ مسٹر جیک کو چھپانے کی کوشش ہرگز نہ کریں...... یہ حرکت آپ لوگوں کے لیے اچھی نہیں ہوگی"۔

"اندر ہیں ہی نہیں...... تو ہم انہیں چھپائیں گے کیسے؟" اس نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے...... ذرا جلدی واپس آئیں"۔

وہ اندر چلا گیا...... پھر مسز جیکی اور تین لڑکوں کے ساتھ باہر آیا...... روشنیاں جوں کی توں جلی ہوئی تھیں۔

"ارے جناب! کیا بات ہے"۔ مسز جیکی نے کہا۔

"آپ مسٹر جیک کو ساتھ نہیں لائے...... یہ آپ نے ٹھیک نہیں کیا اب ہم تلاشی لیں گے...... یہ تو اکرام...... انہیں وارنٹ دکھاؤ"۔

"آپ بات بھی تو بتاؤ"۔

"بات آپ کو مسز شین بتا چکے ہیں..... لہٰذا ہمارا وقت ضائع نہ کریں
..... اگر آپ کا کہنا یہ ہے کہ وہ اندر نہیں ہیں تو ہم تلاشی لیں گے..... اور
بس"۔

"چلیے پھر..... لے لیجیے تلاشی"۔

"آپ پہلے وارنٹ تو دیکھ لیں"۔

"اس کی ضرورت نہیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

وہ ان کے ساتھ اندر داخل ہوئے..... بیرونی دروازہ انہوں نے
اندر سے بند کر دیا۔

"یہ..... یہ آپ نے دروازہ کیوں بند کیا؟" مسز جیک نے چونک کر
کہا۔

"گھر کے افراد اب ہمارے ساتھ ہیں..... دونوں ملازم گھر سے [illegible]
ہیں..... اگر مسٹر جیک گھر میں ہیں اور وہ باہر جانے کی کوشش کریں [illegible]
دروازہ کھولے بغیر تو جا نہیں سکیں گے..... اس طرح ہمیں کم از کم یہ تو [illegible]
ہو جائے گا کہ وہ فرار ہو گئے ہیں..... یا گھر کے اندر ہیں"۔

"اوہ اچھا..... آپ بہت چالاک ہیں" مسز جیک نے منہ بنایا۔

"دراصل اس وقت عملہ ہمارے ساتھ نہیں ہے..... ورنہ ہم [illegible]
باہر ہی کھڑا کرتے"۔

"خیر..... کوئی بات نہیں..... آپ تلاشی لے لیں....." اس [illegible]
بنایا۔



اب انہوں نے تلاشی شروع کی..... پوری کوٹھی دیکھ ڈالی' لیکن مسٹر
[illegible] کہیں بھی نہ نظر آیا۔

"حیرت ہے..... آج میرا اندازہ غلط ہو گیا"۔ وہ بڑبڑائے۔

"کیوں! کیا آج سے پہلے آپ کا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوا؟" روڈی بولا
[illegible] پڑا تھا۔

"یہ بات نہیں..... اندازے تو غلط ہو جاتے ہیں..... لیکن جن
اندازوں کے بارے میں مجھے خیال ہوتا ہے کہ وہ غلط نہیں ہوں گے..... عام
طور پر وہ بالکل درست ثابت ہوتے ہیں..... یہ اندازہ بھی ان میں سے ایک
تھا..... اچھا شکریہ..... آپ کو زحمت دی' امید ہے معاف فرمائیں گے.....
ویسے میں وہ پانی کا حوض دیکھ سکتا ہوں"۔

"کیا اب پانی کا حوض..... آپ کا مطلب ہے..... میرے شوہر پانی
کے اس حوض میں چھپ گئے ہیں..... آخر انہیں آپ سے چھپنے کی کیا
ضرورت پیش آ گئی..... یہ بھی تو بتائیں نا"۔

"میں نہیں جانتا..... وہ کیوں مجھ سے چھپ رہے ہیں..... لیکن بہرحال
میرا خیال ہے..... ہماری یہاں آمد کے وقت انہوں نے ہمیں دیکھ لیا اور یہ
فیصلہ کیا کہ وہ ہم سے ملاقات نہیں کریں گے' لہٰذا انہوں نے اپنا یہ فیصلہ
سب کو سنا دیا..... آپ کو بھی' ملازمہ ڈونا کو بھی' ملازم شین کو بھی اور آپ
کے بچوں کو بھی..... لہٰذا اس پروگرام پر عمل شروع ہوا..... ہم انہیں گھر میں
ان کی تلاش نہیں کر سکے..... ہم نے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا..... لیکن وہ

ہمیں نظر نہ آئے..... ان کے کوئی آثار بھی نظر نہیں آئے..... لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم اس حوض کو نہیں دیکھ سکے"۔

"آپ خود سوچیں..... وہ پانی میں کس طرح چھپ سکتے ہیں..... اس سرد موسم میں کوئی پانی میں بھی چھپ سکتا ہے..... جب کہ چھپنے کی کوئی خاص وجہ بھی نہ ہو" مسز جیک نے کہا۔

"ہاں! میں اس بات کو سمجھ سکتا ہوں' محسوس کر سکتا ہوں..... پھر بھی ہم حوض دیکھیں گے"۔

"آپ کی مرضی..... ہم کیا کہہ سکتے ہیں..... جائیے دیکھ لیجیے حوض"۔

وہ چھت پر چڑھ گئے..... حوض چھت کے اوپر بنایا گیا تھا..... جس میں ضرورت کے لیے پانی سٹور کیا جاتا تھا..... عام طور پر لوگ پانی کی ٹنکیاں بنوا لیتے ہیں..... لیکن یہاں پورا حوض بنوایا گیا تھا اور اس بات پر انہیں حیرت ہوئی تھی۔

وہ چھت پر پہنچے..... حوض چھت سے بھی کچھ اونچائی پر بنایا گیا تھا اور اس پر لوہے کی چادر کا ڈھکنا رکھا گیا تھا۔

"اکرام! ہمیں یہ ڈھکنا اٹھا کر دیکھنا ہوگا"۔

"بہت بہتر سر"۔

یہ کہہ کر اکرام نے ڈھکنا اٹھانے کے لیے زور لگایا..... ڈھکنا زیادہ وزنی نہیں تھا' لہٰذا اٹھتا چلا گیا..... لیکن وہاں اتنی روشنی نہیں تھی..... چھت پر زیرو کا بلب ضرور جل رہا تھا..... حوض چونکہ چھت سے بھی اونچا تھا' لہٰذا



اس بلب کی روشنی اس تک نہیں آ رہی تھی..... چنانچہ انہوں نے جیب سے ٹارچ نکالی اور اس کے ذریعے حوض کا جائزہ لیا۔

حوض پانی سے بھرا ہوا تھا۔

"اوہو..... اکرام..... تم نے پانی دیکھا"۔

"ہاں سر..... دیکھا"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"آؤ پھر نیچے چلیں"۔

دونوں نیچے آ گئے..... سب لوگ صحن میں موجود تھے' اب دونوں ملازم بھی وہیں آ گئے تھے۔

"جی جناب..... دیکھ لیا آپ نے حوض"۔

"ہاں دیکھ لیا"۔

"پھر..... مسٹر جیکی ملے"۔

"نہیں ملے..... لیکن کیا"۔ وہ بولے۔

"حوض کا پانی..... مگر نہیں..... یوں بات نہیں بنے گی..... آپ حوض کو خالی کر دیں تمام نل کھول دیں..... تاکہ پانی جلد از جلد نکل جائے"۔

"کیوں جناب..... کیا آپ کو ٹارچ کی مدد سے حوض کی تہ نظر نہیں آ سکی"۔

"ہاں ایسی بات ہے..... نظر نہیں آ سکی"۔

"حیرت ہے..... اچھا خیر..... یہ بھی سہی"۔ اس نے کہا اور شمیم کو اشارہ کیا' اس نے تمام نل کھول ڈالے۔

اچانک مسز جیک کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔

"کک..... کیا ہوا بھئی"۔ بچے چلا اٹھے۔

"یہ..... یہ دیکھو..... پانی"۔

"پانی..... کیا ہوا پانی کو"۔

انہوں نے غور کر کے پانی کو دیکھا اور پھر وہ بھی اپنی چیخیں کسی طرح نہ روک سکے..... پانی کا رنگ بالکل سرخ تھا۔

"سرخ پانی..... کک..... کیا مطلب؟"۔

"یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے بغور ان کی طرف دیکھا۔

"کیا جاننا چاہتے ہیں؟" مسز جیک لین نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ آپ کے حوض کا پانی سرخ کیوں ہے؟"۔

"ہم..... ہم نہیں جانتے..... ہمارے لیے یہ ایک انوکھی بات ہے"۔

"خیر..... حوض خالی ہونے دیں"۔

"آپ..... آپ کیا سوچ رہے ہیں"۔ اس نے پوچھا۔

"وہی..... جو آپ سوچ رہی ہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"چند منٹ انتظار کریں..... حقیقت خود سامنے آ جائے گی"۔

پانی تیزی سے بہتا رہا..... وہ کبھی کم سرخ ہو جاتا..... کبھی زیادہ..... لیکن صاف پانی ذرا دیر کے لیے بھی نہ آیا..... آخر پانی آنا بند ہو گیا..... جس کا



مطلب تھا..... حوض خالی ہو چکا ہے؟ اب وہ پھر اوپر چڑھے اور ٹارچ کی روشنی حوض میں ڈالی۔

دونوں سکتے میں آ گئے..... پھر انسپکٹر جمشید محسن کی طرف مڑے اور بولے۔

"میرا اندازہ درست نکلا..... اوپر آ جائیں"۔

******

# چیخ

"وہ سب اس بری طرح اچھلے کہ کوئی ادھر گرا، کوئی ادھر گرا...... ایک دوسرے کے اوپر گرے...... سب کے سب کچھ لمحوں کے لیے تو ہوش کھو بیٹھے...... آخر فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"خدا کا شکر ہے...... سب ٹھیک ہے...... آپ لوگ اٹھ جائیں"۔

وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے...... حالانکہ وہاں گرد کی کوئی چیز نہیں تھی۔

"یہ...... یہ سب کیا تھا...... یہ دھماکا کیسا تھا"۔

"بم کا دھماکہ تھا"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"بم کا دھماکا...... بم کہاں پھٹا تھا"۔

"آپ کے پانی کے تالاب میں...... بے چارہ پانی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو گا"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"فرزانہ...... یہ مذاق کا کون سا موقع ہے"۔ خان رحمان جھلا اٹھے۔



"میں مذاق نہیں کر رہی...... چل کر دیکھ لیں...... تالاب کی مچھلیاں مر چکی ہوں گی"۔

"نن نہیں...... اف میری پیاری مچھلیاں"۔

نواب شاہی چلائے اور تالاب کی طرف دوڑ پڑے...... سب نے ان کا ساتھ دیا...... تالاب کے آس پاس منظر ہولناک تھا...... بے شمار مچھلیاں مردہ حالت میں تالاب کے چاروں طرف بکھری پڑی تھیں...... ان میں سے بہت سی مچھلیوں کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے اور وہ ٹکڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے...... وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھتے رہے۔

"خدا کا شکر ہے"۔ ان کے کانوں سے فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

نواب شاہی غصے کے عالم میں اس کی طرف مڑے۔

"حیرت ہے فرزانہ...... میری اس قدر قیمتی مچھلیاں مر گئیں...... اور تم کہہ رہی ہو خدا کا شکر ہے"۔

"اس لیے انکل...... کہ خدا کا شکر ہر حال میں ادا کرنا چاہیے...... اس سے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے"۔

"لیکن...... یہ سب ہوا کیسے...... کس نے پانی کے تالاب میں بم پھینکا؟" خان رحمان بولے۔

"میں نے"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"کیا کہا...... تم نے"۔ وہ چونک اٹھے۔

محمود اور فاروق تو بہت زور سے اچھلے اور پھر چشم زدن میں بات
کی سمجھ میں آگئی اور وہ لگے مسکرانے۔

"کیا...... تم نے کیا کہا فرزانہ...... پانی کے تالاب میں بم تم نے
تھا"۔

"ہاں انکل ایسی بات ہے"۔

"نن نہیں...... نہیں...... تم کوئی پاگل لڑکی نہیں ہو...... تم تو
جمشید کی بیٹی ہو...... پھر تم نے ایسا کیوں کیا...... کیوں...... کیا دشمنی تھی
ان بے گناہ مچھلیوں سے"۔

"مجھے ان سے کوئی دشمنی نہیں تھی...... دشمنی تو آپ سے مسٹر
ہے...... جو اس وقت بے ہوش ہے اور ہوش میں آنے پر ہی اس کا
جائے گا"۔

"کس کی وجہ؟" نواب صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"اس بم کا نشانہ آپ تھے"۔

"کیا...... نہیں" وہ بری طرح اچھلے۔

"میں نے صاف دیکھا تھا...... مسٹر لارڈ جو راۓ کالیا کے میک اپ
تھا...... کسی ضرورت کے تحت آپ کے بالکل قریب آیا تھا...... اور اس
اس نے ہاتھ کی صفائی دکھائی تھی...... اس نے آپ کی جیب سے آپ
نکال لیا تھا اور اپنے پاس سے ایک پین آپ کی جیب میں لگا دیا......
اس کا بالکل پتا نہ چلا...... لیکن میں نے دیکھ لیا"۔



"نن...... نہیں" خان رحمان چلائے...... مارے حیرت کے ان کی
آنکھیں نکل گئیں پھر وہ بولے۔

"اوہ...... اوہ...... تت...... تو تم نے اس لیے میرے ذریعے ان سے
...یں کہا تھا"۔

"ہاں میں سمجھ گئی تھی...... کہ اس پین میں ضرور کوئی گڑبڑ ہے......
میرا خیال تھا جب انکل نواب اس پین سے کچھ لکھنے کی کوشش کریں
گے...... اس وقت یہ بم کی طرح پھٹے گا اور انکل نواب اللہ کو پیارے
ہو جائیں گے"۔

"نن...... نہیں" وہ چلائے۔

"وہ پین مجھے ملا...... میں اس طرف دوڑ آئی...... مجھے اور تو کچھ نہ
سوجھا...... پین میں نے پانی میں گرا دیا...... سوچا یہ تھا...... اس دعوت کے بعد
پولیس لے لیں گے اور پروفیسر انکل کے حوالے کر دیں گے...... مجھے یہ
اندازہ نہیں تھا کہ یہ اس قدر جلد خود بخود پھٹ جائے گا...... لیکن بہرحال
مجھے اس کا احساس ضرور ہو گیا تھا اور پھر میں باغ میں آگئی تو لارڈ کو غائب پایا
میں پریشان ہو گئی...... کیونکہ اس کی گرفتاری بہت ضروری تھی...... یہ تو
...سکتا تھا کہ وہ ہمارے نواب انکل کو کیوں موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا
تھا...... لہٰذا ہم فوراً وہاں سے نکل آئے...... تاکہ اس کی تلاش میں دوڑ
...یں...... لیکن باغ سے باہر نکل کر اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی"۔

"کیا مطلب"۔ نواب صاحب بولے۔

"وہ ہماری گاڑی میں چھپ گیا..... اور پھر پستول کے زور پر
ہیں کا مطالبہ کیا"۔

"اوہ..... اوہ" کئی آوازیں ابھریں۔

فرزانہ نے اس کے بعد والی کہانی بھی سنا دی..... کہ کس طرح
نے اس سے مقابلہ کیا..... اور فاروق کی گولی کام کر گئی..... ورنہ وہ تو
شکست فاش دے دیتا۔

فرزانہ کے خاموش ہونے پر سب کی نظریں نواب شاہی پر جم گئیں

"اب آپ بتائیں نواب صاحب..... یہ لارڈ کون ہے..... اور وہ
آپ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا"۔

"ہم..... میں نہیں جانتا..... یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں"۔

"خیر کوئی بات نہیں..... لارڈ اب ہمارے قبضے میں ہے..... وہ
ہوش میں آئے گا..... ہم اس کا بیان لیں گے..... ارے ہاں..... توحید
کو ہدایات دے دیں..... وہ اس کے معاملے میں پوری طرح خبردار
..... ہوش میں آنے کے فوراً بعد وہ فرار ہونے کی پوری کوشش کرے گا
فرزانہ نے چونک کر کہا۔

محمود نے فوراً توحید احمد سے رابطہ کیا۔

"توحید احمد بات کر رہا ہوں"۔

"اور یہ میں ہوں محمود..... زخمی اب کہاں ہے"۔

"ہسپتال میں"۔ اس نے بتایا۔



"ہوش میں آنے کے فوراً بعد وہ فرار ہونے کی کوشش کرے گا"۔

"مجھے آپ نے بے وقوف سمجھ رکھا ہے کیا" توحید احمد نے برا سا منہ

"نہیں تو..... یہ کس بات سے اندازہ لگایا تم نے"۔

"اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے اور دو کانسٹیبل اس کے کمرے میں
موجود ہیں"۔

"کیا کہا..... دو کانسٹیبل" محمود چلایا۔

"کک..... کیوں..... کیا ہوا"۔

"اور تم خود کہاں ہو"۔

"میں دفتر واپس آ چکا ہوں"۔

"ارے باپ رے..... تب وہ ہاتھ سے نکل جائے گا..... ہسپتال کی
دوڑ لگاؤ ہم بھی آ رہے ہیں"۔

"لیکن کیسے دوڑ جائے گا..... وہ ہتھکڑی کیسے کھول سکے گا"۔

"اوہ..... ہتھکڑی کھولنا اس کے بائیں ہاتھ کا کام ہے..... اور وہ ایک
ایک وار سے وہ دونوں کانسٹیبلوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دے گا"۔

"اوہ نہیں"۔

"یار تم دوڑ لگاؤ..... اور وائرلیس کے ذریعے دونوں کانسٹیبلوں کو
ابھی دو کہ حفاظتی انتظام کر لیں"۔

"کانسٹیبلوں کے پاس وائرلیس نہیں ہوتے" توحید احمد نے جل کر کہا۔

"ارے باپ رے..... اب تو خطرہ پیدا ہو چلا ہے..... ہم اس…
اسے کھو دیں گے" یہ کہہ کر محمود نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

فرزانہ اور فاروق بھی دوڑ پڑے..... اب خان رحمان اور پر…
کیسے رک سکتے تھے..... وہ بھی دوڑے..... باہر نکلتے ہی بیٹھے اور ہوا ہو…

"یہ غلطی مجھ سے ہو گئی" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"کک..... کون سی غلطی؟"۔

"یہ کہ..... توحید احمد کو اس کے بارے میں خبردار نہیں کیا۔
اس میں اس بے چارے کا بھی کیا قصور"۔

"تت..... تو کیا..... تمہارے خیال میں وہ بھاگ چکا ہو گا"۔

"اگر اسے ہوش آ گیا ہو گا تو..... ورنہ نہیں"۔

"تب..... ہمیں یہ کون بتائے گا کہ نواب شاہی کو کون ہلاک کر…
ہے"۔

"آپ کو اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں —
سوال کا جواب دینے کے لیے تو نواب انکل بھی کافی ہیں"۔

"اوہ..... ہاں..... انہیں ضرور معلوم ہو گا..... ان کا دشمن کون ہے…
پروفیسر بولے۔

"لیکن بھئی..... کبھی کبھی دشمن بالکل نامعلوم بھی ہوتا ہے" خان…
نے منہ بنایا۔



"ہاں..... ہوتا ہے..... لیکن امید یہی ہے کہ نواب انکل کو معلوم
ہو گا"۔

"اچھا خیر..... دیکھتے ہیں..... پہلے تو ہمیں یہی دعا کرنی چاہیے کہ وہ فرار
…ہوا ہو..... بلکہ اسے ہوش نہ آیا ہو"۔ خان رحمان بولے۔

اور پھر وہ ہسپتال پہنچ گئے..... اسی وقت توحید کی گاڑی وہاں پہنچی تھی
…وہ اس کے ساتھ اندر کی طرف دوڑ پڑے..... یہاں تک کہ اس کمرے
…میں داخل ہوئے..... جس میں لارڈ کو رکھا گیا تھا..... وہ سکتے کے عالم میں رہ
…گئے..... وہی ہوا..... جس کا ڈر تھا..... دونوں کانسٹیبل بے ہوش پڑے تھے
…اور لارڈ غائب تھا..... کھلی ہتھکڑی بھی وہیں پڑی تھی۔

"افسوس!" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا" توحید احمد کھوئے کھوئے انداز میں
بولا۔

"نہیں..... میری وجہ سے ہوا" محمود نے کہا۔

"چھوڑو اس بات کو..... یہ سوچو..... اب ہم ان تک کیسے پہنچ سکتے
…" پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ چلیں..... ہمیں نواب صاحب سے ہی اس بارے میں......
…ہم انہیں تو بھول ہی گئے ہیں..... آخر وہ کہاں ہیں"۔

"کس کی بات کر رہے ہو بھئی" خان رحمان چونکے۔

"رائے کالیا کی ..... جس کے میک اپ میں لارڈ دعوت میں
ہوا"۔

"وہ ہاں واقعی..... رائے کالیا کہاں ہیں"۔

اس خوفناک سوال نے انہیں چکرا کر رکھ دیا..... ان کے دماغ
گئے۔

"تو آپ انکل نے ان کا پتا بتایا تھا"۔

"میرا خیال ہے..... ہم نے ان سے ان کا پتا پوچھا ہی نہیں تھا"

"تو آپ پوچھ لیتے ہیں" یہ کہ کر اس نے نواب شاہی کے
گئے..... سلسلہ ملتے ہی وہ بولی۔

"انکل..... اپنے دوست رائے کالیا کا پتا لکھوا دیں"۔

"اس..... اس کا کیا پتا؟" وہ بولے۔

"وہ فرار ہو گیا..... اب آپ کو بہت محتاط رہنا ہے..... کہیں وہ
کرنے کے لیے نہ آ جائے"۔

"ارے باپ رے"۔

"رائے کالیا کا پتا اور ہاں..... آپ اپنے کسی دشمن کا نام
ہیں" اس نے پوچھا۔

"میرے خیال میں تو میری کسی سے دشمنی نہیں ہے"۔

"اچھا خیر..... پتا بتائیں"۔

"راجہ ٹاؤن..... 17-A"۔



"شکریہ..... ہم بہت جلد آپ سے دوبارہ ملاقات کے لیے آئیں گے
آپ سو تو نہیں جائیں گے"..... "ان حالات میں نیند کہاں؟"۔

"اچھی بات ہے..... آپ فکر نہ کریں"۔

اب وہ راجہ ٹاؤن پہنچے..... 17-A ایک شان دار کوٹھی تھی.....
دروازے پر دستک دی گئی تو ایک ملازم باہر نکلا۔

"رائے صاحب لوٹ آئے ہیں یا نہیں"۔

"جی..... جی نہیں..... وہ گھر سے نواب شاہی صاحب کی دعوت میں
گئے تھے۔ لیکن اس طرف سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں پہنچے ہی نہیں..... گھر
کے افراد گاڑی میں انہیں تلاش کرنے نکلے ہیں"۔

"اوہ اچھا..... ہم بھی ان کی تلاش میں جاتے ہیں پھر تو"۔

"آپ..... لیکن آپ انہیں کس طرح تلاش کریں گے"۔

"یہ ہمارا کام ہے..... آپ فکر نہ کریں..... بہت جلد ہم انہیں تلاش
کر لیں گے"۔

وہاں سے نواب شاہی کے گھر جانے والے راستے پر چل پڑے۔

"آپ گاڑی چلائیں گے انکل..... ہم سڑک کے دائیں بائیں کا جائزہ
لیتے ہوئے آگے بڑھیں گے..... ان کی پریشانی میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہو رہا تھا۔

"ارے..... وہ..... وہ کیا پڑا ہے"۔

"گاڑی روکیں" ایک لائٹر پر جم کر رہ گئیں..... وہ نیچے اترے..... لائٹر
[illegible] کا تھا..... وہاں اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔

"اگر یہ لائٹر رائے کالیا کا ہے..... تب تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس
ان کی گاڑی رکوائی گئی ہو گی اور لارڈ نے یہیں سے انھیں اغوا کیا ہو گا
لیکن؟" فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا؟" دونوں بولے۔

"اس قدر جلد اس نے رائے کالیا کا میک اپ کیسے کر لیا؟"۔

وہ اچھل پڑے..... یہ ایک بہت اہم سوال تھا۔

"اس جگہ اس نے گاڑی رکوائی..... اس کے ساتھ ضرور اس
چند ساتھی ہوں گے..... اس نے رائے صاحب کو ان ساتھیوں کے حوا
کیا اور خود دعوت میں پہنچ گیا" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر..... رائے کالیا کی گاڑی نواب صاحب کی کوٹھی کے پاس
کی تو موجود ہو گی"۔

"ہاں! ہونی تو چاہیے..... ایک منٹ"۔

محمود نے فوراً نواب شاہی کے نمبر ڈائل کیے..... جونہی سلسلہ ملا
شاہی کی لرزہ خیز چیخ سنائی دی۔

*****



# لاش

مسز جیکی لین اس کے تینوں بیٹے اور دونوں ملازم سیڑھیاں چڑھتے
اوپر پہنچے۔

"کیا بات ہے..... آپ کو حوض میں کیا نظر آیا؟" مسز جیکی نے پریشان
ہو کر کہا۔

"اوپر چڑھ کر آپ خود دیکھ لیں"۔

وہ سب اوپر چڑھ آئے اور پھر چیخ پڑے..... حوض میں ایک عدد
انسانی لاش موجود تھی جو اوندھی پڑی تھی۔

"یہ..... یہ کس کی لاش ہے"۔

"میرے خیال میں تو مسٹر جیکی لین کی لاش ہو سکتی ہے"۔

"نن نہیں..... نہیں" وہ چلا اٹھے۔

"خیر..... ابھی دیکھ لیتے ہیں..... اکرام..... اندر اتر جاؤ اور لاش کو
باہر نکال دو"۔

"جج..... جی بہتر" اس نے ہکلا کر کہا۔

"کیا ڈر رہے ہو اکرام"۔

"جی ڈر نہیں رہا..... گھبرا رہا ہوں"۔

"بھئی ایک لاش سے کیا گھبرانا..... وہ کاٹ تو نہیں کھائے گی"۔

"لاش کا کیا بھروسہ سر"۔ اکرام نے لرزتی آواز میں کہا۔

"حد ہو گئی اکرام"۔ انہوں نے جھلا کر کہا۔

آخر اکرام لاش تک پہنچ گیا..... اور اس کو سیدھا کر دیا، جونہی ان کی نظریں اس کے چہرے پر پڑیں..... وہ ایک ساتھ چلائے۔

"تت..... تو کیا یہ..... مسز جیکی ہیں"۔ وہ بھی ایک ساتھ بولے۔

"نہیں" وہ فوراً بولے۔

"کیا کہا..... یہ مسز جیکی نہیں ہیں"۔

"ہاں، یہ جیکی لین نہیں ہیں..... خدا کا شکر ہے" وہ بولی۔

"تب پھر..... یہ کون ہے"۔

"ہم نہیں جانتے"۔ ملازم شین بولا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، ہوش میں تو ہیں"۔

"کیوں جناب..... کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی"۔

"یہ جو کوئی بھی ہے..... اس کی لاش کیا آپ کے خیال میں ہوا میں اڑتی ہوئی آئی اور خود ہی ڈھکنا ہٹا کر حوض میں جا گری..... اور پھر لاش نے اپنا پیٹ چاک کر دیا تاکہ پانی سرخ ہو جائے" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔



"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" مسز جیک نے جھلا کر کہا۔

"آپ لوگوں نے پہلے تو اس کے سر پر کوئی چیز مار کر اسے بے ہوش کیا، پھر اٹھا کر اوپر لائے اور حوض کا ڈھکنا ہٹا کر اسے حوض میں چھوڑ دیا..... لیکن چھوڑنے سے پہلے آپ میں سے کسی نے اس کے پیٹ میں خنجر گھونپ دیا..... یہ ہوا دراصل یوں ہے"۔

"اف توبہ..... آپ تو ہم سب کو قاتل بنائے دے رہے ہیں" مسز جیک نے جھلا کر کہا۔

"تب پھر آپ بتائیں..... یہ لاش آپ کے اس حوض میں کیسے پہنچی..... لاش اپنے آپ چل کر اس حوض میں آ گئی اور پھر خود ہی اس نے اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ لیا"۔

"جی نہیں..... نہیں" بڑا لڑکا چلا اٹھا۔

"آپ کو کیا ہوا مسٹر روڈی"۔

"ہم واقعی نہیں جانتے..... اسے کس نے قتل کیا..... ہم سب تو ایک شادی میں گئے ہوئے تھے"۔

"آپ شادی درمیان میں شامل کر دی..... آخر آپ لوگ سچ کیوں نہیں اگل دیتے"۔

"سچ یہی ہے کہ ہم سب شادی میں گئے ہوئے تھے..... مسز جیک لین کی ایک دوست کی بیٹی کی شادی تھی"۔

"اور خود مسز جیکی..... کیا وہ بھی شادی میں شریک تھے"۔

"جی ہاں بالکل"۔

"بہت خوب! آپ شادی والے گھر میں کتنے بجے سے کتنے بجے تک

رہے"۔

"ہم آج دوپہر وہاں گئے تھے..... اور ابھی ایک گھنٹا پہلے آئے ہیں

یعنی دوپہر دو بجے تا رات آٹھ بجے وہاں رہے ہیں..... یہ واردات

اس دوران ہوئی..... اس لیے ہمیں پتا نہیں چل سکا" مسز جیکی نے

جلدی کہا۔

"تب پھر..... اب مسٹر جیکی کہاں ہیں"۔

"بتا چکی ہوں..... میٹنگ میں ہیں"۔

"لیکن آپ نے بتایا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ شادی والے گھر

تھے"۔

"بالکل ٹھیک..... جب ہم شادی سے فارغ ہو گئے..... تب

آگئے..... وہ کاروباری میٹنگ میں شرکت کے لیے چلے گئے"۔

"آپ کا مطلب ہے..... وہ بھی دوپہر دو بجے تا رات آٹھ بجے

رہے ہیں"۔

"ہاں بالکل" اس نے فوراً کہا۔

"اس وقت وہ کس جگہ میٹنگ میں موجود ہیں"۔

"اپنی فیکٹری میں..... فرقان لائینز"۔

"فوراً اس کے نمبر ملائیں اور فون کا ریسیور مجھے دیں"۔



"بہت بہتر" اس نے کہا۔

پھر فون پر نمبر ڈائل کیے اور سلسلہ ملنے پر بولی۔

"جیکی..... ہمارے گھر میں انسپکٹر جمشید موجود ہیں..... آپ سے کچھ

بات کرنا چاہتے ہیں"۔

دوسری طرف کی بات سن کر اس نے ریسیور ان کی طرف بڑھا دیا اور

بولی۔

"یہ لیں..... کر لیں اپنا اطمینان"۔

"شکریہ" وہ بولے..... پھر ریسیور کان سے لگاتے ہوئے انہوں نے

کہا۔

"ہیلو..... کیا آپ جیکی لین بات کر رہے ہیں"۔

"یس سر..... آپ اور میرے گھر میں، یہ جان کر حیرت ہوئی.....

میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"یہاں ایک مسئلہ درپیش ہے"۔

"لیکن میں اس وقت بہت ضروری میٹنگ میں مصروف ہوں"۔

"بہت ضروری مسئلہ یہاں درپیش ہے..... وہاں نہیں ہو گا..... لہٰذا

آپ اس آ جائیں"۔

"میں سمجھا نہیں..... آخر یہاں کیا ہوا ہے"۔

"آپ کے گھر میں ایک عدد لاش موجود ہے"۔

"کیا!!!" وہ بہت زور سے چلایا۔

"جی ہاں! یہ سننے کے بعد بھی آنا پسند کریں گے یا نہیں"۔

"ہاں! آ رہا ہوں..... ارے باپ رے..... لاش..... کس کی ہے؟"

"ہمیں نہیں معلوم..... آپ بس آ جائیں"۔

"آنا تو خیر ہو گا"۔

انہوں نے فون بند کر دیا..... پھر بیس منٹ بعد ایک کار اندر داخل ہوئی..... اس سے جیکی لین اترا..... وہ اس وقت کوٹھی کے باغ میں تھے..... لہٰذا اسے آتے ہوئے بخوبی دیکھ سکتے تھے..... اس نے بھی انہیں دیکھ لیا..... لہٰذا سیدھا ادھر آیا۔

"جی فرمائیے..... نہیں..... پہلے لاش دکھائیے"۔

وہ حد درجے گھبرایا ہوا نظر آ رہا تھا..... جیسے ہاتھ پیر پھول گئے ہوں..... وہ اسے اندر لائے اور لاش دکھائی..... لاش دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

"اف مالک..... یہ..... یہ کون تھا..... میں تو اس کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں"۔

"اچھا..... کمال ہے..... آپ آج کسی شادی میں بھی گئے تھے؟"

"بالکل گیا تھا..... گھر والے میرے ساتھ تھے" اس نے فوراً کہا۔

"مہربانی فرما کر شادی والے گھر کا پتا بتا دیں"۔



"جی..... جی کیا فرمایا..... پتا..... شادی والے گھر کا" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں جناب! اس میں عجیب بات کیا ہو گئی"۔

"میرا مطلب ہے..... آپ ان کا پتا کیوں پوچھ رہے ہیں..... اس معاملے سے ان بے چاروں کا کیا تعلق"۔

"کمال ہے، آپ اتنی سی بات نہیں سمجھتے..... ارے صاحب..... ہم ان سے تو صرف یہ پوچھیں گے کہ آپ لوگ وہاں کتنے بجے سے کتنے بجے تک رہے تھے"۔

"او ہو اچھا! یہ بات ہے..... خیر تو نوٹ کر لیں، شادی خالد جانبازی کے بیٹے کی تھی..... پتا ہے شاہی ٹاؤن بلاک 9 کوٹھی نمبر 1"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"ان کا فون نمبر"۔

"یہ فون بھی لکھ لیں"۔

اس نے نمبر لکھوا دیا..... اب انسپکٹر جمشید نے وہ نمبر ڈائل کیے..... سلسلہ ملنے پر وہ بولے۔

"کیا یہ خالد جانبازی صاحب کا نمبر ہے؟"۔

"جی ہاں بالکل"۔

"ان سے بات کرائیں"۔

"کون صاحب بات کر رہے ہیں؟"۔

"انسپکٹر جمشید"۔

"کیا!!!" چلا کر کہا گیا۔

"کیا ہوا بھئی..... خیر تو ہے"۔

"جی نہیں"۔ ادھر سے حیرت زدہ انداز میں کہا گیا۔

"کیا کہا..... خیریت نہیں ہے"۔

"یہ بات نہیں جناب..... یہاں ہر طرح خیریت ہے..... میں ابھی ا
بلاتا ہوں"۔

اور پھر چند سیکنڈ بعد ایک بھاری بھرکم آواز ان کے کان سے ٹکرا

"جی فرمائیے..... خالد جانبازی بات کر رہا ہوں"۔

"شکریہ جناب! آپ کو بیٹے کی شادی مبارک ہو"۔

"اوہ ہاں..... آپ کو بھی مبارک ہو..... شکریہ..... لیکن میں
تھا فون پر انسپکٹر جمشید بات کریں گے" دوسری طرف سے حیران ہو کر کہا

"اور میں انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"اوہ اچھا اچھا..... فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"آپ کے ہاں آج شادی میں مسٹر جیکی لیسن اور ان کے بیوی
شریک ہوئے تھے"۔

"اوہ ہاں! بالکل..... وہ میرے بہت اچھے دوست ہیں.....
جب میں یورپ میں پڑھا کرتا تھا..... یہ لوگ بہت کام آتے تھے.....
وہیں دوست بنے تھے"۔



"اوہ اچھا..... کیا یہ لوگ تمام وقت آپ کے ہاں موجود رہے ہیں.....
سوالی لہٰذا خوب غور کر کے جواب دیں..... کیونکہ معاملہ بہت سنگین
ہے"۔

"جی..... کیا فرمایا..... سنگین معاملہ..... آپ کس معاملے کی بات کر رہے
ہیں" خالد جانبازی نے بوکھلا کر کہا۔

"آپ کام کیا کرتے ہیں جناب؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دراصل ان کے گھر میں ایک لاش ملی ہے" انسپکٹر جمشید نے اپنا
سوال نظرانداز کر کے کہا۔

"لل..... کیا..... کیا کہا..... لاش..... نہیں..... نہیں..... میں آ رہا
ہوں..... میں آ رہا ہوں"۔

ان کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی اور پھر فون بند کر دیا گیا..... مارے
حیرت کے انسپکٹر جمشید کا برا حال ہو گیا۔

******

# تہیں

"کک..... کیا ہوا نواب انکل؟" محمود چلا اٹھا۔

لیکن دوسری طرف تو فون بند کر دیا گیا تھا۔

"آؤ بھئی..... جلدی کرو..... ادھر پھر کوئی گڑبڑ ہے"۔

وہ آندھی اور طوفان کی طرح نواب شاہی کی طرف روانہ ہوئے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ ہو کیا رہا ہے" خان رحمان نے جھلاہٹ کے عالم میں کہا۔

"اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جمشید کو بلا لیتے ہیں..... کیوں محمود؟"

"ابھی نہیں انکل..... وہ برا مانیں گے"۔

"کیا مطلب..... بلانے کا برا مانیں گے"۔

"ہاں بالکل..... ان کا ایک اصول ہے..... ہمارے سلسلے میں وہ معاملے کو اس وقت تک خود دیکھو..... جب تک کہ انہیں بلائے بغیر چارہ نہ رہے..... لہٰذا ہم آخری حد تک خود کوشش کرتے ہیں"۔



"اصول تو خیر یہ تم تینوں کے حق میں بہت اچھا ہے"۔ خان رحمان بولے۔

آخر وہ نواب شاہی کی کوٹھی میں داخل ہوئے..... یہاں اب ہو کا عالم تھا..... تمام مہمان رخصت ہو چکے تھے..... اور بیرونی حصے میں کوئی نہیں تھا، یہاں تک کہ ملازم بھی نہیں تھے..... وہ بے تابانہ انداز میں آگے بڑھے..... محمود نے زور دار انداز میں دستک دی..... جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دی..... دروازہ کھلا تو انہیں نواب شاہی کا چہرہ نظر آیا..... چہرے پر خوف ہی خوف تھا۔

"کیا ہوا نواب صاحب"۔ خان رحمان گھبرا گئے۔

"اندر..... اندر کوئی ہے..... جب محمود نے فون کیا..... اسی وقت میں نے کسی کی موجودگی کو محسوس کیا تھا..... اور میری چیخ نکل گئی"۔ انہوں نے [illegible] بتایا۔

"آپ نے کس طرح محسوس کیا کہ اندر کوئی ہے"۔

"کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی تھی..... پھر قدموں کی چاپ بھی بالکل صاف سنائی دی تھی..... دراصل وہ بم والا واقعہ پیش نہ آیا ہوتا تو میں کبھی اس حد تک خوف زدہ نہ ہوتا"۔

"پھر آپ نے کیا کیا"۔

"میں نے کمرے کا دروازہ فوراً بند کر لیا..... گھر کے باقی افراد بھی اسی وقت اس کمرے میں تھے..... صرف ملازم باہر تھے..... لیکن مہمانوں کے

جانے کے بعد میں نے انہیں بھی چھٹی دے دی تھی..... اور وہ اپنے
میں چلے گئے تھے"۔

"اوہ اچھا..... لیکن صورت حال اگر یہ تھی تو پھر آپ ہمارے
جانے پر اس کمرے سے کیسے نکل آئے"۔

"اس کے بعد قطعاً کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی..... اور پھر
سوچا کہ وہ جو کوئی بھی ہے..... آپ لوگوں کے آنے کے بعد تو
حرکت نہیں کرے گا"۔

"ہوا تو ٹھیک ہی ہے..... لیکن آپ کو نکل کر نہیں آنا چاہیے تھا.....
دیکھتے ہیں..... بیرونی دروازہ بند کر دیں..... باقی تمام دروازے
کر دیں"۔

"سب دروازے پہلے ہی اندر سے بند ہیں" یہ کہہ کر انہوں
دروازہ بند کر دیا۔

محمود نے پستول جیب سے نکال لیا۔

"آپ کو آواز کس طرف سنائی دی تھی"۔

"جس کمرے میں ہم تھے..... اس کے ساتھ والے کمرے میں"۔

اب وہ اس کمرے کی طرف بڑھے..... کمرے کا دروازہ باہر سے
نہیں تھا..... محمود نے اس پر ہاتھ مارا..... تو وہ کھلتا چلا گیا..... کمرہ خالی تھا

"یہاں کوئی نہیں ہے"۔



"اسے یہاں بیٹھے رہنے کی تو کوئی ضرورت بھی نہیں تھی" نواب
صاحب نے منہ بنایا۔

"ہاں یہ بات ہے..... خیر ہم باقی کوٹھی میں بھی دیکھیں گے"۔

انہوں نے پوری کوٹھی دیکھ ڈالی..... لیکن کوئی نظر نہ آیا۔

"ضرور آپ کو وہم ہوا تھا"۔ محمود مسکرایا۔

"اب تو یہی کہا جائے گا" وہ بولے۔

"خیر..... راجے کالیا کے میک اپ میں مسٹر لارڈ یہاں آیا تھا..... ظاہر
ہے وہ راجے کالیا کی کار میں ہی آیا ہو گا..... اب سوال یہ ہے کہ وہ گاڑی
کہاں ہے"۔

"گاڑی باہر کھڑی تھی..... لیکن میں اس کو اندر گیراج میں لے آیا
تھا"۔

"کیوں! آپ کے پاس چابی کہاں سے آگئی؟" محمود نے انہیں گھورا۔

"چابی گاڑی میں ہی لگی مل گئی تھی"۔

"اوہ اچھا..... ارے ہم نے لارڈ کے بارے میں پتا ہی نہیں کیا"۔

اب محمود نے توحید احمد کے نمبر ڈائل کیے..... سلسلہ ملنے پر وہ بولا۔

"یہاں فنگر پرنٹ کا عملہ بھیج دو"۔

"آپ کا مطلب ہے..... نواب صاحب کے ہاں"۔

"ہاں یہیں"۔ اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

"میں بھی اب خطرے کی بو محسوس کر رہی ہوں" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"تب پھر نواب صاحب..... آپ اسی کمرے میں بند ہو جائیں..... ہم باہر ٹھہر کر حالات کا جائزہ لیں گے"۔

"لل..... لیکن میں تم لوگوں کو کیوں خطرے میں ڈالوں"۔

"آپ ہماری فکر نہ کریں..... ہم ایسے حالات کے عادی ہیں" محمود مسکرایا۔

نواب صاحب نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا..... ایک بار پھر انہوں نے پوری کوٹھی کا جائزہ لیا..... لیکن رات کا وقت تھا..... پورے باغ کی چھان بین نہیں کر سکتے تھے..... اور اس بات کا امکان تھا کہ مجرم باغ میں چھپ گئے ہوں۔

آخر دفتر سے عملہ وہاں پہنچ گیا۔

"گیراج میں ایک گاڑی کھڑی ہے..... اس کے اندر اور باہر سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیں"۔

"جی بہتر!" انچارج نے کہا اور وہ چلے گئے..... جلد ہی ان میں سے ایک واپس آ گیا۔

"سر..... وہاں تو تین کاریں کھڑی ہیں"۔

"او ہاں! اچھا..... ایک منٹ" یہ کہہ کر محمود دروازے پر آیا اور انگلی سے ٹھک ٹھک کر کے بولا۔



"انکل نواب..... رائے کالیا کی گاڑی کون سی ہے"۔

"سرخ رنگ والی"۔

"سرخ رنگ کی گاڑی پر کام کرو بھئی"۔

"جی بہتر" وہ چلا گیا۔

وہ ایک بار پھر کوٹھی کا جائزہ لینے لگے..... پانی کے تالاب کے ارد گرد وہ مچھلیاں اسی طرح پڑی تھیں..... اور بھی تمام چیزیں جوں کی توں تھیں..... صفائی کا کام دوسرے دن پر چھوڑ دیا گیا تھا..... ایسے میں عملے کا ایک آدمی دوڑتا ہوا وہاں آیا..... اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں..... وہ اس کی حالت دیکھ کر چونک اٹھے۔

"تمہیں کیا ہوا بھئی"۔

"س..... سر..... گیراج میں کوئی ہے..... کوئی چھپا ہوا ہے"۔

"کیا مطلب..... کیا وہ اتنا بڑا گیراج ہے"۔

"جی ہاں..... وہاں قریباً پانچ گاڑیاں کھڑی کی جا سکتی ہیں"۔

"لیکن وہاں چھپنے کی جگہ کہاں ہو سکتی ہے بھلا"۔

"چل کر دیکھ لیں جناب..... ویسے ہمیں بہت خوف محسوس ہو رہا ہے"۔

"آئیے چلیں..... ڈرنے کی کیا بات ہے"۔

وہ گیراج میں داخل ہو گئے..... اتنا بڑا گیراج دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں..... پھر انہوں نے پورے گیراج کا جائزہ لیا۔

"یہاں کس طرف کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا تمہیں؟"

"اس طرف..... اس سرخ کار کے آس پاس۔"

انہوں نے پورے گیراج کا جائزہ لیا..... لیکن وہاں کچھ نہیں تھا۔

"نہیں بھئی..... تم لوگوں کو بھی ضرور وہم ہوا ہے۔"

"بھی سے آپ کی کیا مراد ہے..... کیا ہم سے پہلے بھی یہاں کسی کو [illegible] ہوا ہے۔"

"ہاں! نواب انکل کو..... انہوں نے محسوس کیا تھا کہ کوٹھی میں کوئی [illegible] ہے۔"

"ارے باپ رے..... بالکل یہی ہم نے محسوس کیا تھا..... تب پھر [illegible] ضرور کوئی جن بھوت ہے۔" توحید احمد گھبرا گیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے..... اب ہم سرخ کار سے انگلیوں کے نشانات اٹھا[illegible] گے اور یہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک..... محمود نے کہا اور یہ وہاں سے نکل آئے۔

"لیکن بھئی..... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔"

"یہی کہ..... نواب صاحب کو بھی آوازیں سنائی دیں..... توحید احمد [illegible] اور اس کے ساتھیوں کو بھی..... سب کو تو وہم نہیں ہو سکتا" خان رحمان نے کہا۔



"اوہو..... انکل..... ہمیں کیوں کچھ نظر نہیں آتا؟" فاروق مسکرایا۔

"اور ہمیں کیوں کچھ سنائی نہیں دیتا؟" فرزانہ بولی۔

"پتا نہیں..... کیا چکر ہے؟" پروفیسر داؤد نے کندھے اچکائے۔

"اور وہ لارڈ بھی غائب ہے..... اس سے ہم بہت کچھ معلوم کر سکتے [illegible]۔"

"اور نواب صاحب آپ کیوں ذہن پر زور نہیں دیتے؟" فرزانہ نے [illegible] گھورا۔

"کیا مطلب..... مجھ سے کس بات پر غور کرانا چاہتی ہو تم فرزانہ؟" [illegible] صاحب چونک گئے۔

"اس بات پر کہ آخر وہ کون ہے..... جو آپ کی موت کا خواہش مند [illegible]۔"

"میں بتا چکا ہوں..... میری کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے" انہوں نے [illegible]۔

"تب پھر..... لارڈ کون ہے..... وہ کیوں آپ کو بم کے ذریعے ہلاک [illegible]" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ارے باپ رے..... اگر تم مجھ سے وہ چھین نہ لیتیں..... تو وہ [illegible] میں پھٹتا۔"

"خدا کا شکر کریں انکل نواب..... اللہ نے آپ کو بچا لیا..... لیکن [illegible] نہیں ہو جاتی۔"

"کیا مطلب؟"۔

"جب تک ہم یہ نہ معلوم کر لیں گے..... کہ آپ کو کون ہلاک کرنا چاہتا ہے..... اس وقت تک ہمیں سکون نصیب نہیں ہو گا"۔

"ہاں خیر..... یہ بہت ضروری ہے" نواب صاحب نے سر ہلایا۔

عین اس وقت فرزانہ کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا..... اس کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"نن نہیں..... نہیں..... نہیں"۔

******



# کیا

"بات سمجھ میں نہیں آئی" انسپکٹر جمشید فون کا ریسیور رکھتے ہوئے بولے۔

"جی..... کون سی بات سر"۔

"ابھی میں نے خالد جانبازی کی لاش کے بارے میں بتایا..... وہ حد سے زیادہ گھبرا گئے اور فوراً بول اٹھے..... میں آ رہا ہوں..... میں آ رہا ہوں..... انہوں نے یہ بھی نہیں پوچھا..... لاش کس کی ملی ہے"۔

"حیرت ہے..... کمال ہے..... آخر یہ ہو کیا رہا ہے" مسٹر بیگ العلی نے پریشان ہو کر کہا۔

"اب ہم براہ راست آپ سے بات کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے ان کے چہرے پر نظریں جما دیں۔

"کیا مطلب..... براہ راست"۔

"جی ہاں براہ راست"۔

"پہلے بھی تو آپ براہ راست ہی بات چیت کرتے رہے ہیں"۔

"جی نہیں ...... مجھے ...... ہم نے ایک شخص کو گرفتار کیا تھا ......
ہونے والے نے اپنا نام ڈوگی بتایا تھا"۔

"او۔ ڈوگی" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! ایک ڈوگی نہیں ...... ہم نے تین ڈوگی گرفتار کیے تھے"۔

"کیا ...... تین ڈوگی"۔

"چلانے کی ضرورت نہیں ...... آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں
اس سلسلے میں آپ نے اور مسٹر وزیر خارجہ نے مل کر جو ڈرامہ کھیلا ...
سے بھی ہم اچھی طرح واقف ہیں ...... پہلے ایک ڈوگی کو رہا کر دیا گیا ...
آئی جی صاحب کو وزیر خارجہ نے بتایا کہ ڈوگی کو رہا نہیں کیا گیا ......
اب بھی انسپکٹر جمشید کے دفتر میں بیٹھا ہے ...... یہ دیکھنے کے لیے آئی
صاحب میرے دفتر میں آئے ...... انہیں ساری کہانی سنائی گئی ...... پھر
وزیر خارجہ صاحب کا مطالبہ تھا' ڈوگی کو رہا نہیں کیا گیا ...... رہا کیا جائے ...
آخر ایک اور ڈوگی کو چھوڑ دیا گیا ...... لیکن تیسرے ڈوگی کو ہم نے بھی
چھوڑا ...... یہ اور بات ہے کہ وہ اس کو بھی چھڑانے کے چکر میں ہیں
اب آپ سیدھی طرح بتائیں ...... ان دو ڈوگیوں کو کہاں رکھا گیا ہے ...
یہ ایک ہی شکل کے تین تین آدمی کہاں سے آ گئے ...... جن کی انگلیوں
نشانات تک ایک جیسے ہیں ...... جب کہ دنیا میں یہ بات ناممکن ہے ...
ایک شخص کی انگلیوں کے نشانات کسی دوسرے سے نہیں مل سکتے ...
یہاں تو تین آدمیوں کے ایک جیسے ہیں"۔



میں ان ڈوگیوں بوگیوں کے بارے میں نہیں جانتا"۔ اس نے جھلا کر
کہا۔

"وزیر خارجہ نے آپ کو فون کیا تھا ...... اس فون کو ریکارڈ کیا گیا ہے
... میں آپ کی اور وزیر خارجہ کی آوازیں محفوظ ہیں"۔

"آوازوں کا کیا ہے ...... آوازیں تو بدل لی جاتی ہیں"۔

"اچھا! تو بتا دیں ...... آپ کا فرنان لا سے کیا تعلق ہے"۔

"کک ...... کیا مطلب؟" وہ بری طرح اچھلا۔

"اور یہ فرنان لا ہے کیا بلا؟" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں ...... آپ اپنی خیر منائیں ...... ڈوگیوں کے
سلسلے میں تحقیقات یہیں روک دیں اور فرنان لا کا نام تک زبان پر نہ لائیں
ورنہ آپ کو اس طرح غائب کر دیا جائے گا جیسے کبھی تھے ہی نہیں"۔
... نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"یہ ...... یہ الفاظ آپ نے مجھ سے کہے ...... ایک ذمے دار سرکاری
... سے ...... جو اس وقت ڈیوٹی پر ہے ...... اور قتل کے ایک کیس کی تفتیش
... ہے ...... میرے ملک میں' میرے شہر میں ...... اور مجھے یہ الفاظ آپ نے
... ہوش و حواس میں ہوتے ہوئے کہے ...... یا پھر آپ نشے میں ہیں
... آپ نشے میں ہیں تو میں ان الفاظ سے درگزر کر لوں گا ...... لیکن پہلے
... بات کا ثبوت حاصل کیا جائے گا کہ آپ نشے میں ہیں"۔

"اس کی ضرورت نہیں"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"اس کی ضرورت نہیں؟"۔

"اس لیے کہ..... آپ مجھے نشے میں ثابت کریں..... میں اس وقت میں ہرگز نہیں ہوں اور یہ الفاظ میں نے ہوش و حواس میں رہتے ہوئے کہے ہیں"۔

"اس صورت میں مجھے آپ کو گرفتار کرنا ہو گا..... کیونکہ یہ میری توہین کا نہیں..... میری ذات کا نہیں..... میرے ملک کی توہین ہے ..... کیونکہ اس وقت میں وردی میں ہوں' ڈیوٹی پر ہوں..... اور آپ نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے ڈوگی کیس سے ہاتھ نہ اٹھایا تو آپ غائب کرا دیں گے..... اس طرح غائب کرا دیں گے جیسے میں کبھی تھا ہی نہیں ..... یہی الفاظ کہے ہیں نا آپ نے"۔

"بالکل یہی الفاظ کہے ہیں..... تو پھر..... آپ کیا کر لیں گے..... کیا کر لیں گے میرا"۔

"آپ میرے پستول کی زد میں ہیں..... اس بات کا خیال رہے..... میرا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا..... حرکت نہ کیجیے گا"۔

یہ کہ کر انہوں نے دفتر کے نمبر ڈائل کیے..... پھر خفیہ الفاظ میں ہدایات دیں..... اور فون بند کر دیا..... عین اس وقت انہوں نے گاڑی کے ہارن سنے..... پھر گاڑی رکنے کی آواز سنائی دی۔

قدموں کی آواز سن کر ان کے رخ بیرونی سمت میں ہو گئے..... انہوں نے دیکھا..... ایک بھاری بھرکم آدمی بڑی شان سے چلا آ رہا تھا۔



"آئیے..... خالد جانبازی صاحب..... بہت اچھے موقعے پر آئے"۔

"جی..... مسٹر جیکی..... کیا مطلب..... اچھے موقعے پر..... لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے گھر میں ایک عدد لاش ملی ہے"۔

"ہاں! یہ بھی درست ہے' لیکن اس لاش کا ہم سے کوئی تعلق نہیں' کیونکہ جس وقت یہ قتل ہوا' ہم آپ کے ہاں شادی میں تھے"۔

"اس میں کوئی شک نہیں..... آپ تمام وقت میرے ہاں رہے ہیں ..... آپ کو اس دوران میں اور بھی کئی لوگوں نے دیکھا ہے"۔

"لیکن یہ لوگ مجھے پریشان کر رہے ہیں"۔

"کیا بالکل غلط..... آپ نے یہ بات' میں جانتا ہوں' مذاق میں کہی ہے" خالد جانبازی نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"مطلب یہ کہ مسٹر جیکی لین کو اس ملک میں کوئی پریشان نہیں کر سکتا' ..... یہ لوگ چاہیں پریشان کر کے رکھ دیں"۔

"آخر ان میں ایسی کیا بات ہے؟" اکرام نے جھلا کر کہا۔

"بہت جلد آپ کو معلوم ہو جائے گا"۔

"اگر یہ بات ہے..... تب تو پھر آپ ان کے وہاں موجود ہونے کی گواہی عدالت میں دیں گے..... چاہے یہ وہاں نہ بھی رہے ہوں"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" خالد جانبازی نے جھلا کر کہا۔

"جب یہ آپ کو اس حد تک جانتے ہیں..... پسند کرتے ہیں
گواہی کیوں نہیں دیں گے"۔

"لیکن میں سچی گواہی دوں گا..... جھوٹی نہیں" وہ بولے۔

"خیر خیر..... مسٹر جانبازی آپ کیا کام کرتے ہیں"۔

"یہ آپ پہلے بھی پوچھ چکے ہیں..... اب سن لیں..... ایک ا
مالک ہوں"۔

"اوہ! اب میں سمجھا"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"اور آپ کیا سمجھے؟"۔

"یہ کہ آپ کیوں رعب جھاڑ رہے ہیں..... اب ذرا یہ بھی
..... آپ کے دوست کو اس ملک میں کوئی کیوں پریشان نہیں کر سکتا"۔

"یہ انشارچہ کے بہت قریبی آدمی ہیں..... اس ملک کے کسی بھی
یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں"۔

"کیا مطلب..... کیا یہ ہر شہر کے گورنر لگے ہوئے ہیں"۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا..... انہیں گورنر والے اختیارات
ہیں"۔

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"کیوں، کیا ہوا آپ کو یہ سن کر دھکا لگا"۔

"قدرتی بات ہے..... ایک غیر سرکاری اور غیر ملکی آدمی کو گ
والے اختیارات آخر کس نے دیے"۔



"انشارچہ نے دلائے..... آپ کے صدر نے دیے"۔

"میں ان سے بات کروں گا" وہ بولے۔

"کس سے..... انشارچہ سے یا اپنے صدر سے" جیکی لین نے مذاق
نے کے انداز میں کہا۔

"اپنے ملک کے صدر سے" وہ جل کر بولے پھر انہوں نے مسکرا
کر کہا

"خیر..... اب ہم یہاں اپنا کام کریں گے..... لاش کے بارے میں
ری عمل کریں گے..... ویسے کیا آپ واقعی نہیں جانتے..... یہ شخص
ہے"۔

"جی..... جی نہیں"۔ جیک نے فوراً کہا۔

"اور آپ مسٹر خالد جانبازی"۔

"گی میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں" اس نے منہ بنایا۔

"حالانکہ آپ ایک اخبار کے مالک ہیں" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟"۔

"اخبار والے تو لوگوں سے خوب واقف ہوتے ہیں..... اوکے.....
آپ ماتحتوں کو بلا لو..... یہ خیال رہے..... مقتول کو پہلے بے ہوش کیا
حوض کے کنارے لٹا کر خنجر کا وار اس کے پیٹ پر کیا گیا اور تڑپتے
ں گرا دیا گیا..... لہٰذا ایسا کرنے والے کی انگلیوں کے نشان.....
دستانے نہیں پہنے ہوئے تھے..... حوض کے ڈھکنے پر یا ادھر ادھر

کہیں ضرور پائے جائیں گے..... بہت احتیاط سے ہر چیز کا جائزہ لیا جائے

کیونکہ میرے خیال میں یہ بھی صاحب..... قاتل ہیں"۔

"آپ..... آپ کا مطلب ہے..... میں" جیکی لین نے حیران ہو کر

"ہاں؟ آپ"۔

"آپ نے سنا نہیں..... میں خالد صاحب کی دعوت میں شریک تھا

"آپ دونوں گہرے دوست ہیں..... یہ بھلا اس بات کی گواہی

نہیں دیں گے..... جب کہ آپ کا یہ پروگرام پہلے سے تھا..... آپ نے

صاحب کو بتا دیا تھا کہ کیا پروگرام ہے..... لہٰذا آپ یہ گواہی دیں گے

میں اور میرے گھر والے تمام وقت ان کے پاس رہے"۔

"لیکن وہاں اور لوگ بھی موجود تھے..... بلکہ اب بھی موجود

بہت سے مہمان تو ابھی موجود ہیں..... ایک دو دن ٹھہر کر جائیں گے

جانبازی نے چلا کر کہا۔

"یہ اور اچھی بات ہے کہ مہمان ابھی موجود ہیں..... ہم ان سے

بات چیت کریں گے"۔

"ضرور کریں..... ہمیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔

"مسٹر جیکی لین..... وہ ڈوگی کہاں ہیں"۔

"نہیں بتا سکتا..... آپ اس سلسلے میں مجھ پر کس طرح رعب ڈال

رہے ہیں"۔

"کک..... کیا مطلب..... ڈوگی..... یعنی کتا"۔ خالد جانبازی نے



"ارے نہیں..... ڈوگی ایک شخص کا نام ہے"۔

"لیکن انہوں نے تو وہ ڈوگی کہا ہے"۔

"ہاں! دونوں آدمیوں کا نام ڈوگی ہے" جیکی مسکرایا۔

"میں نے پوچھا تھا..... دونوں ڈوگی اب کہاں ہیں" انسپکٹر جمشید نے

انداز میں کہا۔

"اور میں نے جواب دیا تھا..... میں نہیں بتا سکتا..... اور میں کیوں

..... جب کہ آپ کے وزیر خارجہ نے انہیں رہا کر دیا ہے..... آپ

نے رہا نہیں کیا" اس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تب پھر میں بتا دیتا ہوں..... وہ کہاں ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تو پھر بتائیں" خالد جانبازی نے حیران ہو کر کہا۔

"قبرستان میں"۔

"کیا!!!" دونوں ایک ساتھ چلا اٹھے۔

******

# دروازہ

"کک..... کیا ہوا فرزانہ؟" محمود اور فاروق ایک ساتھ بولے۔

"ہم نے اپنا کام نہیں کیا..... اور سب سے پہلے وہی کام کرنا چاہیے ..... لیکن میرا خیال ہے..... ہمیں دیر ہو چکی ہے..... اور اب ہم کچھ نہیں کر سکیں گے" اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"پتا نہیں..... تم کیا کہہ رہی ہو..... یہاں تو دور دور تک خوف زدہ ہونے کی کوئی بات نظر نہیں آتی"۔

"خوف زدہ ہونے کی مکمل وجہ موجود ہے..... میں بلاوجہ خوف زدہ نہیں ہو سکتی..... بہرحال ہمیں فوراً پوزیشنیں سنبھال لینی چاہئیں..... انکل نواب آپ اندرونی کمرے میں چلے جائیں..... دروازہ اندر سے بند کر لیں..... آپ اور آپ کے گھر والے اس کمرے میں بند رہیں گے..... جب تک ہم نہ کہیں..... آپ باہر نہیں نکلیں گے"۔

"آخر بات کیا ہے" نواب صاحب چلائے۔



"لارڈ کسی لمحے بھی حملہ آور ہونے والا ہے..... افسوس! ہم نے باتوں میں بہت وقت ضائع کر دیا..... ہمیں سب سے پہلے انکل کی حفاظت کے انتظامات کرنے چاہئیں تھے"۔

"اوہ اوہ" ان کے منہ سے نکلا، پھر خان رحمان بولے۔

"لیکن فرزانہ..... لارڈ کا تو دور دور تک پتا نہیں"۔

"آپ نہیں جانتے..... وہ پہلے رائے کمال کے میک اپ میں یہاں آیا تھا..... اب کسی اور کے میک اپ میں آئے گا اور ہم جان نہیں سکیں گے کہ وہ آ چکا ہے..... ہو سکتا ہے..... وہ آ بھی چکا ہو..... اور ہمیں علم تک نہ ہوا ہو"۔

"ہرگز نہیں..... یہاں کوئی نہیں آیا" نواب صاحب نے پرزور انداز میں کہا۔

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بج اٹھی..... تمام دروازے انہوں نے پہلے سے بند کر رکھے تھے۔

"لیجیے..... پھر..... وہ آ گیا"۔

"ارے..... نہیں..... وہ کوئی اور ہو گا..... تم لوگ بلاوجہ مجھے ڈرا رہے ہو"۔

"اچھی بات ہے..... میں دیکھتا ہوں"۔

یہ کہہ کر محمود بیرونی دروازے کی طرف چلا گیا..... باقی لوگوں کی نظریں اس پر جمی رہیں، یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"باہر کون صاحب ہیں"۔

"آپ کا پرانا دوست" باہر سے لارڈ کی آواز سنائی دی۔

"ہائیں..... آپ پھر آ گئے..... وہ بھی اس قدر جلد"۔

"آنا ہی تھا..... کام جو ادھورا رہ گیا تھا..... اور یہ سب تم لوگوں
وجہ سے ہوا..... نہ تم وہ چین نواب سے مانگتے..... نہ ایسا ہوتا..... لیکن
کوئی بات نہیں..... نواب کون سا کہیں بھاگ گیا ہے..... وہ بھی یہیں ہے
تم بھی یہیں ہو..... اور میں ایک بار پھر تمہاری خدمت کے لیے
ہوں"۔

"شاید تم فاروق کی گولی کو بھول گئے ہو"۔

"نہیں..... نہیں بھولا..... تم میں فاروق کا نشانہ غضب کا ہے.....
نے اپنی زندگی میں ایسا نشانہ آج تک کسی کا نہیں دیکھا"۔

"اوہو..... مسٹر لارڈ..... تم غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے" محمود نے
بتایا۔

"کیا مطلب..... غلط فہمی کیسی"۔

"فاروق نے تمہاری ایڑی کا نشانہ لیا تھا" محمود ہنسا۔

"کیا مطلب؟" وہ بری طرح چونکا۔

"مطلب یہ کہ اس نے نشانہ تو لیا تھا ایڑی کا..... گولی تمہارے
جبڑے پر..... تو اس طرح یہ نشانہ بہترین کیسے ہو گیا"۔



"ایسے کہ..... اس نے میری اچھل کود کا درست ترین جائزہ لے لیا
مجھے گولی مارنے کا یہی طریقہ تھا..... وہ تو ذرا سی کسر رہ گئی..... ورنہ گولی
میری کن پٹی پر"۔

"اوہ..... اوہ" اس کے منہ سے نکلا۔

"خیر چھوڑو..... ہم بھی کن باتوں میں الجھ گئے..... اب آپ دروازہ
کھول دیں..... تاکہ میں اندر آکر نواب صاحب کا خاتمہ کر سکوں"۔

"ارے باپ رے..... اتنا خوف ناک کام آپ ہماری موجودگی میں
کریں گے"۔

"اور نہیں تو کیا..... تم دروازہ کھولتے ہو یا میں اپنا کام شروع
کر دوں"۔

"ایک منٹ جناب..... میں ذرا اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لوں"۔

"میں سمجھ گیا" وہ ہنسا۔

"کیا سمجھ گئے تم؟"۔

"اب آپ ادھر ادھر فون کریں گے..... لیکن آپ کی اطلاع کے لیے
عرض کر دوں کہ آپ اپنی مدد کے لیے کسی کو نہیں بلا سکیں گے"۔

"غلط..... بالکل غلط" محمود نے بلند آواز میں کہا۔

"کیا غلط؟"۔

"یہ کہ ہم مدد کے لیے کسی کو نہیں بلا سکیں گے"۔

"تو کیا بلا سکو گے"۔

"ہاں بالکل"۔

"ہاہا..... کوشش کر کے دیکھو..... پھر دروازے پر آ کر مجھے بتانا.....

اس کے بعد اپنا کام شروع کروں گا"۔

"اپنا کام..... کیا مطلب..... کون سا اپنا کام؟" محمود نے بھنا کر کہا۔

"اس کے بارے میں پھر بتاؤں گا..... پہلے مدد کے لیے ہاتھ

"ایسی بھی کوئی بات نہیں..... تم سے تو ہم بھی نپٹ سکتے ہیں"۔

"ابھی تم نے میرا اصل روپ کہاں دیکھا ہے..... میرے

تمہارے والد بھی پانی بھرتے نظر آئیں گے"۔

"میرے چھوٹے بھائی کی گولی سے تم بے ہوش ہو گئے تھے.....

ڈینگیں مار رہے ہو اتنی لمبی چوڑی"۔

"وہ ایک اتفاق تھا..... دوسرے میں اس خیال میں تھا کہ تم

..... کیا ہو گا تمہارا نشانہ..... گویا میں نے سوچا تھا..... کیا پدی کیا پدی

شوربہ"۔

"اچھی بات ہے..... میں ابھی آتا ہوں..... اپنے ساتھیوں سے مل

کر کے"۔

"ہاں بالکل..... ویسے تمہیں مجھ جیسا دشمن بھی ڈھونڈے نہیں

گا"۔

"ہمیں ڈھونڈنے کی ضرورت بھی کیا ہے" محمود نے جل بھن کر کہا

اندر کی طرف چل پڑا۔



ادھر پہلے ہی سب کے کان دروازے پر ہونے والی گفتگو کی طرف

[illegible] ہوئے تھے..... اس کے نزدیک آنے پر فاروق نے کہا۔

"ہم نے ساری بات چیت سن لی ہے..... میرے خیال میں ہمیں اپنی

[illegible] اس کی مدد تو لے ہی لینی چاہیے"۔

"اچھی بات ہے..... میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا اس لیے کہ نہ

[illegible] حالات کیا ہو جائیں"۔

انھوں نے فون کرنے کی کوشش شروع کی..... لیکن تمام فون بالکل بند

تھے۔

"[illegible] بات نہیں..... ہمارے پاس موبائل ہیں" محمود نے کہا۔

موبائل پر نمبر ملانے کی کوشش کی گئی..... لیکن یہاں بھی ناکامی کا منہ

دیکھنا پڑا۔

"اس ظالم نے تو موبائل تک بیکار کر دیے" فاروق نے کانپ کر

کہا۔

"لیکن کیسے؟" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"یہ نہیں..... اس بات کو چھوڑو اور فی الحال یہ سوچو..... تو اب انکل

[illegible] کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں..... فرض کیا وہ دروازہ توڑ دیتا ہے اور

[illegible] داخل ہو جاتا ہے"۔

"اوہ..... ہم ایسی بات فرض کیوں کریں..... ہم اسے اندر کیوں

[illegible] دیں گے بھلا" فاروق نے منہ بنایا۔

"ابھی سوچ لو..... غور کر لو..... فرض کرنے میں کیا حرج ہے" م
داؤد نے جلدی جلدی کہا۔

"او کے..... آپ کہتے ہیں تو کر لیتے ہیں فرض" فاروق نے گو
مانتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ اندر آجاتا ہے..... تو ہم اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے"
بولا۔

"فرض کیا ہم مقابلے میں ہار جاتے ہیں" فاروق مسکرایا۔

"پھر وہی فرض..... تم پر فرض کرنے کا بھوت تو سوار نہیں ہو گیا"

"ہائیں..... کیا فرض کرنے کا بھی بھوت ہوتا ہے" فاروق کے لہ
بلا کی حیرت تھی۔

"حد ہو گئی..... ارے بھئی اس وقت ہم بہت نازک صورت حال
دوچار ہیں"۔

"ہاں! یہ تو ہے..... اچھا خیر..... ہم اس سے جان توڑ کر مقابلہ ک
گے..... لیکن اس بات کا اتفاق بہر حال موجود ہے کہ کہیں ہم اس سے
جائیں..... اس صورت میں وہ اس کمرے کا دروازہ کھول لے گا.....
نواب انکل کو موت کے گھاٹ اتار دے گا"۔

"نن..... نہیں..... نہیں" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"تب پھر پہلے انہیں کسی محفوظ مقام پر پہنچانا ہو گا" فرزانہ نے
کے عالم میں کہا۔



آؤ..... ان سے پوچھتے ہیں..... ان کے گھر میں کوئی ایسا مقام ہے یا

ور ہوتا تو وہ پہلے ہی بتا دیتے..... اور اس کمرے میں بند نہ
ے۔

ہماری موجودہ صورت حال کے پیش نظر ان سے پوچھ لینے میں کیا
ہے"۔

کہا اور وہ اس کمرے کے دروازے پر چلے آئے..... جس میں
حب اور ان کے گھر کے افراد بند تھے۔

"اب انکل..... انکل شاہی" محمود نے انگلی سے ٹھک ٹھک کی۔

"ہاں کون..... کیا بات ہے"۔

"آپ کے گھر میں کوئی محفوظ مقام ہے"۔

"نہیں..... کیا اس کمرے میں ہم محفوظ نہیں ہیں"۔

دشمن اس کا دروازہ توڑ سکتا ہے"۔

تب..... تم جو باہر موجود ہو" نواب صاحب بولے۔

"میں اس صورت میں کر رہا ہوں..... جب وہ ہمیں لڑتے بھڑتے کے
جائے"۔

کیا مطلب..... کیا کوئی ایسی صورت پیش آسکتی ہے"۔

سکتی ہے..... اور نہیں بھی"۔

"ہوں..... ٹھیک ہے..... میرے گھر میں ایک تہ خانہ ہے"۔

"بھئی واہ...... یہ ہوئی بات" آپ کمرے کا دروازہ کھول دیں۔
آپ کو اس تہ خانے تک پہنچا دیا جائے" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل...... یہ کوٹھی کسی زمانے میں حویلی تھی نا...... اس [illegible]
وقت سے ہی تہ خانہ تھا...... جب میں نے حویلی خرید لی...... اور اس [illegible]
کی شکل دی تو تہ خانہ جوں کا توں رہنے دیا...... اب یہ ایک اتفاق ہے [illegible]
کا راستہ اسی کمرے میں کھلتا ہے" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے...... ویسے کیا اس کمرے [illegible]
راستہ نظر آتا ہے"۔

"نہیں...... دروازہ بھی خفیہ ہے"۔

"تو پھر آپ مہربانی فرما کر فوراً تہ خانے میں چلے جائیں...... ہم [illegible]
مقابلے کی تیاری کرتے ہیں...... اگر ہم نے اسے شکست دے دی [illegible]
آواز دیں گے"۔

"وہ...... لیکن تہ خانے میں کوئی آواز نہیں آ سکے گی"۔

"ہم اگر کمرے کا دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑائیں گے اور [illegible]
خانے کے دروازے سے کان لگائے کھڑے ہوں گے تو کیا اس صورت [illegible]
بھی آپ کو آواز نہیں آ سکے گی"۔

"آ سکے گی...... لیکن اس صورت میں یہ پتا نہیں چل سکے گا [illegible]
دروازہ آپ دھڑ دھڑا رہے ہیں یا لارڈ" نواب صاحب بولے۔



"[illegible] یہ بات بھی ہے...... خیر...... تو پھر ہم ایک اشارہ مقرر کر لیتے
[illegible] دروازہ پہلے تین بار مسلسل دھڑ دھڑاؤں گا...... پھر کچھ دیر رک
[illegible] اور پھر کچھ دیر رک کر صرف ایک بار...... کیا یہ ترتیب آپ کو یاد
[illegible]"۔

"ہاں بالکل...... تم فکر نہ کرو...... جونہی اس ترتیب سے دستک دی
[illegible]...... ہم تہ خانے کا دروازہ کھول دیں گے اور پھر اس کمرے کا
[illegible]"۔

"لیکن پھر بھی آپ ذرا احتیاط کیجیے گا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"[illegible] کمرے کا دروازہ کھولنے سے پہلے ہم سے بات کر لیجیے گا"۔

"اچھی بات ہے...... تم لوگ میرے لیے اپنی زندگیوں کو خطرے میں
[illegible]...... یہ بات میں کبھی نہیں بھولوں گا"۔

"[illegible] باتیں کرتے ہیں انکل...... آپ ہمارے انکل ہیں...... نواب
[illegible]"۔

عین اس وقت بیرونی دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔

"[illegible]...... وہ اب اور زیادہ انتظار کے موڈ میں نہیں معلوم ہوتا......
[illegible] انکل...... خدا حافظ...... آپ ہمارے لیے دعا کرتے رہیے گا"۔

"اچھا" وہ بولے۔

[illegible] دروازے کی طرف آئے۔

"ہاں مسٹر لارڈ..... کیا بات ہے"۔

"تم نے اپنی تیاریاں مکمل کر لی ہیں یا نہیں..... آخر میں کب تک
کروں؟"۔

"ہماری گھڑیاں ختم..... اب آپ کو جو کرنا ہے کریں"۔

"اچھا..... اس کا مطلب ہے..... تم میرے لیے دروازہ
گے"۔

"نہیں..... آخر یہ ہمارے نواب انکل کی زندگی اور موت
ہے..... ویسے ایک بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی..... آپ ان
جان کیوں لینا چاہتے ہیں"۔

"یہ راز ہے..... اور راز بتایا نہیں جاتا"۔

"او کے..... آپ آزاد ہیں"۔

"کیا تم اس بات پر حیران نہیں ہوئے کہ میں نے موبائل
کر دیئے..... دوسرے فون کے تار کاٹنا تو خیر ایک عام بات ہے"۔

"اس بات پر حیرت ضرور ہوئی ہے"۔

"ابھی اور ہوگی..... بلکہ بہت زیادہ ہوگی"۔

"کیا مطلب..... اور حیرت ہوگی"۔

"ہاں! اس لیے کہ میں لوگوں کو حیرت میں مبتلا کرتا
ہوں"۔

"آپ باتیں بہت کرتے ہیں"۔



"توڑ دو بھی دروازہ"۔ اس کی آواز سنائی دی۔

"ہائیں..... کیا آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں"۔ محمود دھک
سے رہ گیا۔

"ہاں اس بار میں اکیلا نہیں آیا..... پہلا تجربہ جو تلخ رہا"۔

"کوئی بات نہیں..... دوسرا اس سے بھی تلخ ثابت ہوگا"۔

"اور میں نے کہا ہے..... تم لوگوں کو اور زیادہ حیرت میں ڈالوں گا"۔
وہ ذرا ایک لمحے کے لیے رکا، پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو..... توڑ دو"۔

اور دروازے پر کوئی مشین چلنے لگی۔

"کیا ابھی آئی"۔ ایسے میں فرزانہ بول اٹھی۔

"کہاں چلیں"۔ محمود نے پکار کر کہا۔

فرزانہ نے کوئی جواب نہ دیا اور دوڑتی چلی گئی..... تین منٹ بعد اس
کی واپسی ہوئی..... تو دروازے میں انگلی کے برابر موٹا ایک سوراخ ہو چکا

"یہ دروازہ توڑ ڈالیں گے..... ہمیں مورچے سنبھال لینے چاہئیں.....
گولیوں سے بچانے کی صلاحیت اگر لارڈ میں ہے..... تو یہ ضروری نہیں
اس کے ساتھیوں میں بھی ہوگی..... لہٰذا ہم انہیں تو فوری طور پر گولیوں
سے اڑا سکیں گے"۔ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"ٹھیک ہے..... مورچے سنبھال لو..... اور پستول ہاتھوں میں لے

خان رحمان نے جلدی جلدی ان کے لیے سوراخ پر تجویز کے ان

دبک کر انھوں نے پستول نکال لیے۔

ادھر دروازے میں اس وقت تک چار سوراخ اور ہو چکے تھے

چاروں سوراخ نزدیک نزدیک کیے گئے تھے...... پھر کوئی چیز اس جگہ پر

گی..... جہاں سوراخ بنے تھے..... ایک چوکور ٹکڑا دروازے کا الگ

اندر کی طرف گرا..... پھر اس سوراخ میں ایک پستول کی نالی جھانکنے لگی

اس کے ساتھ ہی دوسری جگہ ایک سوراخ بن گیا..... اسی طرح اس

ساتھ تین سوراخ اور بنے..... اس جگہ بھی ضرب لگائی گئی..... یہاں

چوکور سوراخ بن گیا..... اب اس میں ایک ہاتھ داخل ہوا۔

محمود نے فوراً ہاتھ کا نشانہ لیا..... اور فائر کرنے ..... لیکن اس

پہلے اس پستول سے فائر ہوا..... جس کی نالی انھوں نے دیکھی تھی۔

محمود کے پستول کی نالی ٹیڑھی ہو گئی..... وہ خود وہاں بال بال بچا..... ا

کا سر ذرا اونچا ہوتا تو گولی نے اس کے دماغ میں سوراخ کر دیا تھا.....

کر باقی لوگوں نے اس ہاتھ کا نشانہ لے لیا اور فائر کر ڈالے..... لیکن ا

لمحہ حیران کن ترین تھا..... گولیاں اس ہاتھ پر بھی لگی تھیں..... لیکن

گولیوں نے اس ہاتھ کا کچھ بھی نہیں بگاڑا تھا۔

اور اسی وقت ہاتھ نے چٹخنی گرا دی..... دروازہ زوردار آواز

ساتھ کھلا۔

******



# کیا مطلب

دونوں کتنے ہی لمحے انھیں ٹکر ٹکر دیکھتے رہے..... پھر خالد جانبازی نے

... کہا۔

"آپ نے کیا کہا انسپکٹر جمشید..... دونوں ڈوگی کہاں ہیں؟"۔

"میں ایسی بات صرف اس صورت میں دہراتا ہوں، جب دوسرا سن نہ

... اور آپ دونوں کے زور سے اچھل پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ

... بہرا بلا سن لیا ہے"۔

"آپ پوچھتے ہیں..... فرتان لا کیا ہے؟"۔

"انگلینڈ کا ایک ادارہ ہے" وہ بولے۔

"اور وہاں کیا ہوتا ہے؟"۔

"مجھے نہیں معلوم" انھوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ دونوں ڈوگیوں کو فرتان لا لے جایا گیا ہے"۔

"ہاں بالکل! اس میں مجھے ایک فیصد بھی شک نہیں"۔

"اچھی بات ہے..... فرض کر لیتے ہیں..... دونوں ڈوگی دے رہے ہیں

پھر اس سے کیا ہوتا ہے..... ان دونوں کو آپ نے اپنے وزیر خارجہ کے

پر چھوڑا ہے"۔

"چھوڑ دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب وہ جو چاہیں

کریں"۔

"کیا مطلب..... وہ کیا کر رہے ہیں..... رہا ہونے کے بعد انہیں

فرزان لال لے جایا گیا تھا اور بس' اس کے بعد تو انہوں نے کچھ بھی نہیں

"اور اگر میں یہ بات ثابت کر دوں کہ" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"کہتے کہتے..... آپ رک کیوں گئے"۔ جیک لیس نے منہ بنایا۔

"یہ کہ اس شخص کا قاتل ڈوگی ہے..... تو؟"۔

"ارے باپ رے..... یہ..... یہ آپ کیا کر رہے ہیں.....

کے بعد وہ سیدھے فرزان لال گئے تھے..... اس کے بعد وہ وہاں سے

نکلے"۔

"تب پھر اس شخص کے قاتل دو آدمی ہو سکتے ہیں..... آپ ان

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا!!!" دونوں چیخ پڑے۔

"ہاں جناب..... یا قاتل آپ ہیں مسٹر جیک..... یا مسٹر خالد

اور یا پھر کوئی ایک ڈوگی"۔

"اور اس بات کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے"۔



"آپ کی ملی بھگت اس بات کی طرف صاف اشارہ ہے"۔

"ابھی تک آپ یہ ثابت نہیں کر سکے..... کہ قاتل میں ہوں..... میرا

وزارت ہے یا ڈوگی..... ملی بھگت کو اگر آپ ثبوت خیال کرتے ہیں تو.....

ثبوت عدالت میں پیش کریں"۔

"آپ فکر نہ کریں..... عدالت میں پیش کرنے کا جب وقت آئے گا

کریں گے۔ اس وقت تو میں فرزان لال کی سیر کرنا چاہتا ہوں" انسپکٹر جمشید

"آپ کا مطلب ہے' آپ فرزان لال کی تلاشی لینا چاہتے ہیں" جیکی نے

"آپ تلاشی کا لفظ بول سکتے ہیں..... میں نہیں..... میں تو صرف اس

عمارت کو اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں"۔

انسپکٹر جمشید نے پر سکون انداز میں کہا۔

"آپ کا جہاں جی چاہے جا سکتے ہیں..... اس شخص کے قتل کے الزام

میں سے کسی کو گرفتار کرنا چاہیں کر لیں..... ڈوگی کو پھر سے گرفتار کرنا

چاہتے ہیں کر لیں' ہمیں کوئی اعتراض نہیں..... ہم اندر اپنے کمرے میں ہیں

اگر کوئی ضرورت محسوس ہو تو ہمیں بلا لیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

دونوں برے برے منہ بناتے چلے گئے۔

"آؤ اکرام ..... ذرا فرتان لا ہو آئیں ..... ایک تو اس طرح
ادارے کو اندر سے دیکھ آئیں گے ..... دوسرے ڈوگیوں سے بھی ملاقات
ہو جائے گی ..... تمہارا عملہ یہاں اپنا کام مکمل کرے گا"۔

"جی بہتر ..... لیکن میں پہلے عملے کو ہدایات تو دے دوں"۔ اکرام نے
کہا۔

"اچھی بات ہے"۔

اور پھر وہاں سے فارغ ہو کر وہ راجر روڈ پہنچے ..... فرتان لا ادارہ
کے آخری سرے پر واقع تھا اور اس کے دوسری طرف گھنا جنگل تھا
اس جنگل کے بارے میں اکثر سننے میں آتا تھا کہ اس میں خونخوار
رہتے ہیں اور اگر کوئی بھولا بھٹکا انسان جنگل میں چلا جائے تو وہ اسے
کر رکھ دیتے ہیں ..... اسی لیے جنگل کے اردگرد خاردار تاروں کی
لگادی گئی تھی ..... یہ باڑھ اس قدر اونچی ضرور تھی کہ کوئی درندہ
پھلانگ کر اس طرف نہیں آسکتا تھا اور اس جنگل میں شکاری کی اجازت
نہیں تھی ..... کیونکہ جب بھی کوئی شکاری یا کچھ شکاری مل کر جنگل
کے لیے داخل ہوئے وہ خود درندوں کا شکار ہو گئے اور ان کی لاشیں
مل سکیں۔

فرتان لا کی عمارت کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے ..... اس
دیکھنے کا نہیں پہلے اتفاق نہیں ہوا تھا۔



"حیرت ہے اکرام ..... اس قدر طویل اور بلند عمارت اور ہم آج
پہلی بار دیکھ رہے ہیں"۔

"پہلے کبھی اس طرف آنے کی ضرورت جو پیش نہیں آئی"۔ اکرام
نے کہا۔

"ہوں ..... آؤ" وہ بولے۔

اب ان کی گاڑی عمارت کے صدر دروازے کی طرف چل پڑی .....
عمارت کے گرد بھی خاردار تاروں کی بلند باڑھ لگائی گئی تھی ..... پہلے
دروازے پر کوئی نگران وغیرہ نہیں تھا' وہ اندر داخل ہوئے تو انہیں
بڑا دروازہ نظر آیا ..... وہاں چار مسلح پہرے دار کھڑے تھے .....
انہیں دیکھتے ہی انہوں نے اپنی رائفلوں کے رخ ان کی طرف کر لیے۔

"خبردار ..... بس ..... اور آگے نہ آئیں"۔ ان میں سے ایک رائفل
والے نے گرج دار آواز میں کہا۔

"کیوں جناب! کیا ہوا؟"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ شارع عام نہیں" پہرے دار بولا۔

"چلیے مان لیا ..... یہ شارع عام نہیں ..... شارع خاص تو ہے"۔

"ہاں! یہ شارع خاص ہے ..... لہٰذا صرف خاص لوگ ہی اس طرف
آ سکتے ہیں"۔

"آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہم خاص لوگ ہیں"۔

"نہیں ہوئی خوشی" دوسرا بولا۔

"کیا کہا..... نہیں ہوئی خوشی"۔

"ہاں! نہیں ہوئی" وہ بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔

"ہمارے نزدیک خاص لوگ صرف وہ ہیں..... جن کا تعلق قرنان لا سے ہے..... اور آپ کا تعلق ہم جانتے ہیں..... قرنان لا سے نہیں ہے"۔

"لیکن ہم سرکاری آفیسر ہیں..... آپ پہلے ہمارے کارڈ دیکھیں پھر ہماری آمد کی اطلاع دیں..... قرنان لا کا انچارج ہمیں فوراً اندر بلائے گا"۔

"جی نہیں" ایک نے منہ بنایا۔

"کیا کہا..... جی نہیں"۔

"ہم نے یہی کہا ہے..... جی نہیں"۔

"بات پلے نہیں پڑی..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"یہ کہ آپ اندر نہیں جاسکتے"۔

"آپ ہمارے کارڈ اندر پیش کریں" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اجازت نہیں"۔

"کیا..... کہا..... اجازت نہیں..... یعنی اندر کارڈ لے جانے کی اجازت نہیں"۔

"جن کا تعلق اس عمارت سے نہیں..... انہیں اجازت نہیں"۔



"اکرام..... عملے کو فون کرو..... یہاں گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا"۔

"اوکے سر"۔

"کیا مطلب..... عملے کو فون"۔

"ہاں! اب یہاں ہمارا عملہ آئے گا..... اس کے ساتھ ہم اندر داخل ہوں گے"۔

"یہ آپ نے ایک اور کہی" وہ مسکرائے۔

"ابھی ہم اور کہیں گے"۔

"آپ کچھ زیادہ ہی خوش فہمی میں مبتلا ہیں..... جب کہ" ایک کہتے کہتے رک گیا۔

"جب کہ کیا"۔

"اب ہم کچھ نہیں بولیں گے"۔

"اکرام..... تم عملے کو فون کرچکے"۔

"جی سر" اس نے کہا۔

"تب پھر ہمیں انتظار کرنا ہوگا..... آؤ"۔

وہ لوگ پیچھے ہٹ آئے..... وہ ہنسنے لگے..... جیسے ان کا مذاق اڑا رہے ہوں..... اکرام کو غصہ آگیا..... لیکن وہ خاموش رہا۔ انسپکٹر جمشید البتہ مسکراتے رہے۔

"بہت خوب سر" اکرام نے کہا۔

اور پھر اس کے ماتحت وہاں پہنچ گئے..... انہوں نے تینوں طرف
عمارت کو گھیرے میں لے لیا' چوتھی طرف تو ویسے بھی باڑھ لگی تھی...
تلاشی کے وارنٹ بھی لایا تھا..... وہ وارنٹ لے کر پھر دروازے پر
..... اکرام نے کاغذ ان کی طرف بڑھایا..... انہوں نے آنکھ اٹھا کر
دیکھا اور ایک نے کہا۔

"اب کیا ہے جناب"۔

"یہ وارنٹ ہیں..... تلاشی کے وارنٹ"۔

"او و اچھا..... یہ کس نے جاری کر دیے"۔

"آئی جی صاحب نے"۔

"تب انہیں فرزان لا کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں.....
مشورہ دیں کہ وہ پرانے ریکارڈ میں سابقہ آئی جی صاحب کی ہدایات
لیں"۔

"پرانے ریکارڈ میں سابقہ آئی جی صاحب کی ہدایات" وہ چونکے

"ہاں جناب..... ہدایات"۔

"ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں..... ہمارے پاس وارنٹ ہیں"
وہ بولے۔

"یہ وارنٹ یہاں نہیں چلیں گے..... یہ رہے ہمارے پاس
ان میں سے ایک نے پر غرور انداز میں کہا اور ایک کاغذ جیب سے
لہرایا۔



"مجھے دکھائیں..... یہ کیا؟" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"ضرور..... کیوں نہیں"۔

اس نے کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا۔

انسپکٹر جمشید نے کاغذ جلدی جلدی پڑھا..... ان کی آنکھیں مارے
حیرت سے کھل گئیں..... یہ پرانے آئی جی صاحب کے احکامات تھے..... جن
کی رو سے کوئی ادارہ بھی فرزان لا کی تلاشی نہیں لے سکتا تھا۔

"یہ پرانے آئی جی صاحب کے احکامات ہیں..... اب نئے آئی جی
آ چکے ہیں"۔

"اسی پر تو حیرت ہے"۔

"کیا مطلب..... کس پر حیرت ہے"۔

"اس پر کہ آئی جی صاحب نے تلاشی کے وارنٹ کس طرح جاری
کر دیے" اچانک اس نے دوسرا کاغذ نکال کر لہرا دیا۔

اب انہوں نے دوسرا کاغذ دیکھا..... وہ دھک سے رہ گئے..... یہ ان
نئے آئی جی صاحب کے احکامات تھے..... لکھا تھا..... فرزان لا کی تلاشی نہیں لی
جائے گی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"یا نہیں..... کیسے ہو سکتا ہے..... آپ خود ان سے بات کریں..... ہم
کیا پوچھ رہے ہیں" دوسرے نے ہنس کر کہا۔

"او وہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں" وہ چونک کر بولے۔

اور پھر انسپکٹر جمشید پریشانی کے عالم میں آئی جی صاحب کے نمبر ڈائل کرنے لگے..... جونہی سلسلہ ملا..... آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی۔

"اوہ جمشید..... مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی..... بہت بڑی غلطی"

"جی..... کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

******



# موت چاہتے ہیں

انھوں نے دیکھا' ان کے سامنے لارڈ کھڑا تھا' اس کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ تھی..... اس کے پیچھے تین آدمی اور موجود تھے..... وہ بھی مسلح تھے۔

"پہلے تو تم لوگ ہم پر اپنے پستول خالی کر لو"۔

"کوئی فائدہ نہیں" محمود نے منہ بنایا۔

"تب پھر ایک طرف ہو جاؤ..... اور ہمیں اپنا کام کرنے دو" لارڈ کی آواز سنائی دی۔

"کون سا کام" محمود نے منہ بنایا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو"۔

"مطلب یہ کہ تم نواب انکل کو قتل کرنا چاہتے ہو"۔

"ہاں! بالکل" وہ بولا۔

"لیکن کیوں..... انھوں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے"۔

"میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا"۔

"تب پھر..... کیوں ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو"۔

"اس لیے کہ..... مگر نہیں..... ہم نہیں بتا سکتے کہ ہم لوگ اب

کیوں مارنا چاہتے ہیں"۔

"تب پھر سن لو..... تمھیں ان تک پہنچنے سے پہلے ہم سے لڑنا

گا"۔

"آجاؤ پھر میدان میں"۔

اچانک ایک فائر ہوا..... لارڈ اچھل کر گرا اور ساکت ہو گیا۔

"ہائیں..... یہ کیا ہوا" محمود چلا اٹھا۔

"ہم..... میں نے..... میں نے غلطی سے ٹریگر دبا دیا تھا" فاروق

بوکھلا کر کہا۔

"میں کہتا..... غلطی سے ٹریگر دبا دیا تھا" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! ارادہ ہرگز نہیں تھا..... کیونکہ ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے

گولیاں ان پر اثر نہیں کریں گی"۔ لارڈ کے ہاتھ پر لگنے والی گولیاں

نہیں بگاڑ سکی تھیں..... پھر لارڈ نے اندر آ کر پہلے ہم سے یہی کہا تھا

اپنے پستول خالی کر لو"۔

"ہاں ایک بات ہے..... لیکن پھر تم نے اسے گولی کس جگہ ماری

"بس پتا نہیں..... میں نے کہا نا..... ٹریگر دب گیا بس"۔



"کوئی بات نہیں..... اگر مسٹر لارڈ گر گئے ہیں..... ہم جو موجود ہیں
تمھاری موت کے لیے" تینوں میں سے ایک نے کہا..... اب وہ آگے بڑھ آئے

"پھر فاروق..... ذرا انھیں بھی اپنی فائرنگ کا کمال دکھا دو"۔

"تم..... تمھارا مطلب ہے..... میں ان پر بھی فائر کروں اور انھیں بھی
مار دوں" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"ہاں اور کیا مطلب ہو سکتا ہے میرا"۔

"لیکن..... لیکن..... اگر یہ نہ گرے" فاروق گھبرا گیا۔

"ارے..... بھئی تم فائر تو کرو"۔

"اچھا..... پہلے تم ان پر ایک ایک فائر کرو"۔

محمود اور فرزانہ نے ان پر فائر کیے..... لیکن وہ جوں کے توں کھڑے
رہے۔

"لو..... اب تم کرو فائر"۔

فاروق نے تین فائر لگاتار کیے..... تینوں دشمن گرتے چلے گئے۔

"ارے..... یہ..... یہ کیا" محمود اور فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"یہ..... یہ..... یہ کیا" فاروق بھونچکا نظر آیا۔

"جلدی بتاؤ..... تم آخر کرتے کیا ہو..... پہلے بھی لارڈ تمھارے فائر
سے بے ہوش ہوا تھا اور اب لارڈ کے ساتھ اس کے تینوں ساتھی بھی لیے

لیٹ گئے ہیں..... جب کہ ہم نے خوب سوچ سمجھ کر فائر کیے تھے اور ا
نہیں بگڑا تھا۔

"ہم..... میں نہیں جانتا..... مجھے نہیں معلوم..... کیوں کر ے

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو"۔

"ہاں! بالکل" اس نے کہا۔

اب انھوں نے ان چاروں کا جائزہ لیا..... گولیوں نے ان کا
نہیں بگاڑا تھا..... یعنی جسم پر کوئی زخم نہیں تھا..... لیکن پھر بھی وہ
پڑے تھے..... اور یہ حیرت انگیز بات تھی۔

"سمجھ میں نہیں آیا"۔

"ہمیں اس سے کیا..... فوراً انھیں باندھ لینا چاہیے" فرزانہ

"اوہ ہاں! ٹھیک ہے"۔

وہ لگے اِدھر اُدھر رسی تلاش کرنے، لیکن رسی انھیں کہیں نہ

"فاروق تم اپنی جیب سے رسی کیوں نہیں نکالتے"۔

"میں رسی دیکھ چکا ہوں..... نہیں ہے"۔

"حیرت ہے..... کہاں گئی" محمود بولا۔

"کون..... حیرت؟" فرزانہ چونکی۔

"نہیں، رسی" محمود نے اسے گھورا۔

"خیر..... تم ذرا نواب انکل کو اوپر بلا کر ان سے پوچھ لو.....
سکتی ہے یا نہیں"۔



"اوکے..... میں ابھی انھیں اوپر بلاتا ہوں" فاروق نے کہا اور لگا
لانے۔

"ایک منٹ!" فرزانہ کی آواز گونج اٹھی۔

"کیا ہوا فرزانہ..... کسی جوں نے کاٹ لیا ہے کیا" فاروق جھلا کر اس کی
مڑا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ..... یہ اس وقت جوں کا ذکر کہاں سے نکل آیا"
زانہ نے جل کر کہا۔

"تم تو جانتی ہو..... کسی چیز کا ذکر کسی وقت بھی نکل سکتا ہے" فاروق
کرایا۔

"اچھا کہو..... کیا بات ہے" محمود نے اسے گھورا۔

"نہیں نہ بلاؤ" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کس کی بات کر رہی ہو" محمود نے منہ بنایا۔

"نواب انکل کی..... انھیں اوپر نہ بلاؤ"۔

"لیکن کیوں"۔

"کیا خبر..... کس وقت کیا صورت حال پیش آ جائے"۔

"اوہ ہاں!..... فرزانہ اس وقت تو تم نے کمال کر دیا..... عقل مندی کی
ی" فاروق نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

فرزانہ برا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

"میرا خیال ہے..... فرزانہ کی رائے درست ہے" محمود نے ان
تائید کی۔

"اس لیے کہ یہ زخمی نہیں ہیں" فاروق بولا۔

"ہاں ایسی بات ہے"۔

"ابھی گولی ان پر اثر نہیں کرتی..... میں نے گولیاں ایسی جگہ ماری
..... جہاں دھکا لگنے سے انسان کو صدمہ پہنچتا ہے"۔

"بالکل ٹھیک..... ہم اس بات کو مانتے ہیں..... لیکن ہوش میں آ
اگر انھوں نے رسیاں توڑ لیں تو؟؟"

فرزانہ نے اسے گھورا۔

"ارے باپ رے فرزانہ..... اتنی خوف ناک بات تو نہ کرو"۔

"میں باپ رے نہیں ہوں" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"ہم وقت بہت ضائع کرتے ہیں..... فیصلہ یہ ہوا کہ ہم انکل ا
بلائیں گے..... رسی ملتی ہے یا نہیں..... ارے ہاں..... ہم ان کے
پستولوں کے بٹ تو بجا سکتے ہیں"۔

"ضرور کیوں نہیں" فرزانہ مسکرائی۔

جونہی وہ ان کے نزدیک پہنچے..... وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور ا
ٹوٹ پڑے۔

"ارے ارے..... کیا کرتے ہو بھائی..... تم بھول رہے ہو" ا
چلا اٹھا۔



"کیا بھول رہے ہیں" لارڈ کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"یہ کہ تم بے ہوش ہو"۔

"ہم جھوٹ موٹ کے بے ہوش ہوئے تھے..... تاکہ تم جھانسے میں
..... اور نواب شامی کو بلا لو..... اس طرح ہمیں انھیں تلاش کرنے کی
ورت نہ پیش آتی"۔

"ارے تیرے کی..... یہ کوئی تک..... چلے تھے ہمیں جھانسے میں
..... لے..... الٹی ہیں ہماری جوتیاں جھانسے میں" فاروق نے جھلا کر کہا۔

ایسے میں اس کے سر پر لارڈ کی ایک لات لگی..... دراصل ان کے اس
طرح اٹھ پڑنے پر وہ بری طرح بوکھلا گئے تھے..... اور اس بوکھلاہٹ
میں ایک دوسرے پر تڑاتڑ وار پڑے..... وہ گرتے چلے گئے۔

"ارے بس..... اتنی جلدی گر گئے تم لوگ"۔

"تو آپ کتنی جلدی ہمیں گرتے دیکھنا چاہتے تھے" فاروق نے پوچھا۔

"حد ہو گئی..... مار کھا کر گر گئے ہیں اور ایسے میں بھی مذاق کی
سوجھ رہی ہے"۔

"ابھی کیا کروں..... مذاق کا اور میرا چولی دامن کا ساتھ جو ہوا"۔

"توبہ ہے تم سے"۔

"اب تم ذرا آپس کی باتیں بند کرو..... ہم نے شدید ہاتھ اس لیے
نہیں مارے کہ تم باتیں کرنے کے قابل رہ جاؤ"۔

"او بہت بہت شکریہ" فاروق خوش ہو گیا۔

"حد ہو گئی ..... یہ کوئی خوشی کی بات ہے" محمود نے چیخ کر کہا۔

"اچھا ..... نہیں ہے ..... خیر ..... میں رنجیدہ ہو جاتا ہوں" اس
اور چہرے پر رنج اور غم نظر آنے لگا۔

"اب بتاؤ ..... نواب شاہی کہاں ہے"۔

"یہ تو ہم نہیں بتائیں گے"۔

"وہ ..... مسٹر لارڈ ..... اس کمرے میں ہے ..... کیونکہ اس کا
اندر سے بند ہے" اس کے ایک ساتھی کی آواز ابھری ..... انہوں نے
..... اس کے ساتھی نواب شاہی کی تلاش شروع کر چکے تھے۔

"اوہ ..... اچھا ..... کیوں ..... وہ اس کمرے میں ہیں"۔

"دیکھ لیں کھول کر"۔

"یہ ہمارے لیے کیا مشکل ہے ..... کیا ہم نے صدر دروازہ نہیں
توڑا"۔

"ارے تو یہ بھی توڑ لیں ..... روکا کس نے ہے" محمود نے جھلا کر کہا

"دروازہ توڑ دو" لارڈ نے انہیں حکم دیا۔

"او کے مسٹر لارڈ"۔

"جب تک یہ دروازہ توڑتے ہیں ..... یہ بتاؤ ہیں ..... آپ آ
کیا ہیں" فرزانہ بولی۔

"ابھی تک تم لوگ بھی نہیں سمجھے" لارڈ چلایا۔

"جی نہیں ..... بالکل نہیں"۔



"ارے ابھی ہم نواب شاہی کی موت چاہتے ہیں"۔

"حد ہو گئی ..... یہ تو ہم جانتے ہیں ..... میرا مطلب ہے ..... موت کیوں
چاہتے ہیں"۔

"ہمیں نہیں معلوم ..... ہم تو بس کرائے کے قاتل ہیں" لارڈ نے منہ
بنایا۔

"کرائے ..... کرائے کے قاتل" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں
کہا۔

"ہاں ..... تمہیں کیا ہوا؟"۔

"یہ ..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"ہے کوئی تک ..... ان صاحب کو ان حالات میں بھی ناولوں کے نام
سوجھ رہے ہیں"۔

"دیکھو ..... مجھ سے سیدھی طرح بات کرو ..... ورنہ میں بھی تم سے
اچھی طرح پیش نہیں آؤں گا" لارڈ نے انہیں دھمکی دی۔

"[illegible] آپ آ رہے ہیں ..... ہم تو ڈرے پڑے ہیں"۔

"او ہاں ..... یہ بھی ٹھیک ہے"۔

"ویسے مسٹر لارڈ ..... آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں" فرزانہ
بولی۔

"وہ کیسے؟"۔

"نواب شاہی اس کمرے میں نہیں ہیں"۔

"تب پھر اس کا دروازہ اندر سے بند کیوں ہے"۔

"غلطی سے بند ہو گیا ہو گا" فاروق مسکرایا۔

"حد ہو گئی...... غلطی سے دروازہ اندر سے کیسے بند ہو سکتا
نے چیخ کر کہا۔

"وہ ہاں واقعی...... غلطی سے تو دروازہ باہر سے بند ہو سکتا

"توبہ ہے تم سے" محمود جھلا کر بولا۔

"توبہ اپنے اللہ سے کرو...... کچھ کام بھی آئے گی" فاروق نے
دیا۔

"کیا کام آئے گی" لارڈ بول اٹھا۔

"توبہ...... اور کیا...... یہ توبہ ہی تو ہے...... جو انسانوں کے
ہے"۔

"اچھا دماغ نہ چاٹو"۔

"آپ خود ہم سے باتیں کر رہے ہیں...... دماغ ہمارا آپ چ
ہیں" فاروق جل گیا۔

"کیا کہا...... میں دماغ چاٹ رہا ہوں...... تم لوگوں کے...... ہو

"ہاں وہ تو خیر ہو گئی ہو گی...... ویسے تم یہ گندا کام کب سے
ہو"۔

"کون سا گندا کام" لارڈ چونکا۔

"اس کا مطلب ہے...... تم اور بھی گندے کام کرتے رہتے ہو



"یہ تو پیشہ ہی یہ ہے جناب...... ویسے کیا تم لوگ مجھے داد نہیں دو

"ا...... وہ، جس کے شاعر لوگ بھوکے ہوتے ہیں"۔

"ہاں وہی" اس نے ہنس کر کہا۔

"لیکن تم نے شاعری کب کی ہے"۔

"میں دراصل نثر میں شاعری کرتا ہوں...... مار پیٹ میں شاعری کرتا ہوں"

"اہاہا...... کیوں اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو"۔

عین اسی وقت دروازہ دھڑام سے دوسری طرف گرا۔

******

# ایسا ہی ہو گا

"وہ ...... جمشید ...... میں نے وارنٹ جاری کر دیے تھے ...... دراصل
تمہارا نام سن کر میں نے یہ دیکھے بغیر دستخط کر دیے کہ کس جگہ کی تلاشی
کے لیے وارنٹ جاری کر رہا ہوں ...... اب معلوم ہوا ...... میں نے قریشی لاج کی
تلاشی کے وارنٹ جاری کر دیے ...... اور یہ بہت بڑی غلطی ہے"۔

"آخر کیسے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"قریشی لاج کی تلاشی کے وارنٹ میں جاری نہیں کر سکتا ...... مجھے
ہدایات ہیں"۔

"کس کی ہدایات ہیں یہ"۔

"وزیر خارجہ کی"۔

"اوہ اچھا سر ...... آپ فکر نہ کریں ...... آپ کی شکایت وزیر
تک نہیں پہنچے گی ...... اگر پہنچ چکی ہو ...... اور وہ آپ کو فون کریں تو آپ
دیں ...... ایسا غلطی سے ہو گیا تھا ...... لہٰذا وہ وارنٹ ضائع کر دیے گئے
...... یہ لیجیے سر ...... میں وارنٹ پھاڑ رہا ہوں"۔



"بہت بہت شکریہ جمشید ...... تم بہت ...... بہت اچھے ہو ...... اس قدر
...... نہیں کر سکتا"۔

"اس کی ضرورت نہیں سر"۔

اور انہوں نے فون بند کر دیا ...... اب انہوں نے صدر کے نمبر ملائے
...... سلسلہ ملا وہ بولے۔

"جمشید بات کر رہا ہوں سر"۔

"ہاں جمشید ...... کہو ...... کیا بات ہے"۔

"ایک جگہ کی تلاشی کے وارنٹ چاہئیں"۔

"وارنٹ تو تم اپنے آئی جی صاحب سے حاصل کرو" وہ بولے۔

"جی نہیں ...... میں وارنٹ آپ سے لینا چاہتا ہوں"۔

"تم نے یہ کام کب سے شروع کر دیا" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"آج سے ہی ...... ویسے سر ...... اگر آپ خود آ جائیں ...... تو اور بہتر
......"۔

"اچھا آ جاؤں" ـ وہ بولے۔

"آپ ذرا راجہ روڈ آ جائیں"۔

"کوئی خاص بات ہے"۔

"بہت خاص"۔

"اچھی بات ہے ...... آ رہا ہوں آدھ گھنٹے تک"۔

"بہت بہت شکریہ" یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

"کیوں..... کچھ کام ہے؟" نگرانوں میں سے ایک نے کہا۔

"آئی جی صاحب نے وارنٹ دینے سے انکار کر دیا ہے"۔

"ہم آگے دیکھنا..... ہوتا ہے کیا"۔

"کچھ نہیں ہو گا..... ہم فرحان لالہ کی تلاشی لیں گے"۔

"نہیں جناب! یہ نہیں ہو گا" دوسرا بولا۔

"آخر کیوں نہیں ہو گا"۔

"بس..... آپ دیکھ ہی لیں گے"۔

"اچھا دیکھ لیں گے"۔

اور پھر آدھ گھنٹے بعد صدر صاحب ان تک پہنچ گئے..... ہاں جمشید، اب بتاؤ..... کیا معاملہ ہے۔

"سر یہ فرحان لالہ ہے"۔

"ہاں ٹھیک ہے..... یہ فرحان لالہ ہے..... میں نے کب کہا کہ نہیں ہے" صدر صاحب شاید آج بہت خوش گوار موڈ میں تھے۔

"ہم اس کی تلاشی لینا چاہتے ہیں"۔

"ظاہر ہے..... اس کی کوئی خاص وجہ ہو گی..... ورنہ تم کیوں لینا چاہو گے تلاشی..... لہٰذا اسے لو روکا کس نے ہے..... اور تم نے اتنی سی بات کے لیے مجھے یہاں بلایا..... یہ بات میں کبھی نہیں بھولوں گا"۔ انہوں نے جلے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ غلط سمجھے سر" انسپکٹر جمشید بولے۔



"نہیں..... تو اب میں غلط بھی سمجھنے لگا ہوں" انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

"ج..... ہاں..... ج..... جی نہیں" انسپکٹر جمشید گڑبڑا گئے۔

"کیا ہو گیا ہے جمشید تمہیں..... فرحان لالہ کی تلاشی لینا ہے، لے لو..... کون روک رہا ہے؟"۔

"وزیر خارجہ"۔

"کک..... کیا مطلب؟" وہ بری طرح اچھلے..... آنکھوں میں خوف آ گیا۔

"جی ہاں سر..... اب آپ کو کیا ہو گیا"۔

"تم سے کس نے کہہ دیا کہ اس ادارے کی تلاشی میں وزیر خارجہ رکاوٹ ہیں"۔

"یہ بات مجھے آئی جی صاحب نے بتائی ہے..... وارنٹ دینے سے انکار کر دیا ہے"۔

"او..... نہیں..... نہیں" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"پھر کیا ہوا سر..... آپ کیوں پریشان ہو گئے"۔

"جمشید..... میں تم لوگوں کے ساتھ اندر چلوں گا..... میرے لیے دروازہ تو کھولیں گے نا" صدر بولے۔

"بہت خوب! اسی لیے تو شاید میں نے آپ کو فون کیا تھا"۔

اب وہ فرقان لا کے دروازے کی طرف چل پڑے..... صدر صاحب

انتظار کرنے کے لیے وہ سڑک کے کنارے آ گئے تھے..... محافظوں

انھیں آتے دیکھا..... تو ان کے ہونٹ ہلنے لگے..... جیسے بڑبڑا رہے

نزدیک پہنچنے پر ان میں سے ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہ..... صاحب صدر آپ..... آیئے..... اس طرف ت

رکھیے"۔

اس نے یہ کہتے ہوئے دروازے سے باہر بچھی کرسیوں کی

اشارہ کیا تھا۔

"ہم یہاں بیٹھنے نہیں..... اندر جانے کے لیے آئے ہیں" ص

بولے۔

"اس کی تو اجازت نہیں ہے سر"۔

"کیا مطلب؟" صدر چونکے۔

عمران کا یہ جملہ سنتے ہی انسپکٹر جمشید چند قدم پیچھے ہٹ گئے اور

فون پر کچھ کہنے لگے..... ادھر عمران نے کہا۔

"ہاں سر..... اس کی اجازت نہیں ہے"۔

"تم جانتے ہو..... میں کون ہوں" صدر صاحب کو غصہ آ گیا۔

"یس سر..... آپ اس ملک کے صدر ہیں"۔

"میں اس ملک کا صدر ہوں..... اور اپنے ملک میں واقع

ادارے میں نہیں جا سکتا..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔



"اس لیے سر کہ یہ ایک غیر ملکی ادارہ ہے"۔

"تو کیا ہوا..... غیر ملکی ادارہ ہماری اجازت کے بغیر تو نہیں بن گیا"۔

"اجازت بنانے کی آپ سے لی گئی ہوگی..... اندر سے دیکھنے کی اجازت نہیں دی گئی"۔

"پاگل ہو گئے ہو..... ہوش میں رہ کر بات کرو" صدر گرجے۔

"ہم ہوش میں ہیں..... آپ اس ادارے کی تلاشی نہیں لے سکتے"۔

"اور ہم تلاشی لیں گے" صدر بولے۔

"آپ کی مرضی..... آپ کوشش کر لیں..... ہمیں تو تلاشی دینے کا حکم نہیں ہے۔ جب تک اندر موجود انچارج ہمیں حکم نہیں دیں گے..... ہم دروازے محافظوں کو اشارہ نہیں کریں گے اور جب تک انھیں اشارہ نہیں دیا جائے گا..... وہ اندر سے دروازہ نہیں کھولیں گے..... اور جب تک اندر سے دروازہ نہیں کھولیں گے..... آپ اندر نہیں جا سکیں گے" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"انچارج سے ہماری بات کرائیں" صدر بولے۔

"ہمیں اس کی بھی اجازت نہیں ہے..... آپ اپنے طور پر ان سے بات کریں"۔

"ان کا نمبر بتاؤ"۔

"ہمیں نمبر بتانے کی بھی اجازت نہیں"۔

"اف ..... یہ ..... یہ میں کیا سن رہا ہوں جمشید" وہ ان کی طرف مڑے۔

"اسی لیے آپ کو بلایا تھا سر"۔

"اب میری ضرورت نہیں رہی..... تم سمجھ گئے"۔

"یس سر"۔

"میں جا رہا ہوں"۔

"شکریہ سر" وہ بولے۔

اور صدر صاحب چلے گئے۔

"یہ کیا بات ہوئی" نگران ہنسا۔

"وہ جو کر گئے ہیں..... ہم سمجھ چکے ہیں اور بہت جلد تم بھی سمجھ جاؤ گے"۔

"نہیں جناب! ہم نہیں سمجھیں گے"۔

"اچھی بات ہے..... آؤ بھئی چلیں"۔

"ہائیں..... تو آپ بھی جا رہے ہیں"۔ نگران ایک ساتھ بولے۔

"ہم ذرا ٹہلنے جا رہے ہیں..... ابھی پھر آ جائیں گے"۔

"تو آپ پولیس کو بلا رہے ہیں..... ایسا کر کے آپ بہت بڑی غلطی کریں گے"۔

"دیکھا جائے گا" انہوں نے کندھے اچکائے۔



وہ سڑک کے کنارے آ گئے..... جلد ہی انہیں ملٹری کی گاڑیاں آتی نظر آئیں..... انہوں نے بھاری تعداد میں ملٹری منگوائی تھی..... ان کے انچارج میجر محمد صدیق نے گرم جوشی سے ان سے مصافحہ کیا اور بولے۔

"کیا معاملہ ہے"۔

"یہاں ایک ادارہ ہے..... فرنان لاء..... اس کی تلاشی لینے کا معاملہ ہے..... وہ لوگ تلاشی دے نہیں رہے..... صدر صاحب کو بھی اندر داخل نہیں ہونے دیا گیا"۔

"کیا کہا..... صدر صاحب کو بھی" وہ چونکے۔

"ہاں! صدر صاحب کو بھی"۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہی بات تو عجیب ترین ہے..... لہٰذا صدر صاحب مجھے اشارہ کر کے چلے گئے..... میں نے آپ کو فون کر دیا"۔

"اور آپ نے اچھا کیا..... ان کی ایسی کی تیسی"۔

"آپ پہلے عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیں..... اس کے بعد ہم انہیں الٹی میٹم دیں گے"۔

"بالکل ٹھیک..... آپ فکر نہ کریں"۔

اور پھر ملٹری نے اپنا کام شروع کر دیا..... عملی طور پر گھیرے میں لینے کے بعد میجر محمد صدیق ان کے پاس آئے..... اور بولے۔

"اب ہماری مرضی کے بغیر اس ادارے کا کوئی آدمی باہر نکل
گا"۔

"تب پھر ایک بات" ــ "اور نوٹ کر لیں"۔

"اور وہ کیا؟" میجر محمد صدیق بولے۔

"حالات چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہوں..... ادارے کا کوئی
اب باہر نہ جانے پائے"۔

"ایسا ہی ہوگا؟"۔

"چاہے آپ کو آپ کے ملٹری چیف ہی کیوں نہ حکم دیں"۔

"کیا!!!" میجر محمد صدیق چلا اٹھے۔

ان کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے پھیل گئیں۔

******



# بم کہاں ہے

"تو اب بے چارہ دروازہ تو نہیں فرش ہو گیا" لارڈ نے ہنس کر کہا۔

"تم اس کمرے میں سے نواب شاہی کو نکال لو"۔

"ضرور کیوں نہیں..... نکال لاؤ..... نواب کو..... ان کے سامنے ذبح
کریں گے" لارڈ بولا۔

"ہاں..... لیکن سر..... لیکن سر"۔

"یہ کیا ہوا..... لیکن سر لیکن سر کیوں کرنے لگے" اس نے جھلا کر کہا۔

"اس کمرے میں نواب نہیں ہے"۔

"کیا کہا..... نواب نہیں ہے..... ارے تو پھر اس کمرے میں تہ خانے کا
راستہ ہوگا..... ان لوگوں نے بھی اپنے جملوں میں یہ الفاظ کہے تھے.....
نواب صاحب کو اوپر بلاؤ..... یعنی وہ نیچے کہیں ہیں..... اب سمجھ میں آئی
بات..... یہاں ضرور کوئی تہ خانہ ہے..... چلو شاباش راستا تلاش کرو"۔

"اوکے سر" دوسری طرف سے کہا گیا۔

پھر کمرے سے مختلف قسم کی آوازیں سنائی دینے لگیں...... پھر ک

ان میں سے ایک کی آواز ابھری۔

"نہیں سر...... یہاں کسی تہ خانے کا راستا موجود نہیں ہے"۔

"تت...... تم احمق ہو"۔

"اس میں کیا شک ہے سر" ایک ماتحت نے فوراً کہا۔

"لیکن تم نے پوچھا نہیں...... وہ کیسے سر"۔

"پوچھنے کی ضرورت کیا ہے سر...... جب کہ ہم ہیں"۔

"نہیں...... تمہیں پوچھنا پڑے گا" لارڈ نے جھلا کر کہا۔

"چلیے پھر...... بتا دیں...... ہم احمق کس طرح ہیں"۔

"کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا...... دیکھو...... بند کمرے
راستا ہے یہاں...... کوئی ایسی کھڑکی یا دروازے...... جس کے ذ
کوئی باہر نکل جائے"۔

"نہیں سر...... ایسی کوئی چیز یہاں نہیں ہے"۔

"تب پھر...... تم احمق ہو...... آخر کمرے کا دروازہ اندر سے
ہو گیا"۔

"اوہ اوہ" اس کے ساتھی مارے حیرت کے بولے۔

"اب ظاہر ہے...... وہ اندر تھے...... انھوں نے دروازہ
گیا...... تہ خانے کا دروازہ کھولا اور اس میں اتر کر وہ خفیہ راستے
یہی وجہ ہے کہ وہ اس کمرے میں تمہیں نظر نہیں آ رہے"۔



"اس میں شک نہیں سر کہ بات یہی ہے" لیکن ہماری سمجھ میں نہیں
سکی تھی"۔

"تب پھر...... دروازہ تلاش کرو...... تہ خانے کا دروازہ اس کمرے
میں ضرور ہے"۔

"ہم پھر کوشش کرتے ہیں" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ضرور...... کیوں نہیں...... لیکن اگر تم تلاش نہ کر سکے...... تو سزا ملے
گی"۔

"نہیں سر...... نہیں...... یہ بات بھلا کوئی سزا کی ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں...... اتنے پرانے جرائم پیشہ لوگ ہو...... اس بنیاد پر
یہ بات سزا کی ہے"۔

"اف! مارے گئے پھر تو" دوسرے نے گھبرا کر کہا۔

"تہ خانے کا دروازہ تلاش کر لو نا" لارڈ نے جل کر کہا۔

"او کے باس...... ہم دروازہ تلاش کریں گے...... نہ کر سکے تو سزا
منظور کریں گے" لیکن ایک بات اور ہے باس"۔

"ہاں کہو...... میں تمہاری بات بھی سننے کے لیے تیار ہوں"۔

"اس سزا کے بعد ہم آپ کے لیے کام نہیں کریں گے"۔

"نہیں کرو گے تو جاؤ گے کہاں" لارڈ مسکرایا۔

"کہیں بھی چلے جائیں گے"۔

"یہ تو مشکل ہے...... کہیں نہیں جا سکو گے"۔

"دو کیوں باس ..... کیا آپ ہمارے ہاتھ پیر توڑ دیں گے" ...
نے منہ بنایا۔

"ارے نہیں ..... ہاتھ پیر توڑنے سے تو تم لوگ کسی کام کے نہ ... جاؤ گے ..... اور مجھے ضرورت ہے کام کاج کرنے والوں کی ..... لہٰذا ... کوئی کام نہیں کروں گا"۔

"تب پھر ..... آخر ہم کیوں نہیں جائیں گے"۔

"اگرچہ یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا ..... لیکن ..... اب جب ... باتیں چھیڑی گئی ہیں تو سن لو ..... اب تک جو میں تمھیں ہر ماہ تنخواہ دیتا ... ..... تو یہ میری مہربانی تھی ..... ورنہ تم تو بغیر تنخواہ میرے لیے کام ... مجبور ہو"۔

"جانے دیں باس ..... کیوں ایسی باتیں کر کے ہمارا پارہ چڑھا ... ..... بھلا ہم اور بغیر تنخواہ کسی کے لیے کام کریں ..... ناممکن"۔

"اچھا یہ بات ہے ..... اور اگر ابھی تم اس بات کا اقرار کر لو ... ..... بغیر تنخواہ بھی کام کریں گے"۔

"نن ..... نہیں اقرار کریں گے ایسا" تیسرا بولا۔

"اوکے ..... تو پھر سنو ..... تیسرے پل کے نیچے"۔

"کک ..... کیا ..... ایک منٹ باس ..... اس بات کو یہیں روک ... کے چہروں پر خوف پھیل گیا۔

"بس ..... ہوا ہو گئی ساری شیخی"۔



"ہاں ہو گئی ..... ہم آپ کے لیے بغیر تنخواہ بھی کام کرنے کے لیے تیار ... اور دفانہ ملنے کی صورت میں آپ جو سزا بھی دیں گے ..... ہم وہ ... قبول کریں گے"۔

"اچھا تم نے" لارڈ نے ان کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"یہ ..... یہ کیا بات ہوئی ..... ابھی تو تم لمبی چوڑی ڈینگیں ہانک رہے ... اور اب بھیگی بلیاں نظر آ رہے ہو" محمود کے لہجے میں حیرت ہی حیرت ...

"ہمیں اب کیا بتائیں ..... باس باس ہیں ..... ان جیسے باس بہت کم ... ہوا کرتے ہیں"۔

"تب پھر اتنی باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی" فاروق نے انھیں ...

"اس وقت تیسرا پل ان کے سامنے نہیں آیا تھا" لارڈ مسکرایا۔

"بب ..... باس ..... باس ..... بار بار یہ نام نہ لیں"۔

"آخر تیسرے پل کا کیا چکر ہے" فرزانہ بولی۔

"یہ چکر تمھیں بتانے کا نہیں ..... جلد تم دروازہ تلاش کرو"۔

وہ کمرے کے اندر چلے گئے ..... اور دیواروں کو ٹھوک بجا کر دیکھنے ... کافی دیر گزر گئی ..... لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی ..... آخر وہ تھکے ... باہر نکل آئے۔

"ہمیں افسوس ہے باس ..... ہم دروازہ تلاش نہیں کر سکے"۔

"بہت خوب ..... اب سزا سنو ..... تم ایک دوسرے کو باری باری
سے چار چار تھپڑ مارو گے ..... اگر کسی نے آہستہ تھپڑ مارے تو اسے دو
تھپڑ کھانے پڑیں گے ..... چہرے پر انگلیوں کے خوب ابھرے ہوئے نشان
نظر آنے چاہئیں"۔

"او ..... بہت خوب باس ..... یہ سزا ہمارے لیے بہت معمولی ہے"۔

"تب پھر شروع ہو جاؤ"۔

"یہیں ..... ان کے سامنے" ایک نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! یہیں ..... ان کے سامنے" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر انہوں نے تھپڑوں سے ایک دوسرے کے چہرے رنگین
کر دیئے ..... جب اس کام سے فارغ ہو گئے تو باس کی آواز سنائی دی۔

"اب تم ان لوگوں کا دھیان رکھو ..... میں دروازہ ..... کھولتا
ہوں"۔

"او کے باس!" وہ بولے۔

"مگر یہ لوگ تم سے کوئی شرارت کرنے میں کامیاب ہو گئے تو
سزا ملے گی"۔

"نہیں ہوں گے یہ لوگ کامیاب ..... آپ فکر نہ کریں"۔

وہ کمرے میں چلا گیا ..... پہلے اس نے بلند آواز میں ہانک لگائی۔

"مسٹر نواب ..... آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ تہ خانے کا
خود کھول دیں اور اوپر آجائیں ..... اس صورت میں میں صرف آپ



کو ماروں گا اور اگر آپ اوپر نہ آئے ..... تہ خانے کا دروازہ مجھے تلاش کرنا
پڑا تو اس صورت میں آپ کے بیوی بچوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

"یہ ..... یہ اعلان خطرناک ہے" فرزانہ چلا اٹھی۔

"اور یہ ..... جن لوگوں کو تم نے اپنی حفاظت کے لیے بلایا تھا .....
یہ سامنے لیٹے ہوئے ہیں ..... یہ اٹھنے کی کوشش کریں گے تو انہیں
اڑا دیا جائے گا ..... لہٰذا یہ آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے" اس نے
بلند آواز میں کہا۔

اب شاہی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر اس نے جھلا کر تہ خانے
کا راستہ تلاش کرنا شروع کیا ..... کافی دیر گزر گئی ..... لیکن راستہ نہ ملا ..... اب
وہ تنگ آ کر باہر آگیا ..... اور اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"ترکیب نمبر 13"۔

"او کے باس" وہ ایک ساتھ بولے۔

"کیا کہا ..... ترکیب نمبر 13" محمود، فاروق اور فرزانہ ایک ساتھ چلا
اٹھے۔

"کیوں ..... تم لوگوں کو کیا ہو گیا"۔

"اس لیے کہ ..... ترکیب نمبر 13 ہماری ایجاد ہے"۔

"یہ ضروری نہیں کہ تمہاری ترکیب نمبر 13 وہی ہو ..... جو میری
ہے"۔

"اور تم لوگوں کی ترکیب 13 کیا ہے"۔

"ابھی دیکھ ہی لو گے"۔

انھوں نے دیکھا..... اس کے ساتھی کوٹھی سے باہر کار [illegible]

تھے۔

"یہ..... یہ تو جا رہے ہیں"۔

"جانے کے نہیں..... کچھ لانے کے لیے"۔

"وہ کیا؟" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"ابھی دیکھ ہی لو گے"۔

"پھر وہی..... بتا کیوں نہیں دیتے آپ" فرزانہ چلائی۔

"اس طرح مزا نہیں آئے گا"۔

اسی وقت اس کے آدمی اندر داخل ہوئے..... ان کے ہاتھوں [illegible]

چار پانچ ٹنک کے ڈبے تھے۔

"ارے باپ رے..... یہ..... یہ کیا..... پٹرول" وہ چلائے..... [illegible]

پٹرول کی بو ان کے نتھنوں میں در آئی تھی۔

"ہاں پٹرول..... نہ رہے گا بانس..... نہ بجے گی بانسری..... اور [illegible]

میں تم بھی جل کر راکھ ہو جاؤ گے"۔

"افسوس!" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"افسوس کس بات پر؟"۔

"اس بات پر کہ ہم جل کر راکھ ہو جائیں گے..... اور کس بات [illegible]

فاروق نے منہ بنایا۔



"نہیں..... خانے والے کس طرح جل کر راکھ ہوں گے بھلا..... وہ تو تہ

[illegible] خانے میں بھی محفوظ رہیں گے"۔

محمود مسکرایا۔

"جی نہیں..... پہلے آگ لگے گی..... پھر بم پھٹے گا..... یہ کوٹھی ملبے کا

[illegible] جائے گی..... وہ ملبے کے ڈھیر کو کس طرح ہٹا سکیں گے..... اب بھی

[illegible]..... انھیں اوپر بلا لو..... اس طرح تم اور ان کے بیوی بچے تو بچ

[illegible]"۔

"[illegible]..... سوچنے دیں"۔

"ضرور..... کیوں نہیں..... سوچو..... خوب سوچو" وہ ہنسا۔

[illegible] اسی سوچ میں ڈوب گئے..... کیونکہ مسئلہ بہت ٹیڑھا تھا..... لارڈ

[illegible] انتظار کر رہے تھے کہ وہ جو کہہ رہا تھا کر گزرے گا..... آخر محمود کی آواز

[illegible]

"ہم ایک شرط پر انھیں اوپر بلانے کے لیے تیار ہیں"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"بتائیں..... آپ انھیں کیوں مار ڈالنا چاہتے ہیں"۔

"نہیں..... یہ نہیں بتا سکتا"۔

"تو ہو گئی..... ہم آپ کی اتنی بڑی بات مان رہے ہیں..... اور آپ

[illegible] سی بات نہیں مان سکتے"۔

"نہیں مان سکتا...... میں یہ نہیں جان سکتا...... کہ نواب شاہی کی جان

لینا چاہتا ہوں"۔

اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ جیسا ضدی انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا...... خیر

سے بات کرتے ہیں"۔

"بات کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ انہیں اوپر آنے کے لیے

"نہیں...... پہلے ہم بات کریں گے"۔

اب وہ کمرے میں آئے...... دروازے پر مقررہ آوازیں دیں

پھر بلند آواز میں بولے۔

"اگر آپ میری آواز سن رہے ہیں تو پھر دروازے پر

کریں وہ بھی دروازہ نہ کھولیں"۔

جواب میں دھپ دھپ کی آواز سنائی دی۔

"بہت خوب؟" لارڈ نے خوش ہو کر کہا۔

"اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہم ان کے قابو میں

مطلب یہ کہ ہم ان سے لڑ نہیں سکتے...... یہ ہم سے بہت طاقت ور

اور ان کے لڑنے کا انداز بھی بہت انوکھا ہے...... ان کے پاس

ہے اور بم بھی...... یہ آگ لگانے اور بم سے کوٹھی کو جلانے کا

ارادہ رکھتے ہیں اور اگر آپ اوپر آ جائیں...... تو صرف آپ کی جان

...... اب آپ کیا پسند کرتے ہیں...... دروازہ کھولنے سے پہلے یہ



"ہم...... میں...... میں دروازہ کھول رہا ہوں...... میری وجہ سے بیوی بچے اور آپ لوگ کیوں مارے جائیں"۔ نواب شاہی کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"نہیں نہیں...... نہیں" بیگم اور بچوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔

"خاموش رہو...... خاموش" نواب شاہی گرجے...... پھر بولے۔

"محمود...... میں دروازہ کھول رہا ہوں"۔

"یہ مت انکل نواب" یہ کہہ کر فرزانہ لارڈ کی طرف مڑی۔

"وہ بم ہم نے دیکھا...... ہم نہیں دیکھا...... بم کہاں ہے؟"۔

"بم دکھا دو"۔

ان میں سے ایک نے کندھے سے لٹکے ہوئے بیگ میں سے بم نکال کر دکھایا...... اب ان کی ہمت جواب دے گئی...... محمود نے بھاری آواز میں کہا

"دروازہ کھول دیں انکل نواب"۔

******

# یہ گیا

"کیوں ہو گئی سٹی گم" عمران ہنسا۔

"لیکن ہمارے چیف ہمیں ایسا حکم کیوں دینے لگے"۔

"اب انہیں حکم دینا پڑے گا"۔

"جی نہیں..... وہ اب کوئی حکم نہیں دیں گے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بہت جلد ان کا فون آنے والا ہے"۔

"دیکھا جائے گا..... آپ چل کر اندر کی تلاشی دلائیں"۔

"اس ادارے کی تلاشی نہ لیں انسپکٹر جمشید" چیف عمران نے
سے انداز میں کہا۔

"آخر کیوں نہ لیں"۔

"اس ادارے کی تلاشی لینے والا زندہ نہیں بچے گا"۔

"میرے ملک میں مجھے دھمکی" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"ہاں بالکل..... یہ دھمکی ہے اور بہت واضح دھمکی ہے"۔



"ہاں اگر..... اب اگر ملٹری چیف بھی حکم دیں..... تو آپ ان کا حکم
مان لیں گے میجر صاحب" انسپکٹر جمشید نے منہ بنا کر کہا۔

"جی..... کیا..... کیا مطلب؟" وہ چلائے۔

"ہاں میں نے یہی کہا ہے"۔

عین اس لمحے میجر محمد صدیق کے موبائل فون کی گھنٹی بجی..... وہ زور
سے چونکے..... پھر فون آن کر کے کان سے لگایا۔

"آپ نے میجر محمد صدیق..... فرنان لا کو گھیرے میں لیا ہے"۔

"جی سر" وہ بولے۔

"کام ختم کر دیں اور واپس لوٹ آئیں..... یہ ہمارا کام نہیں"۔

"لیکن انسپکٹر جمشید نے حکم دیا تھا سر"۔

"ان سے بات کرائیں"۔

"جی سر" انہوں نے کہا اور فون ان کی طرف بڑھا دیا۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں جناب"۔

"آپ فرنان لا کی تلاشی نہ لیں..... تلاشی لیے بغیر نہیں رہ سکتے تو اس
میں شامل نہ کریں..... یہ میری آپ سے درخواست ہے"۔

"میں اس درخواست پر حیرت زدہ ہوں..... یہاں تک صدر آئے
لوگوں نے ان تک کے لیے دروازہ نہیں کھولا..... کیا یہ بات
ٹھیک ہے"۔

"جی..... ہرگز نہیں" آواز کانپ گئی۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"میں ذرا صدر صاحب کو فون کر لوں..... آپ سے چند منٹ [illegible] بات کروں گا"۔

"اوکے سر" وہ بولے..... اور فون بند ہو گیا۔

پانچ منٹ بعد پھر فون کی گھنٹی بجی۔

"جی..... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"میں نے صدر صاحب سے بات کی ہے..... آپ کی [illegible] ہے..... اب چاہے کچھ ہو جائے..... آپ تلاشی ضرور لیں..... [illegible] صاحب کا حکم ہے..... اور یہی میری تجویز بھی"۔

"بہت خوب..... یہ ہوئی نا بات" وہ خوش ہو گئے۔

ادھر انہیں خوش ہوتے دیکھ کر نگران فکر مند ہو گئے..... [illegible] فوراً جیب میں رینگ گیا..... جلدی سے اس نے جیب سے ایک [illegible] نکال کر منہ سے لگایا اور جلدی جلدی اس میں کچھ کہنے لگا..... [illegible] آنے والی زبان تھی..... فون بند کرنے کے بعد وہ چاروں [illegible] مڑے۔

"ایک منٹ جناب..... ہم اندر والوں سے بات کر کے آ [illegible] ہیں"۔

"اچھی بات ہے" وہ بولے۔

چاروں اندر چلے گئے..... اور ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا۔



"ارے ارے یہ کیا" انسپکٹر جمشید چلائے۔

جواب میں اوپر سے گولیوں کی باڑھ ماری گئی..... وہ لوٹ لگا گئے..... [illegible] فوری طور پر پوزیشن لینے میں کامیاب ہو گئے۔

"یہ..... یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو"۔

جواب میں عمارت کے چاروں طرف سے بے تحاشہ گولیاں برسائی [illegible] گئیں۔

"اف مالک..... اتنی گولیاں..... انسپکٹر جمشید بڑبڑائے"۔

"میرا خیال ہے..... اور فوج منگوانا ہو گی..... اندر بے تحاشہ اسلحہ [illegible]"۔

"اسی لیے یہ تلاشی نہیں دے رہے تھے..... آپ اور فوج طلب [illegible] اور اسلحہ منگوائیں"۔

"اوکے"۔

[illegible] ہدایات دینے لگے..... پھر انہوں نے ملٹری چیف کو بھی صورت [illegible] سے باخبر کیا..... یہ خبر سن کر چیف صاحب بھی دھک سے رہ گئے..... اور [illegible] روانہ کرنے کی یقین دہانی کرائی..... جلد ہی وہاں مزید فوج پہنچ گئی [illegible] بھی ہدایات دی گئیں۔

[illegible] کی طرف سے ایک بار پھر باڑھ ماری گئی..... اس مرتبہ انہیں [illegible] جواب گولیوں سے دیا گیا..... پھر تو ہر لمحے فائرنگ میں شدت آتی [illegible]۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بجی..... وہ بھی اس وقت

سورچے میں تھے اور ہوائی فائرنگ کر رہے تھے..... انہوں نے فون
ہاتھ میں پکڑ لیا اور کان سے لگاتے ہوئے بولے۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"ادھر کیا حال ہے جمشید" دوسری طرف سے صدر صاحب
سنائی دی۔

"جنگ لڑی جا رہی ہے سر..... باقاعدہ جنگ"۔

"فرزان لا میں اتنا اسلحہ ہے کہ وہ باقاعدہ جنگ لڑ سکیں"۔

"اندازہ یہی ہوتا ہے سر کہ ان کے پاس کافی اسلحہ ہے"۔

"اور ادھر وہ مجھ پر دباؤ بھی ڈلوا رہے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"انشارجہ کے صدر کا فون آیا ہے..... ان کا مطالبہ ہے کہ فرزان لا
خلاف جنگ بند کی جائے"۔

"اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے سر..... یہ کہ فرزان لا والے
پھینک دیں اور ہمیں اندر کی تلاشی لینے دیں"۔

"میں نے انشارجہ کے صدر سے یہی کہا تھا" صدر کی آواز سنائی

"تب پھر؟ انہوں نے کیا کہا"۔

"وہ ہماری یہ شرط ماننے پر تیار نہیں"۔

"جی..... کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"نہ تو وہ اسلحہ پھینکنے پر تیار ہیں..... نہ تلاشی دینے پر"۔



"پھر تو اب ہو کر رہے گا سر" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا ہو کر رہے گا جمشید" صدر بولے۔

"یہ کہ..... ہم تلاشی لیں گے اور ان سے ہتھیار بھی لیں گے..... آپ
...گی، یہ تو ہمارے ملک کے خلاف مسلح سازش ہے..... یعنی ہمارے ملک
...میں ایک ایسا ادارہ ہے..... جس کی ہم تلاشی تک نہیں لے
...میں ملک کے صدر تک نہیں جا سکتے"۔

"ہاں جمشید..... میں نے بھی یہی بات بہت شدت سے محسوس کی تھی
...اسی لیے تمہیں اشارہ کر دیا تھا کہ اس کے خلاف فوجی ایکشن لیا
..."۔

"بالکل ٹھیک سر..... آپ کے حکم پر عمل ہو رہا ہے"۔

"میں جانتا ہوں..... لیکن میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں" ان کی آواز دب
...۔

"جی..... فرمایئے"۔

"مجھ پر دباؤ بڑھتا جا رہا ہے..... انشارجہ کے بعد تین اور ملکوں کے
...انہوں نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ فرزان لا کے خلاف کارروائی روک
...ورنہ ان سے ہمارے تعلقات ختم ہو جائیں گے"۔

"اوہ..... اوہ" وہ چونکے۔

"اور جمشید..... میرا خیال ہے..... ابھی وہ اور بھی ملکوں سے فون
...گا..... اپنے زیر اثر تمام ملکوں سے کہلوائے گا"۔

"میں سمجھ رہا ہوں سر"۔

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیا کریں"۔

"سر! ہم اندر کی تلاشی لیے بغیر معاملہ کیسے رفع دفع کر سکتے ہیں

یہ ادارہ اس قدر طاقت ور ہو چکا ہے..... چند سال بعد اس کا کیا

..... سوچنا تو یہ ہے"۔

"میں سوچ رہا ہوں..... سمجھ رہا ہوں..... یہ سب کچھ ٹھیک

..... بہت غلط ہے..... ملک کے حق میں زہر ہے..... لیکن میں اس

کروں"۔

"تب پھر سر..... آپ کیا کہتے ہیں..... ہم جنگ بند کر دیں

ہتھیار پھینک کر یہاں سے چلے جائیں"۔

"نہیں..... میں یہ بھی نہیں پسند کرتا"۔

"پھر..... آپ کیا پسند کرتے ہیں"۔

"سوچنا چاہتا ہوں..... دباؤ بڑھنے سے پہلے پہلے..... جس قدر

ہو سکے..... تم اپنا کام پورا کر لو..... انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور

اور اندر کی تلاشی بھی لے لو..... سمجھ رہے ہو نا"۔

"یس سر..... میں سمجھ رہا ہوں..... اور میں اپنی پوری کوشش

گا"۔

"ٹھیک ہے جمشید"۔

"شکریہ سر..... آپ..... آپ بہت اچھے ہیں"۔



اور پھر جنگ میں شدت آ گئی..... انسپکٹر جمشید نے فون پر ملٹری چیف کو

صورت حال بتائی..... اور چند گن ہتھیار بھیجنے کی درخواست کر دی..... ایک

جو اس قسم کے ہتھیار بھی وہاں آ گئے..... اب ان کی مدد سے حملہ

..... ان کا خاص نشانہ فرنان لا کی دیواریں تھیں..... وہ چاہتے تھے

کی دیواریں گر جائیں..... اور وہ اندر داخل ہونے کے قابل

..... جلد ہی دیواریں گرنے لگیں..... اندر جنگ دریچی نظر آنے لگی

..... سوار ہو گیا..... سپیکر پر اعلان کیا گیا۔

"اب بھی وقت ہے..... ہتھیار گرا دو..... ورنہ نام و نشان مٹ جائے

اسی لیے پھر فون کی گھنٹی بجی..... فون صدر کا ہی تھا..... وہ کہہ رہے

"تم پر دباؤ اور بڑھ گیا ہے جمشید..... اس وقت تک پندرہ ملکوں کا

..... ادھر کیا پوزیشن ہے"۔

"شکست کھانے کے قریب ہیں"۔

"اور جلدی کرو..... تاکہ میں ان لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دوں کہ

بند کر دی گئی ہے" وہ بولے۔

"آپ فکر نہ کریں..... ہم ہر ممکن جلدی کر رہے ہیں"۔

فون بند ہو گیا..... جنگ میں اور تیزی آ گئی..... فرنان لا کی شکست چند

نظر آنے لگی..... خود ملٹری آفیسر نے ان سے کہا۔

"اب یہ لوگ زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکیں گے۔"

"ان شاء اللہ" وہ بولے۔

"حیرت ہے..... ان لوگوں نے یہاں اتنا اسلحہ جمع کر رکھا تھا اور [illegible] پتا تک نہیں چلا۔"

"دراصل یہ لوگ جو سامان اپنے ملک سے منگواتے ہیں..... ان [illegible] اسلحہ بھی لایا جاتا رہا ہے..... اور ان کے سامان کی تلاشی عام طور پر [illegible] جاتی..... اس رعایت سے ان لوگوں نے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا۔" انہوں نے کہا۔

"حالانکہ قانون سب کے لیے ایک ہونا چاہیے..... جب ملکی لوگوں کے سامان کی تلاشی لی جاتی ہے..... تو غیر ملکی لوگوں کی تلاشی کیوں نہیں لی جاتی [illegible] ان کی تو اور زیادہ احتیاط سے تلاشی ہونی چاہیے۔"

"ہاں! یہ حکومتی کمزوریاں ہیں" ملٹری چیف بولے۔

"اب صدر صاحب چاہتے ہیں..... یہ جنگ جلد از جلد ختم ہو جائے۔"

"ہم کوشش کو اور تیز کر دیتے ہیں" ملٹری آفیسر مسکرائے۔

"بہت خوب!" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ارے..... یہ..... یہ کیا؟"

ملٹری چیف کی خوف میں ڈوبی آواز گونج اٹھی۔

*****



# تحفہ

[illegible] کا دروازہ کھل گیا اور نواب شاہی پلکیں جھپکتے باہر نکل آئے [illegible] کے پیچھے ان کے بیوی بچے بھی آ گئے..... ان سب کو دیکھ کر لارڈ [illegible]

"[illegible] بات۔"

"میں آ گیا ہوں..... آپ میری جان لینا چاہتے ہیں نا..... لے لیں....."

"[illegible] دیں۔"

"افسوس!" لارڈ بولا۔

"افسوس کیا؟"

"میں نہیں جانتا..... میں آپ کو کیوں ہلاک کرنا چاہتا ہوں..... اس [illegible] ڈرامے کا قاتل ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں..... ہم نے ایک [illegible] وصول کی ہے..... اس بات کی کہ آپ کو جان سے مار دیا جائے۔"

"کس سے رقم وصول کی ہے" نواب صاحب بولے۔

"اس کام میں سب سے پہلی شرط بھی یہ ہوتی ہے کہ کام [illegible]
والے کا نام نہیں بتایا جاتا...... ورنہ ایسے کام کون کسی سے کرا سکتا ہے"۔

"اچھی بات ہے...... معاملہ رقم کا ہے...... تو میں آپ کو اس [illegible]
زیادہ رقم دے سکتا ہوں...... آپ مجھ سے وہ لے لیں اور اس کی [illegible]
کر دیں"۔

"یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہو گی...... ہمارے والد [illegible]
والے معاہدے کی خلاف ورزی بھی نہیں کرتے...... اسی طرح [illegible]
قائم ہوتا ہے اور لوگ بے دھڑک ان سے کام لے لیتے ہیں۔ [illegible]
کوئی شخص ایک بار بھی معاہدے سے پھر جائے...... تو اس کی [illegible]
اور پھر اسے کام نہیں ملتا"۔

"ارے تو یہ گھناؤنا کام کرنا کیا ضروری ہے...... تم اس [illegible]
کرو...... میں تمہیں دولت سے لاد دوں گا"۔

"نہیں جناب! آپ سے کم از کم ہم کوئی سودا نہیں کر سکتے"۔

"حد ہو گئی...... ہے کوئی تک" نواب صاحب پھاڑ کر [illegible]
اٹھے۔

"جی نہیں...... بالکل نہیں ہے" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا نہیں ہے" نواب صاحب چلائے۔

"جی تک" فاروق فوراً بولا۔

"فاروق تم ایسے لمحات میں بھی مذاق کر رہے ہو"۔



"جی تو لیے ہوتے ہیں لنگل اداب مذاق کرنے کے"۔ فاروق
[illegible]ا۔

"کیا کہا...... لنگل اداب"۔

"او نواب انکل...... میرے ساتھ یہ بڑی مصیبت ہے...... حروف
[illegible] بدل جاتے ہیں"۔

"اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے...... نواب صاحب...... خدا
حافظ...... اب آپ دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہو رہے ہیں...... امید ہے
[illegible] آپ خوش و خرم رہیں گے...... وہ دنیا بہر حال اس دنیا سے پیاری
[illegible] ہے...... وہاں کی ہر چیز یہاں سے بہتر ہے...... لہٰذا آپ کو تو ہمارا
[illegible] چاہیے تھا"۔ لارڈ نے جلدی جلدی کہا اور اس کے ساتھ ہی
[illegible] کے ہاتھ میں پستول نظر آیا...... اس کی انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالتی نظر آئی۔

"نن...... نہیں...... نہیں"۔ نواب صاحب کے بیوی بچے چلائے۔

"ایک منٹ مسٹر لارڈ...... کیا ایسا نہیں ہو سکتا"۔ فاروق کہتے کہتے رک
[illegible]

"اب کیا ہے...... کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی طرح بھی اپنا ارادہ بدل دیں"۔

"نہیں...... میں بتا چکا ہوں...... ایسا نہیں ہو سکتا"۔

"تب پھر ہم بھی مجبور ہیں" فاروق نے پراسرار انداز میں کہا۔

"مجبور ہیں ..... ہاں وہ تو میں دیکھ رہا ہوں ..... تم اس وقت ہو ..... اپنے نواب انکل کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے"۔

"آپ غلط سمجھے" فاروق نے منہ بنایا۔

"تب پھر تم درست سمجھا دو" لارڈ نے اس سے بھی برا منہ بنایا۔

"اس سے پہلے کہ میں کچھ بتاؤں ..... پہلے آپ ایک دو بتا دیں"۔

"پوچھو ..... کیا پوچھنا ہے"۔

"پہلی بار جب ہم نے آپ پر فائرنگ کی ..... میری گولی سے کس طرح ہو گئے"۔

"اپنی غلطی سے ..... میں تم لوگوں کو خاص نشانہ باز نہیں سمجھ اور یہ میری غلطی تھی"۔

"اور آج تو خیر آپ لوگوں نے اداکاری کی تھی ..... یہی نا"۔

"ہاں ایسا بھی کرنا پڑتا ہے ..... اب تم درمیان سے ہٹ جاؤ ..... گولی تم میں سے کسی کو لگے گی" اس نے جل بھن کر کہا ..... کیونکہ میں وہ اس کے اور نواب شاہی کے درمیان آ گیا تھا ..... اب لارڈ کے پر محمود اور فرزانہ بھی چونکے اور فاروق کے ساتھ آ کھڑے ہوئے۔

"آپ ہماری لاشوں پر سے گزر کر ہی نواب انکل تک ہیں"۔



"مجھے کوئی اعتراض نہیں ..... اگر تم مرنے کی ٹھان چکے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں"۔

"لو ہو گئی ..... یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ہم ٹھان چکے ہیں ..... وہ بھی بھلا"۔ فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے ..... اب باتیں بہت ہو چکیں ..... میں فائر کرنے لگا ہوں" اس نے غرا کر کہا۔

"اس سے پہلے ..... میرا یہ پنسل تراش تمہیں بطور تحفہ وصول کرنا ہو گا"۔

"کیا کہا ..... پنسل تراش بطور تحفہ" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں تحفہ ..... انوکھا تحفہ ..... ایسا تحفہ آپ کو آج تک کسی نے نہیں دیا ہو گا ..... یہ بس کیچ کر لیں ..... کرکٹ کی گیند کی طرح ..... اور اگر آپ کیچ نہ کر سکے ..... تو پھر یہ آپ کو کیچ کرے گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے پنسل تراش ان کے قدموں پر دے مارا ..... وہ ایک دھماکے سے پھٹا ..... اس سے بجلی کی سی چمک نکلی اور ان کے منہ سے بے ساختہ چیخیں نکل گئیں ..... پھر وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بیٹھتے چلے گئے ..... فاروق نے آگے بڑھ کر پرسکون انداز میں پستول اٹھا لیا۔

"ارے باپ رے ..... یہ ..... یہ تو بھرا ہوا ہے"۔

"تو کیا اس کو خالی سمجھے تھے" محمود نے جل کر کہا۔

"بے چارے لارڈ اور اس کے ساتھی..... آرام سے مارے گئے"۔

"یہ..... یہ ہماری آنکھوں کو کیا ہو گیا..... آگ جیسی جلن ہو رہی ہے..... میں کہتا ہوں..... اس جلن کو ختم کرو کسی طرح"۔

"ارے..... ارے..... مسٹر لارڈ..... آپ تو بہت جلد گھبرا گئے..... ایسا بھی کیا..... کچھ تو حوصلہ رکھیں"۔

"میں کہتا ہوں..... ہماری آنکھوں کا کچھ کرو"۔ وہ گرجا۔

"اچھی بات ہے..... محمود' فرزانہ ان کی آنکھیں نکال لو"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا کہا..... آنکھیں نکال لو..... یہ تم نے کیا کہا"۔

"اوہ..... بھول گیا..... ان کی آنکھوں میں ایک ایک قطرہ دوا ڈال دو بھئی"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا..... اندھا کرو گے ہمیں"۔

"اچھا اچھا..... آپ اس جلن سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں نا"۔

"ہاں..... جلدی کرو"۔

"تب پھر اس کی صرف اور صرف ایک شرط ہے"۔

"بتاؤ..... بتاؤ..... ہم ہر شرط پوری کریں گے"۔ وہ چلا اٹھا۔

"بہت خوب..... لارڈ ہوں تو آپ جیسے..... ہاں تو بھئی ذرا اس کا نام بتا دو..... جو ہمارے نواب انکل کی موت چاہتا ہے"۔



"کیا..... نہیں"۔ وہ چلا اٹھا۔

"اگر نہیں تو پھر یہ جلن ختم نہیں ہوگی"۔

"نہیں نہیں..... نہیں" وہ پھر چلایا۔

"اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے..... جلن ختم کرو..... بتا دیتا ہوں"۔

"نہیں جناب..... پہلے نام..... پھر جلن کا علاج"۔

"تم..... تم..... بہت وہ ہو" اس نے جھلا کر کہا۔

"پہلے ہم مان لیتے ہیں..... ہم بہت وہ ہیں..... تو پھر..... اس سے کیا ہوتا ہے"۔

"اچھا میں اس کا نام بتاتا ہوں..... لیکن نام بتانے کے فوراً بعد آنکھوں کی جلن ختم کرنا پڑے گا"۔

"منظور..... کیوں نہیں"۔

"اس کا نام فرنان لا ہے"۔

"کیا..... فرنان لا..... یہ کیا نام ہوا"۔

"یہ ایک ادارے کا نام ہے..... ادارے کا سربراہ کون ہے' میں نہیں جانتا..... مجھے تو یہ معاملے طے کرنے کے لیے فرنان لا میں بلایا گیا تھا..... وہاں کسی آدمی نے معاملہ طے کیا..... میں اس کو پہچان سکتا ہوں..... نام مجھے اس کا معلوم نہیں"۔

"اتنا بھی بہت ہے..... لیکن تم اس کا حلیہ تو بتا ہی سکتے ہو"۔

"اوہ حلیہ..... ہاں ضرور..... کیوں نہیں..... وہ لمبے قد کا

..... رنگ گورا، آنکھیں نیلی..... ناک بہت لمبی..... چہرہ لمبوترا"۔

"بس! اتنا حلیہ کافی ہے..... قربان اللہ کا پتا کیا ہے؟"

"309، راجہ روڈ"۔

فاروق نے یہ دونوں نام لکھ لیے..... پھر ان سے بولا۔

"اب تم فرش پر لیٹ جاؤ..... ہم تمہاری آنکھوں میں دوا

گے"۔

"اچھا" وہ بولے..... اور فرش پر لیٹ گئے۔

فاروق کمرے سے نکل گیا..... واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں

ایک شیشی تھی اور اس میں پانی جیسا سیال تھا..... اس سیال کے قطرے

نے ان کی آنکھوں میں ٹپکا دیے۔

"یہ دوا..... صرف اس پنسل تراش سے ہونے والی جلن کے

مفید ہے..... ہر قسم کی جلن کے لیے نہیں"۔

فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ اچھا خیر..... یہ بھی بہت ہے..... جلن تو رکی..... ذرا

تراش دکھانا"۔

"پنسل گھڑنے کا ارادہ ہے؟"۔

"بکو مت..... پنسل تراش دکھاؤ" اس نے فرّا کر کہا۔

"یہ کیا..... آپ تو دوا ڈلواتے ہی بدل گئے..... یہ کوئی تک"۔



"تم لوگوں سے بڑی بھاری غلطی ہو گئی"۔

"کتنی بھاری..... من دو من کی" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"نام تو تم نے واردات کرانے والے کا پوچھ لیا..... لیکن اب اس

... کو کیسے اٹھاؤ گے..... فون بند پڑے ہیں..... اطلاع دے نہیں سکو

... اور جانے ہم تمہیں نہیں دیں گے؟"۔

"اوہ! اوہ! اوہ!" محمود بولا۔

"یار تم تو بہت وعدہ خلاف نکلے"۔

"میں نے کون سی وعدہ خلافی کی بھلا" وہ چونکا۔

"اور وہ دھک سے رہ گئے..... کیونکہ اس نے واقعی کوئی وعدہ خلافی

... کی"۔

"نہیں..... نہیں کی ہو گی"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"اب ایک بار پھر تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

"لیکن پستول تو تمہارا ہمارے پاس ہے..... اور ان کے بھی" محمود

"تو کیا ہوا..... تم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے ہمیں

... کی ضرورت نہیں"۔

"نہ ہو گی..... کیا ہم اتنے کمزور ہیں..... ارے ہاں..... کیا میں

... سکتا ہوں"۔

"... کیا مطلب؟"۔

"سگریٹ کا مطلب...... سگریٹ ہوتا ہے...... یہ رہا...... ایسا کہا"
یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال دیا...... ساتھ ہی لارڈ گرجا۔

"خبردار...... ہاتھ کو حرکت نہ دو...... جیب سے باہر نہ نکالنا"۔

"جو حکم"۔

"اس کی جیبوں کی تلاشی لو...... ضرور اس کی جیب میں پنسل جیسی کوئی اور چیز ہے"۔

"اچھا باس" ایک نے کہا اور جھومتا ہوا اس کی طرف بڑھا...... وہ نزدیک پہنچا، فاروق بلا کی رفتار سے جھکا اور پھر پوری قوت سے ا... جا ٹکرایا...... وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور باس سے ٹکرا گیا...... دونوں... سے گرے...... بس پھر کیا تھا...... محمود، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر... ان پر ایک ساتھ ٹوٹ پڑے...... اور وہ مرمت کی کہ خدا کی پناہ... ان کے ہوش و حواس ختم ہو گئے اور وہ لمبے لیٹے نظر آنے لگے۔

"اب میں ان کا کوئی لحاظ نہیں کروں گا" فاروق غرایا۔

"کیا مطلب...... اب تم کیا کرو گے" پروفیسر نے چونک کر کہا۔

"ان پر آپ کی دی ہوئی پنسل آزماؤں گا"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا...... اس میں ایک پنسل... ...... اس کے ایک سرے کو اس نے دانتوں سے دبایا اور ان کی طرف اچھال دیا۔



"یہ ہے...... ایک نمونہ مسٹر باس" ساتھ ہی اس نے شوخ آواز میں

پنسل ایک دھماکے سے پھٹی...... ایک بار پھر ان کی چیخیں سنائی دیں......
"...... مر گئے"۔

اس بار وہ بری طرح تڑپ رہے تھے۔

"ارے ارے...... یہ کیا...... پورے جسم میں شدید ترین جلن...... ارے توبہ، آنکھوں کی جلن بہتر تھی"۔

"دھوکا کرنے والوں سے ہم یہی سلوک کرتے ہیں"۔

"ا...... اب نہیں کریں گے دھوکا...... اس جلن کو ختم کر دو"۔

"دھوکا تو خیر تم پھر کرو گے...... لیکن یہ اور بات ہے کہ ہم کھائیں گے"

"نن...... نہیں...... نہیں" لارڈ چلایا۔

"فاروق ایک پنسل اور...... دوسری پنسل ان کے ہوش اڑا دینے کے لیے بہت کافی ہو گی...... کیا خیال ہے"۔

"بہت بہتر...... نیکی اور پوچھ پوچھ"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فاروق نے دوسری پنسل جیب سے نکالی اور اسے ان کے پاس فرش پر پٹخ دی...... ایک بار پھر دھماکا ہوا۔

لارڈ اور اس کے ساتھی بری طرح چلائے...... ساتھ ہی ایک اور عجیب ...ہوا۔

*****

## شکریہ

"کیا ہوا چیف صاحب؟" انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا۔

"دیواروں میں شگاف ضرور پڑ گئے ہیں..... لیکن اب دشمن اور سامنے آ گئے ہیں..... میں نے چند راکٹ لانچروں کی جھلک دیکھی ہے..... مجھے اپنے ماتحتوں کو خبردار کرنا ہو گا۔"

اور پھر وہ وائرلیس پر جلدی جلدی اطلاعات اور ہدایات دینے لگے..... ایسے میں چار خوفناک دھماکے ہوئے..... قریب لائے ہوئے راکٹ لانچر استعمال کیے گئے تھے..... ان کی طرف چار جگہ تباہی کے آثار نظر آئے۔

"اب ہمیں پیچھے ہٹنا پڑے گا" چیف نے کہا۔

"بالکل ٹھیک" انہوں نے کہا۔

ایک بار پھر ہدایات شروع ہو گئیں..... ادھر سے پھر راکٹ لانچر چلائے گئے..... جنگ میں اب بلا کی شدت آ گئی۔

"اب..... اب کیا کیا جائے..... آخر ہم کتنا پیچھے ہٹیں" انسپکٹر جمشید بولے۔



"اگر آپ لوگ اجازت دیں تو" چیف صاحب کہتے کہتے رک گئے۔

"ہاں ہاں..... فرمائیے۔"

"ہم اس پر ایک زوردار ہوائی حملہ کرا دیتے ہیں..... نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"بالکل ٹھیک..... ہم ہوائی حملہ کریں گے۔"

ایک بار پھر ہدایات دی گئیں..... ادھر صدر صاحب کا فون آ گیا۔

"ہاں بھئی..... کیا رہا۔"

"جنگ جاری ہے سر..... اور فی الحال اس کے ختم ہونے کے آثار نظر نہیں آ رہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ لوگ اب راکٹ لانچر استعمال کر رہے ہیں..... ہماری طرف کافی تباہی ہوئی ہے اور جانی نقصان بھی ہوا ہے۔"

"اوہ نہیں"..... وہ چلائے۔

"اب ہم ان پر ہوائی حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں سر۔"

"اوہ..... اوہ" صدر صاحب بوکھلا گئے۔

"جی ہاں سر..... کیا بات ہے۔"

"جلدی کریں..... جلد کریں..... مجھ پر دباؤ اور بڑھ گیا ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں..... یہ دباؤ مصنوعی ثابت ہو گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے..... اب ان لوگوں کو چھوڑا بھی تو نہیں جا سکتا۔"

"بالکل ٹھیک سر" وہ بولے..... اور فون بند ہو گیا۔

آخر ہوائی حملہ شروع ہوا..... طیارے گھن گرج کے ساتھ آئے
اور بم گراتے ہوئے آگے چلے گئے..... ایک بم پھٹا اور فرحان اے
اور دھواں اٹھتا نظر آئے۔

"وہ مارا..... اب ان کے ہوش اڑیں گے" چیف چلائے۔

اسی وقت طیارے پھر آتے نظر آئے..... لیکن اس بار ابھی
پہنچے ہی تھے اور انہوں نے کوئی بم نہیں گرایا تھا کہ اچانک فرحان
دشمن توپیں چلائی گئیں..... ان کا ایک طیارہ فضا میں پھٹ گیا اور
ٹکڑے گرتے نظر آئے..... باقی طیارے بم گرائے بغیر آگے نکل
کیونکہ ان کے پائلٹوں کو اس کی امید ایک فیصد بھی نہیں تھی.....
اونچائی سے آ سکتے تھے کہ توپ کی زد میں نہ آ سکیں..... اور اتنی او
درست نشانہ لینا آسان کام نہیں تھا..... بم ادھر ادھر گر سکتے تھے
ادھر ادھر ان کے فوجی موجود تھے..... لہٰذا طیاروں کو فی الحال
روکنے کی ہدایات دی گئیں..... اور فوج کو مزید پیچھے ہٹایا جائے
لاتے انہوں نے قہقہوں کی آوازیں سنیں۔

جب فوج مناسب فاصلے پر پہنچ گئی تو طیاروں کو پھر اشارہ د
طیارے آئے اور بم گرا کر چلے گئے..... لیکن اس بار ایک اور
ہو گی..... انہوں نے بم گرتے صاف دیکھے..... اور گر بھی وہ
تھے..... لیکن ایسے میں نیچے سے کوئی چیز اوپر کی طرف چھوڑی گئی



...، دشمن توپوں کے گولے تھے یا پھر اس قسم کی کوئی اور چیز.....
...طیارے ان گولوں سے ٹکرائے اور بم فضا میں ہی پھٹ گئے..... ان کے
...ے ادھر ادھر گرتے دیکھے گئے۔

اب تو ان کی سٹی گم ہو گئی..... طیاروں کو فی الحال صرف فضا میں پرواز
...کی ہدایات دی گئیں..... اور خود چیف اپنے ساتھیوں کے ساتھ
...گئے..... مشورہ ہوا کہ اب زمینی حملہ کیا جائے گا..... ایک بڑا
...لے..... ہر قسم کے حفاظتی انتظامات کے بعد۔

اب اس حملے کی تیاریاں شروع ہو گئیں..... آخر حملہ کیا گیا..... ایک بار
...طرح جنگ ہونے لگی..... اس طرح دونوں طرف کا نقصان ہونے
...آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی..... تم مورچے بنتے چلے گئے.....
...کارروائیاں جواب دینے لگیں..... اور آخر کار فرحان لالے آواز

...بند کر دی جائے..... ہم ہتھیار پھینک رہے ہیں"۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے..... اگر ہم ان لوگوں کو شکست دینے میں کامیاب
...ہو گیا تھا..... پوری دنیا ہم پر ہنستی..... اور یہ ساری خرابی ہے
...کہ ہمارے ملک میں قانون سب کے لیے برابر کیوں نہیں سمجھا
...اب یہ غیر ملکی ہمارے ملک میں کوئی کام کرتے ہیں..... یا کوئی کام
...اجازت لیتے ہیں..... تو ان کی اچھی طرح چیکنگ کیوں نہیں کی جاتی

...... اور بعد میں جب ان کا مال آتا ہے ...... تو اس مال کی چیکنگ کیوں نہ
جاتی" ۔ چیف صاحب نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

"ہم اس بارے میں صدر صاحب سے بات کریں گے ......
آپ ان لوگوں کی گرفتاری کا کام شروع کرائیں ...... ان میں سے ایک
کر نہ جانے پائے ...... دوسرے ...... یہ کہ یہاں ایک ہی شکل کے دو آدمی
ان کا نام ہے ڈوگی ...... مجھے وہ دونوں چاہئیں" ۔

"ڈوگی ...... اور دوسرے کا نام؟" ۔

"دوسرے کا بھی ڈوگی" ۔

"یہ کیا بات ہوئی" ملٹری چیف بولے۔

"بس ...... جب وہ سامنے آئیں گے ...... اس وقت بتاؤں گا
بات ہوئی" ۔

"او اچھا" وہ بولے۔

گرفتاری کا عمل شروع ہوا ...... پورے فرنان لا پر قبضہ کر لیا
اسلحہ قبضے میں لے لیا گیا ...... یہ ایک بہت بڑا اور لمبا چوڑا ادارہ تھا
انتارجہ کے ملک سے متعلق تمام مسائل پہ کام ہوتا تھا۔

دونوں ڈوگی بھی مل گئے ...... انہیں گرفتار کر کے ان کے
گیا۔

"بہت مہنگی پڑی ہے ہمیں تم دونوں کی گرفتاری" ۔

"تو پھر چھوڑا کیوں تھا" ایک نے برا سا منہ بنایا۔



"یہ سب ہمارے حکمرانوں کی کمزوریاں ہیں ...... بات میرے اختیار
میں ہوتی تو ہرگز نہ چھوڑتا" ۔

"اب بھی کیا ہے ...... انہیں پھر چھوڑنا پڑے گا" دوسرے نے منہ
بنایا۔

"ارے نہیں ...... ذرا ٹھہر کر تم لوگوں سے بات ہوگی" ۔

وہاں کے تمام معاملات ملٹری چیف کے حوالے کر کے وہ ان دونوں کو
لے کر آ گئے ...... آئی جی صاحب کو بھی بلا لیا گیا اور تیسرے ڈوگی کو بھی وہاں
لایا گیا ...... پھر صدر کو فون کر کے صورت حال بتائی گئی ...... سن کر صدر
بولے۔

"اچھا ٹھیک ...... پھر اب تم کیا چاہتے ہو" ۔

"میں چاہتا ہوں ...... ان تینوں ڈوگیوں کے بارے میں خوب تحقیقات
کروں ...... اور انہیں کسی کے حوالے نہ کروں ...... آپ ان کے بارے میں
کسی کی سفارش قبول نہ کریں ...... کیونکہ یہ فرنان لا میں چھپے ہوئے تھے ......
اور فرنان لا وہ ادارہ ہے جس نے ہماری فوج سے باقاعدہ جنگ لڑی ہے" ۔

"ہاں ٹھیک ہے ...... میں کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گا ...... جو
کوئی ان کا نام لے گا میں اسے تمہارے پاس جانے کا مشورہ دے دوں
گا" ۔

"یہ بہتر رہے گا" وہ بولے ...... اور صدر نے فون بند کر دیا۔

پھر وہ ان تینوں کی طرف مڑے۔

"یہ سب کیا چکر ہے..... مجھے بتادو..... اسی میں تم لوگوں کی
ہے"۔
"کس چکر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں"۔
"پہلی بات..... تم تینوں کی شکل صورت بالکل ایک کیوں ہے.....
تک کہ تم تینوں کی انگلیوں کے نشانات تک ایک ہیں..... جب کہ دنیا
میں ایسا نہیں ہے..... یعنی دنیا بھر میں دو آدمی بھی ایسے نہیں مل سکتے
انگلیوں کے نشانات ایک ہوں..... جب کہ شکل صورت بالکل ملتی
ہو سکتی ہے"۔
"ہمیں اس بارے میں کچھ معلوم نہیں..... باس کو معلوم ہو گا
چکر ہے"۔
"کیا مطلب..... باس؟" وہ حیران رہ گئے۔
"ہاں! ہم صرف وہ کرتے ہیں..... جو باس کہتے ہیں.....
نے ہمیں تین پتے دیئے اور حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک، ایک پتے پر
اور وہ اندر داخل ہونے کی کوشش کرے..... اگر اندر داخل ہونے
کامیاب ہو جائے تو وہاں موجود سیف میں سے قیمتی چیزیں اور کاغذات
کر لے آئے..... خیال رہے کہ کاغذات زیادہ اہم ہیں نقدی اور زیور
کی نسبت..... چنانچہ ہم نے ایک ایک چانوٹ کیا اور واردات کرنے چلے
..... لیکن پکڑے گئے..... اس کے بعد جب آپ نے ہم میں سے دو
باہر باس کے آدمی موجود تھے..... انہوں نے ہمیں بتایا کہ باس



دونوں کو ایک خاص جگہ پہنچانے کا حکم دیا ہے..... ہم بھلا کیا کر سکتے
تھے..... چنانچہ انہوں نے ہمیں فرحان لا پہنچا دیا..... اس کے بعد وہاں سے
آپ لوگوں نے پھر گرفتار کر لیا"۔
"اچھی بات ہے..... آپ کہاں کے رہنے والے ہیں"۔
"میں انشارجہ کا رہنے والا ہوں" ایک نے فوراً کہا۔
"اور آپ؟" انہوں نے دوسرے سے پوچھا۔
"باس نے مجھے بتایا ہے کہ میں یہ بات کسی کو نہ بتاؤں" وہ مسکرایا۔
"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔
"مطلب یہ کہ میں نہیں بتا سکتا..... میں کہاں کا رہنے والا ہوں"۔
"اور آپ؟"۔
"میں بھی نہیں بتا سکتا"۔
"لیکن ہم آپ سے معلوم کر لیں گے" انسپکٹر جمشید پر سکون آواز میں
بولے۔
"وہ آپ جانیں"۔
"اور اس ملک میں کب آنا ہوا"۔
"ایک ماہ ہو گیا ہو گا شاید"۔
"ایک ماہ میں آپ نے کچھ اور بھی وارداتیں کی ہیں"۔
"نہیں..... یہ پہلا موقع تھا جب ہمیں کوئی کام سونپا گیا"۔
"آپ تینوں کے باس کا نام کیا ہے"۔

"نہیں بتائیں گے" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

"اس کا مطلب کیا ہے..... بتا کیا ہے؟"۔

"نہیں بتائیں گے..... نہیں بتائیں گے"۔

"گویا نہ تو آپ یہ بتانے کے لیے تیار ہیں کہ آپ میں سے
کس علاقے یا ملک سے ہے..... نہ باس کا نام پتا اور حلیہ بتانے کو تیار
نہ واردات کی وجہ بتانے کے لیے تیار ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"تب ہمیں آپ پر سختی کرنا ہوگی" انسپکٹر جمشید نے یہ کہتے ہوئے
صاحب کی طرف دیکھا۔

"بالکل ٹھیک جمشید..... اس کے بغیر تو کام چلتا نظر نہیں آتا"۔

"شکریہ سر..... لے چلو بھئی انہیں کمرۂ امتحان میں"۔

"کمرۂ امتحان میں..... کیا مطلب..... یہ کمرۂ امتحان کیا ہوتا ہے؟"

"ابھی آنکھوں سے دیکھ ہی لیں گے"۔

ابھی وہ انہیں کمرۂ امتحان کی طرف لے جا ہی رہے تھے کہ
قدموں کی آوازیں گونج اٹھیں، انہوں نے نظریں گھمائیں
والوں کو دیکھ کر ساکت رہ گئے۔

******



# برکت

انہوں نے دیکھا..... گرنے کے ساتھ ہی ان کے جسم کمانوں کی طرح
چلے گئے۔

"ارے ارے! یہ..... یہ کیا؟" لارڈ چلایا۔

"کس بات کی طرف اشارہ ہے مسٹر لارڈ"۔

"یہ ہمارے جسموں کو کیا ہوا؟"۔

"یہ دوسری پنسل کی برکت ہے..... ایک پنسل بھی کمال تھی" فاروق
یا۔

"اب ہمیں اس تکلیف سے نجات دلواؤ" لارڈ چلایا۔

"ہا ہا..... تم پھر ڈسنے کی کوشش کرو گے"۔

"کیا ہم سانپ ہیں" لارڈ کے ایک ساتھی نے جل کر کہا۔

"سانپ تو تم لوگوں کے آگے بھرتے ہیں پانی"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی..... اب سانپ پانی بھرنے لگے"۔

"میں کہتا ہوں..... یہ تکلیف ناقابلِ برداشت ہے"۔

"ہم آپ کو اس تکلیف سے بھی فوراً نجات دلا سکتے ہیں"۔

"ارے تو پھر دلاؤ نا..... مفت کیا تنگ رہے ہو"۔

"ایک شرط ہے"۔

"بولو جلدی..... ایسے میں تمہیں شرطیں سوجھ رہی ہیں"

بولا۔

"کیا کیا جائے مجبوری ہے..... شرطوں کی مرضی" فاروق نے

اچکائے۔

"شرط کیا ہے" وہ چیخا۔

"کان کے پردے نہ پھاڑو ہمارے"۔ فرزانہ نے جلا کر کہا۔

"تم بتاؤ گے بھی یا نہیں..... مارے درد کے ہمارا برا حال ہے"

"اچھا..... بتاؤ..... تم نواب شاہی صاحب کی جان کیوں لینا

تھے"۔

"میں نہیں جانتا..... ہم نہیں جانتے..... کوئی نہیں جانتا..... د

جانتا ہے..... جس نے مجھے ایسا کرنے کے لیے رقم دی تھی اور

میں اسے نہیں جانتا"۔

"ناممکن..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"ایسا ہی ہے..... میرا یقین کرو"۔

"اچھا چلو..... تم بھی کیا یاد کرو گے..... کر لیتے ہیں یقین..... "

دفتر سے عملے کو بلا کر تمہیں اس کے حوالے کر دیتے ہیں"۔



"اور یہ جسم..... کیا اسی طرح سڑتے رہیں گے"۔

"نہیں..... جیل میں پہنچتے ہی..... تم سیدھے ہو جاؤ گے"۔

"اچھا خیر..... کیا تم ہمیں کھانے کو کوئی دوا دو گے"۔

"نہیں..... ایک ترکیب بتائیں گے..... اس پر عمل کرنے کے ساتھ ہی فوراً سیدھے ہو جاؤ گے"۔

"تو ابھی سیدھا کر دینے میں کیا حرج ہے"۔

"تم پھر دھوکا دینے کی کوشش کرو گے"۔

"نہیں..... ہم وعدہ کرتے ہیں"۔

"مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا..... اگر تم پہلے دھوکا نہ

اس وقت ضرور تمہارے لیے آسانی کر دیتے"۔

"اچھا..... جیسے تمہاری مرضی"۔

"ہمارے فون کیوں کام نہیں کر رہے..... جس قدر جلد فون ٹھیک

گے..... ہم دفتر کو اتنا ہی جلد اطلاع دے سکیں گے اور دفتر سے کوئی

گا اور تم لوگوں کو حوالات پہنچا دے گا..... وہاں آپ کو بتا دیا

تم کس طرح سیدھے ہو سکتے ہیں"۔

"اوہ..... اچھا..... یہ لو..... اس کو جلا دو..... فون کام کرنے لگ

گے"۔

کر اس نے سیاہ رنگ کا بٹن نما ایک چھوٹا سا آلہ ان کی طرف

نے آلہ کھینچ کر لیا اور اسے ماچس کی مدد سے جلا دیا۔

"اب فون کرو..... اس آلے کی موجودگی میں کوئی فون کام
کرتے"۔

"اوہ..... تب تو ہم نے ایک کام کی چیز جلادی"۔

"میرے پاس ایسے اور آلے ہیں"۔

"تو پھر ان کی موجودگی میں فون کس طرح کام کریں گے"۔

"ابھی ان کو آن نہیں کیا گیا..... جب اس آلے کو آن کر دیا
..... تو آف نہیں کیا جا سکتا..... بس ضائع کر دیا جاتا ہے..... یا دور پھینک
جاتا ہے..... اب فون کام کریں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

انہوں نے فون کیا اور توحید احمد کو ہدایات دیں..... جلد ہی
سمیت وہاں پہنچ گیا..... لارڈ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے حوالے
گیا۔

"یہ..... یہ ان کے جسموں کو کیا ہو گیا ہے" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"حوالات میں بند کرنے کے بعد تم ہمیں فون کرنا..... ہم بتائیں
کہ ان کے جسم کس طرح سیدھے ہو سکتے ہیں لیکن یہ لوگ بہت
ٹیڑھے ہیں..... ان کا خاص دھیان رکھنا ہو گا"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔

وہ انہیں لے کر چلا گیا..... اب وہ نواب شاہی کی طرف مڑے۔



"آپ کو اب بھی محسوس ہوا یا نہیں کہ کوئی آپ کو کیوں ہلاک کروانا
چاہتا ہے"۔

"نہیں..... معلوم نہیں ہو سکا"۔

"اوہو..... یعنی کہ..... خیر..... آپ غور کرتے رہیے گا..... جونہی
... یاد آئے یا..... سمجھ میں آئے..... ہمیں فون کر دیجئے گا..... جب
... مجرم گرفتار نہیں ہو جاتا..... آپ بدستور خطرے میں ہیں"۔

"ہاں..... ٹھیک ہے میں ذہن دوڑاؤں گا..... تم فکر نہ کرو..... اس
... افسوس رہے گا کہ آج یہاں انسپکٹر جمشید نہیں تھے..... ویسے تم
... نے میرے لیے جو کچھ کیا..... وہ بھی یاد رہے گا..... لارڈ جیسے مجرم
... آسان کام نہیں تھا"۔

"اس قسم کے کام تو ہمارے لیے اب روز مرہ کے کام ہیں..... اچھا۔
... چلتے ہیں"۔

"ایک بات پر مجھے بہت حیرت ہے"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"... جمشید نے تم لوگوں کی خیریت تک معلوم نہیں کی"۔

"اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے بھی زیادہ الجھے ہوئے
..."

"ہاں..... ضرور ایسا ہی ہو گا"۔

پھر وہ وہاں سے چلے گئے ..... ہمیں اسی وقت فون کی گھنٹی بجی
محمود رک گیا ..... نواب صاحب نے فون کا ریسیور اٹھایا۔

"جی ..... جی ہاں ..... میں نواب شاہی بات کر رہا ہوں .....
..... میں نے وہ فروخت کر دی تھی ..... نہیں ..... بالکل نہیں"۔

اور پھر انہوں نے فون بند کر دیا۔

"کیا بات تھی انکل"۔

"میری ایک بہت پرانی لائبریری تھی ..... باپ دادا کے ز
اس میں کچھ بہت پرانی کتابیں تھیں ..... کوئی صاحب اس کے
پوچھ رہے تھے ..... لیکن وہ تمام کتابیں میں نے ایک پاگل سے آد
تھیں ..... وہ میرے کسی کام کی نہیں تھیں"۔

"اور یہ فون کرنے والا کیا کہہ رہا تھا"۔

"کہہ رہا تھا ..... میری اس لائبریری کو دیکھنا چاہتا ہے"۔

"اور اچھا ..... آؤ بھی چلیں" محمود نے کہا ..... وہ چونکے
..... ایسے میں فرزانہ پھر ان کی طرف مڑ گئی اور بولی:

"آپ نے وہ لائبریری کس پاگل سے آدمی کو فروخت کی تھی"۔

"اب تو میں اس کا نام بھی بھول گیا ..... شاید میں نے اپنی
ڈائری میں اس کا نام پتا لکھا ہو گا"۔

"مہربانی فرما کر ہمارے لیے نام پتا تلاش کر دیں"۔

"کیا مطلب ..... تم اس سے ملو گے"۔



"ہاں ایسا حرج ہے ..... ہمیں اس شخص کا سراغ تو آخر لگانا ہی ہو گا
آپ کو بلیک کروانے پر تلا ہوا ہے ..... اور ہو سکتا ہے ..... یہ اس
لائبریری کی کسی کتاب کا چکر ہو"۔

"اوہ ..... اوہ ..... کیا واقعی یہ ہو سکتا ہے"۔

"کیوں ..... کیوں نہیں"۔

"..... مجھے ایک بات یاد آ رہی ہے ..... اف مالک"۔

"..... اور وہ کیا؟"۔

"اوہ کہو"۔

کہتے کہتے رک گئے ..... اسی وقت فون کی گھنٹی بجی ..... انہوں نے
عالم میں ریسیور رکھ لیا۔

"نواب شاہی بات کر رہا ہوں" یہ کہہ کر انہوں نے بٹن دبا دیا ..... اب
کرنے والے کی آواز وہ سن سکتے تھے۔

جناب! آپ مجھ پر ایک احسان کر دیں ..... آپ اس احسان کے
بدلے میں جو کہیں گے میں کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

صاحب ..... آپ آپ تو شاید وہی ہیں ..... جنہوں نے ابھی ابھی
کے بارے میں بات کی تھی"۔

"ہاں میں وہی ہوں"۔

"کہیے ..... میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں"۔

ایسے میں فرزانہ نے انھیں ایک اشارہ کیا..... نواب صاحب
کو سمجھ گئے۔
"ایک منٹ جناب..... ذرا ایک منٹ کے لیے انتظار کریں"
یہ کہ کر وہ فون سیٹ وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل آئے۔
فرزانہ انھیں اشارہ کر کے کمرے سے نکل آئی تھی۔
"انکل..... آپ اسے باتوں میں لگائے رکھیں..... ہم یہ
کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کہاں سے بات کر رہا ہے"۔
"او اچھا..... ٹھیک ہے"۔
یہ کہ کر وہ پھر کمرے میں چلے گئے..... جب کہ فرزانہ نے
سیٹ پر ایکسچینج سے رابطہ کیا..... اور انھیں ہدایات دیں..... [illegible]
داخل ہوئی..... نواب صاحب فون میں کہہ رہے تھے۔
"آپ مجھے صرف یہ بتا دیں..... آپ نے لائبریری کس کے
تھی..... اور کب؟"۔
"مجھے اس کا نام پتا تو اب زبانی یاد نہیں ہے..... پرانی [illegible]
دیکھنا پڑے گا"۔
"مہربانی فرما کر میرا یہ کام کر دیں..... میں شکر گزار ہوں
آپ جو کہیں گے میں آپ کے لیے کروں گا"۔
"اچھی بات ہے..... میں ابھی سے یہ کام شروع کرتا ہوں۔
نام اور فون نمبر لکھوا دیں"۔



"بہت بہت شکریہ..... اس کی ضرورت نہیں..... میں خود فون کروں
[illegible]
"کیا آپ اپنا نام نہیں بتانا چاہتے"۔
"ایسا ہی سمجھ لیں"۔
"خیر کوئی بات نہیں..... میں یہ کام شروع کرتا ہوں"۔
"اوکے..... میں پھر فون کروں..... دو گھنٹے تک"۔
"ٹھیک ہے" وہ بولے اور فون بند کر دیا۔
ادھر فرزانہ نے ایکسچینج سے معلوم کیا..... ادھر سے بتایا گیا کہ پبلک فون
[illegible] سے فون کیا گیا تھا..... ان کے چہرے لٹک گئے۔
"انکل آپ ضرور اپنی ڈائریاں چیک کر لیجیے..... ہم بہت پریشان
[illegible] ہیں"۔
"اوکے" وہ بولے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔
انھوں نے ڈائریاں منگائیں اور ان کی ورق گردانی شروع کر دی.....
[illegible] ڈائریاں ہوں گی..... اچانک وہ بہت زور سے اچھلے۔

*****

# کیا!!!

آنے والے ملک کے چوٹی کے تین وکیل تھے..... ان کے ہو
طنزیہ مسکراہٹیں تھیں۔

"آپ انھیں حراست میں نہیں رکھ سکتے" ان میں سے ایک
"کیوں جناب وجہ؟" انسپکٹر جمشید تلملا اٹھے۔
"ہم ان کی ضمانت کرا چکے ہیں"۔
"ہمیں بتائے بغیر..... ہم سے پوچھے بغیر کون سے مجسٹریٹ نے
ضمانت لے لی..... یقیناً" انھیں معاملے کا کچھ علم نہیں ہوگا اور یہ
انھیں گرفتار کیا گیا..... اس وقت تو عدالت کا وقت بھی ختم ہو چکا تھا
"یہ ضمانت کرانے والوں کا کمال ہے" وہ مسکرائے۔
"جی نہیں..... یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے..... آپ نے ا
سے جرم کا ملزم ظاہر کر کے ضمانت کرائی ہوگی..... لایئے مجھے دکھا
ان کی ضمانت کے کاغذات"۔
"یہ لیں..... اور انھیں رہا کر دیں"۔



"ایک منٹ ٹھہریں" وہ بھنا کر بولے۔
انھوں نے کاغذات چیک کیے..... پھر ان مجسٹریٹ صاحب کو فون کیا
جنھوں نے ضمانت کے کاغذات پر دستخط کیے تھے۔
"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔
"جی فرمایئے!" دوسری طرف سے کہا گیا۔
"آپ نے تین ڈوگی نام کے آدمیوں کی ضمانت لی ہے..... کیا آپ کو
بتایا گیا تھا"۔
"جی ہاں! چوری" وہ بولے۔
"جی نہیں..... ان کا جرم چوری نہیں ہے..... ہمارے پورے ملک
کے خلاف اعلان جنگ ہے..... کیا سمجھے آپ"۔
"بالکل کچھ نہیں سمجھا..... پورے ملک کے خلاف اعلان جنگ"۔
"کیا اب تک شہر میں قربان لاوا کی خبریں نہیں پہنچیں"۔
"جی ہاں! پہنچی تو ہیں"۔
"بس تو پھر..... یہ قربان لاوے گرفتار کیے گئے ہیں اور انھی کو بچانے
کے لیے قربان لاوا والوں نے حکومت سے وہ جنگ لڑی ہے"۔
"اوہ نہیں..... نہیں" وہ چلائے۔
"اور آپ نے ان کی ضمانت لے لی"۔
"ہم..... مجھے معلوم نہیں تھا..... دراصل ملک کے تین اہم ترین
وکیل آئے تھے"۔

"تو کیا ہوا..... آپ ہم سے پوچھ تو لیتے..... اب آپ اسی وقت ...
فوراً اس ضمانت کو کینسل کریں"۔

"ہم..... میں آرہا ہوں" وہ بولے۔

"ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں" انھوں نے مسکرا کر کہا اور ...
دیا۔

"لیکن جب تک وہ آتے ہیں..... آپ کس طرح انھیں حوالات ...
رکھ سکتے ہیں" ایک وکیل نے جھلا کر کہا۔

"موجودہ حالات کے پیش نظر رکھ سکتے ہیں..... آپ نے ...
کر انھیں رہا کرانے کی کوشش کی..... لہٰذا آپ کو بھی گرفتار کیا جاتا ہے"

یہ کہہ کر انھوں نے اکرام کو اشارہ کیا..... اس نے فوراً ...
..... اور اپنے ماتحتوں کو بلانے کے لیے اشارہ دیا..... جلدی ہی ...
اور انھیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ پھر مجسٹریٹ صاحب آ گئے اور ...
ضمانت کینسل کی..... اور معذرت بھی کی..... پھر وہ چلے گئے اور ...
انھیں کمرۂ امتحان کی طرف لے چلے..... تینوں وکیلوں کو حوالات میں ...
گیا تھا۔

کمرۂ امتحان کی مشینوں کو دیکھ کر وہ تینوں ہنسے۔

"یہ کیا ہے؟" ایک نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔



"یہ امتحان گاہ ہے..... یہاں تم لوگوں کا امتحان لیا جائے گا..... اور
... دینے سے گھبراتے ہو تو صاف صاف بتا دو..... یہ کیا چکر ہے.....
... تمھیں ہمارے ملک میں کس مقصد کے لیے بھیجا ہے"۔

"... نہیں..... نہیں" وہ چلائے۔

"... مطلب"۔

"... نہیں بتا سکتے..... کچھ بھی نہیں"۔

"...ے..... بٹھا دو بھئی انھیں مشینوں پر اور دبا دو بٹن" وہ بولے۔

... امتحان کے انچارج نے انھیں مشینوں میں کس دیا اور بٹن دبا
... وہ لگے چیخنے چلانے۔

"ارے ارے..... یہ کیا..... روکو..... بند کرو اس امتحان کو"۔

"پہلے تم یہ بتاؤ گے کہ چکر کیا ہے"۔

"اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے..... انچارج کو معلوم ہو گا..... ہمیں تو جو
... بس ہم تو وہ کرتے ہیں"۔

"... صرف اتنا بتا دو..... تم تینوں کی انگلیوں کے نشانات کس طرح ملتے
..."۔

"یہ بات ہمیں معلوم نہیں..... کیونکہ نہ تو ہم تینوں بھائی ہیں..... نہ
... پیدا ہوئے..... ہمیں تو تین الگ الگ جگہوں سے لا کر ایک جگہ جمع
..... ہم تو خود ایک دوسرے کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے"۔

"یہ نہیں ہو سکتا" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"کیا نہیں ہو سکتا؟"۔

"تم تینوں کے حلیوں میں ذرہ بھر فرق نہیں.... کوئی ماہر بھی.... سر.... ہمارے پاس وہ لاش موجود ہے.... ابھی تک ہم یہ
تم میں کوئی فرق ثابت نہیں کر سکتا.... آوازیں بھی بالکل ایک جیسی ہیں تک کہ وہ کون ہے.... جب کہ وہ اس شخص کے گھر سے ملی ہے
کرنے کا انداز بھی ایک ہے.... یہاں تک کہ انگلیوں کے نشانات بھی اور ادھر سے وزیر خارجہ نے اطلاع دی تھی.... کہ ڈوگی کو رہا کر دیا گیا
ایک جیسے ہیں.... اور یہ اس دنیا کی سب سے عجیب اور انوکھی بات ہے" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔
کیونکہ آج تک کسی دو انسانوں کے بھی انگلیوں کے نشانات نہیں ایک ہے.... اس لاش کی تصاویر اخبارات میں دے دو.... اور ہم
یہاں تین انسانوں کے ایک جیسے نظر آ رہے ہیں.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... وزیر خارجہ صاحب سے دو ٹوک بات کرنا ہو گی"۔

"ہم نہیں جانتے" وہ بولے۔ "ٹھیک ہے، ہم صدر صاحب سے لیں گے" آئی جی مسکرائے۔

"تم بتاؤ گے.... ضرور بتاؤ گے دہادو شمن"۔ "اور اگر نہیں، آپ انہیں فون"۔

اس بات چیت کے دوران مشینوں کے بٹن آف کر دیے گئے۔ آئی جی صاحب نے صدر صاحب کو فون کیا.... ساری بات سن کر
اب پھر دبائے گئے اور وہ لگے چلانے.... یہاں تک کہ بے ہوش ہو لے۔
ہو گئے۔ "ٹھیک ہے، کرتے ہیں.... میں انہیں اپنے دفتر میں بلا لیتا ہوں.... آپ

"اوہو.... انہوں نے بتایا نہیں اور بے ہوش ہو گئے"۔ "بھی آ جائیں"۔

"تب پھر یہ.... یہ کچھ جانتے ہی نہیں.... یہ بتا رہے ہیں" انہوں نے تجویز پیش کی۔

صرف اتنا ہی معلوم ہے" آئی جی بولے۔ "اوکے سر.... ہم روانہ ہو رہے ہیں"۔

"جی نہیں.... یہ بھی نہیں ہو سکتا"۔ "اور میں انہیں فون کر رہا ہوں"۔

"آپ جمشید.... اب ہم کیا کریں گے"۔ جلد ہی وہ وہاں پہنچ گئے.... وزیر خارجہ ان سے پہلے وہاں پہنچ چکے

"افسوس! ہم کچھ نہیں کر سکتے.... صرف انہیں حوالات میں.... لیکن ابھی صدر صاحب نے ان سے کوئی بات نہیں کی تھی.... انہیں
ہیں.... عدالت سے سزا دلوا سکتے ہیں"۔ معلوم تھا کہ کیوں بلایا گیا ہے.... ان لوگوں کو دیکھ کر وہ زور سے

"آپ لوگ کیسے آئے؟" وہ بولے۔

"صدر صاحب نے بلایا ہے" آئی جی بولے۔

"اوہ اچھا" ان کے منہ سے نکلا۔

اسی وقت صدر اندر داخل ہوئے ..... ان کے چہر
مسکراہٹ تھی۔

"صاحب صدر..... میں سمجھا نہیں..... آپ نے مجھے کیوں بلایا

"ابھی وضاحت کرتا ہوں..... تشریف رکھیں"۔

سب بیٹھ گئے..... ایسے میں صدر صاحب نے کہا۔

"آپ کو فرزان لال والے واقعے کا تو پتا چل گیا ہو گا"۔

"جی ہاں! کیوں نہیں..... سارے شہر کو پتا چل چکا ہے"۔

"ڈوگی جنہیں آپ نے رہا کرایا..... وہاں سے ملے ہیں"۔

"مجھے یہ خبر بھی مل چکی ہے اب بھی ان کے اطمینان میں فرق

"ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ نے ان ڈوگیوں کو رہا
تھا"۔

"انشارجہ کے کہنے پر" وہ پرسکون آواز میں بولے۔

"کیا مطلب..... کیا انشارجہ حکومت کا فون آپ کو موصول ہ

"جی نہیں..... انشارجہ حکومت نے یہاں اپنے سفیر کو ہدا
تھیں..... سفیر نے مجھ سے بات کی..... اس نے بتایا کہ ڈوگی نام کے
کو انسپکٹر جمشید کے ماتحت نے گرفتار کیا ہے..... اس پر صرف ایک



ہات گھسنے کا الزام ہے..... یا یہ الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے وہاں سے
نے کی کوشش کی ہے..... اور بس..... لہٰذا اتنے سے جرم کو چھوڑ
یتے میں کوئی حرج نہیں ہو جائے گا..... میں نے یہ بات سن کر ان کے دفتر
ن کیا اور ہدایت دی کہ ڈوگی نام کے شخص کو چھوڑ دیا جائے..... تھوڑی
در بعد سفیر کا فون مجھے پھر موصول ہوا..... انہوں نے مجھے بتایا کہ ڈوگی کو
یں چھوڑا گیا..... کیونکہ ان کے آدمی ڈوگی کو لینے کے لیے دفتر کے باہر
ود ہیں..... میں نے انہیں پھر فون کیا..... انہوں نے بتایا کہ ڈوگی کو چھوڑ
یا ہے..... میں نے انہیں بتایا کہ میری اطلاع یہ ہے کہ نہیں چھوڑا گیا
۔ آخر میں نے خود وہاں جا کر دیکھا..... وہاں ڈوگی موجود تھا..... لیکن ان
کا کہنا تھا کہ یہ دوسرا ڈوگی ہے..... بہرحال انہوں نے میرے سامنے
ان ڈوگی کو رہا کر دیا..... اور میں وہاں سے چلا آیا..... میں تو اس معاملے سے
بس اس حد تک واقف ہوں اور اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں کیا"۔

یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے۔

"تب پھر ہمیں سفیر صاحب کو بھی یہاں بلانا ہو گا..... کیونکہ انہوں نے
ھوکا دے کر اپنے ڈوگی کی بجائے دو ڈوگی رہا کرائے..... اور ایسا کرنے کا
انہیں کوئی حق نہیں تھا..... وہ پہلے ہی آپ سے یہ بات کر سکتے تھے کہ ڈوگی
ایک نہیں دو ہیں"۔

"ہاں یہ تو ہے..... آپ انہیں بلا لیں..... مجھے کوئی اعتراض نہیں"
وزیر خارجہ بولے۔

"شکریہ" صدر نے کہا پھر سفارت خانے کے نمبر ملانے لگے...
کی آواز سنتے ہی صدر نے کہا۔

"مسٹر راشو...... آپ ذرا یہاں ایوان صدر آنا پسند کریں گے"۔

"کیا کوئی خاص کام ہے...... مسٹر صدر"۔

"بہت زیادہ خاص"۔

"اچھی بات ہے...... میں آ رہا ہوں"۔

جلد ہی مسٹر راشو وہاں پہنچ گیا۔

"ہاں صاحب صدر...... آپ نے مجھے کیسے یاد فرمایا" اس نے کہا۔

"آپ نے وزیر خارجہ صاحب کے ذریعے ڈوگیوں کو [illegible]
ہے؟"۔

"جی...... کیا فرمایا...... میں نے...... نہیں تو" وہ زور سے اچھلا۔

"کیا فرمایا آپ نے...... نہیں رہا کرایا؟"۔

"نہیں بالکل نہیں"۔

"کیا!!!"۔

وزیر خارجہ زور سے چلائے۔

******



# جھٹکا

"[illegible]...... کیا ہوا نواب انکل...... کیا اس کا نام مل گیا" فرزانہ نے
[illegible] میں کہا۔

"[illegible] مل گیا...... اس کا نام پروفیسر فاتون ہے...... اب مجھے یاد آ رہا
[illegible] پہلے وہ کئی بار میری لائبریری دیکھنے کے لیے آیا...... اس نے
[illegible] کافی وقت گزارا...... پھر اس کے بعد اس نے کہا تھا کہ میں اس
[illegible] کو خریدنا چاہتا ہوں...... چونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی......
[illegible] میں نے اس سے کہہ دیا کہ وہ مفت ہی لے جائے...... لیکن اس نے
[illegible] پسند نہ کیا اور کچھ رقم دے کر کتاب اٹھا لے گیا تھا"۔ یہاں تک
[illegible] خاموش ہو گئے۔

"اس کا پتا؟"۔

"نہیں...... یہاں اس کا پتا نہیں ہے"۔

"اور وہ خاص بات کیا ہے...... جو آپ کو اچانک یاد آ گئی تھی"۔

"ہاں وہ..... جب پروفیسر عاغون کتابیں لے گیا تو لائبریری
خریدار آیا تھا..... لیکن جب میں نے اسے بتایا کہ وہ تو میں نے فروخت
تو اسے بہت افسوس ہوا تھا..... میں نے اسے پروفیسر عاغون کا نام
..... لیکن پتا تو خود میرے پاس درج نہیں تھا..... لہٰذا میں اسے صرف
نام بتا سکا اور وہ چلا گیا۔

"افسوس! اب ہم اس پروفیسر عاغون کو بھلا کس طرح تلاش
محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"ارے ہاں! کیا آپ بتا سکتے ہیں..... آپ کی لائبریری کی تمام
کتابیں کس قسم کی تھیں"۔

"کائنات کے بارے میں"۔

"اوہ اچھا..... ایک منٹ" محمود نے بے چین ہو کر کہا اور
داؤد کی طرف مڑا۔

"انکل..... آپ کسی پروفیسر عاغون کو جانتے ہیں"۔

"نہیں بھئی..... پہلی بار نام سنا ہے"۔

"اوہو..... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنا فرضی نام بتایا
نواب انکل آپ پروفیسر عاغون کا حلیہ بتا سکتے ہیں؟" فرزانہ جلدی
بولی۔

"ہاں ضرور..... کیوں نہیں..... اس کا قد لمبا تھا..... وہ دبلا
بڑی بڑی آنکھیں..... گال پچکے ہوئے وغیرہ"۔



"ہوں..... اچھا شکریہ" فرزانہ نے کہا اور پروفیسر کی طرف مڑی۔

"اس حلیے کا کوئی آدمی آپ کے ذہن میں ہے؟"۔

"نہیں..... بالکل نہیں" پروفیسر داؤد نے انکار میں سر ہلایا۔

"اچھی بات ہے..... آپ کسی ایسے سائنس دان کے بارے میں جانتے
ہیں..... جو کائنات پر کام کر رہا ہو"۔

"ہاں..... ایسے تو ہمارے ملک..... بلکہ شہر میں کئی ہیں"۔

"بہت خوب..... ان کے نام پتے تو بتا ہی سکتے ہیں آپ"۔

"صرف ایک کا نام پتا بتا سکوں گا..... پروفیسر خالدان..... 904، راٹا
ٹاؤن"۔

"شکریہ..... آپ گھر چلیں..... ہم ذرا پروفیسر خالدان سے مل
آئیں"۔

"تو ہم کیوں ساتھ نہ چلیں؟" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"آپ کس وقت سے ہمارے ساتھ ہیں..... یہ بھی تو سوچیں"۔

"ایسی باتیں سوچنے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں..... چلو چلیں"۔

وہ نواب شاہی سے رخصت ہو کر 904، راٹا ٹاؤن پہنچے..... دستک کے
جواب میں ایک بوڑھا آدمی باہر نکلا۔

"معاف کیجئے گا..... ہمیں پروفیسر خالدان سے ملنا ہے"۔

"تو پھر ملئے..... کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہیں" اس نے جل کر کہا۔

"اوہ آپ ہی ہیں"۔

"ہاں! میں ہی ہوں..... کوئی شک ہے آپ کو" وہ اور جھلا اٹھے۔
"جی..... نہیں..... شک کیسا..... کیا ہمیں دروازے پر کھڑے
ملاقات کرنا ہوگی"۔
"اگر آپ ایک آدھ منٹ میں فارغ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں
تب تو ٹھیک ہے..... اور اگر زیادہ وقت لگنے کا اندیشہ ہے تو اور بات
..... اندر چل کر بیٹھ جاتے ہیں"۔
"اندر چل کر بیٹھنا ہی مناسب ہو گا" فرزانہ نے بغور ان کی طرف
کر کہا۔
"میری بچی..... آپ مجھے بہت تیز نظروں سے گھور رہی ہیں.....
کوئی اچھی بات ہے؟" پروفیسر خالدان نے منہ بنایا۔
"جی نہیں..... یہ اچھی بات ہرگز نہیں، لیکن یہ ہماری مجبوری ہے"
"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔
"دوسروں کو پہچاننے کے لیے ہمیں ایسا کرنا پڑتا ہے..... بعض اوقات
لوگ میک اپ میں ہوتے ہیں..... غور سے دیکھنے پر ہی
جاتے"۔
"پتا نہیں آپ کے ذہن میں کیا ہے..... خیر آئیے"۔
وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئے..... ڈرائنگ روم
پرانی چیزوں سے سجا ہوا تھا۔



"آپ کائنات کے موضوع پر کام کرتے ہیں..... کیا آپ کسی پروفیسر
داؤن کو جانتے ہیں"۔
"کک..... کیا کہا..... داؤن" وہ بہت زور سے اچھلے۔
"کک کیا ہوا آپ کو" وہ حیرت زدہ رہ گئے۔
"میں نے یہ نام پہلی بار سنا ہے"۔
"دیکھئے..... آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں" محمود بولا۔
"آخر کیوں..... میں ایسا کیوں کروں گا"۔
"پتا نہیں..... لیکن آپ ایسا کر رہے ہیں"۔
"میں ایسا نہیں کر رہا..... میں اس نام کے کسی پروفیسر کو نہیں جانتا"۔
"تب پھر آپ یہ نام سن کر چونکے کیوں تھے؟"۔
"میں نہیں چونکا تھا"۔
"اب آپ جھوٹ بول رہے ہیں..... آپ کو چونکتے ہم سب نے دیکھا
تھا..... ادھر دیکھئے..... یہ ہمارے ساتھ پروفیسر داؤد ہیں..... پروفیسر
"۔
"کیا!!!" وہ چلا اٹھے..... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔
"کیوں! اب کیا ہوا؟"۔
"میں نے ان کا بہت نام سنا ہے..... لیکن یہ آپ لوگوں کے ساتھ
..... آپ کون ہیں؟"۔

"ہم محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں.... اور یہ ہمارے انکل شاد...
ہیں" محمود نے تعارف کرایا۔

"اوہ.... اوہ" ان کے منہ سے نکلا.... پھر اس نے کھوئے...
انداز میں کہا۔

"پروفیسر عاقون لاپتا ہیں"۔

"کیا مطلب.... لاپتا ہیں" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! ان کا کوئی پتا نہیں.... بس وہ اچانک غائب ہو گئے....
معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں چلے گئے"۔

"کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"یہ کہ.... وہ میرے قریبی دوست تھے.... میں میرے پاس...
تھے.... ان کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا.... ایک دن اچانک وہ کہیں...
جائے بغیر.... میں نے کسی کو اطلاع دیے بغیر انہیں ہر طرف...
.... لیکن وہ نہیں ملے"۔

"آپ نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی"۔

"نہیں" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"کیا فرمایا.... نہیں کرائی.... ایک جیتا جاگتا انسان اچانک آپ...
سے غائب ہو گیا اور آپ نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج نہ...
.... آخر کیوں؟"۔

"اس لیے کہ پولیس مجھ پر شک کرتی.... بلکہ مجھے گرفتار کر لیتی...



"وہ آپ بھی شک کرے گی"۔

"...ہوئے ہماری غلطی ہوئی.... مجھے پروفیسر عاقون کا نام سن کر چونکنا
...چاہیے تھا" انہوں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"...مہربانی فرما کر سب کچھ صاف صاف بتا دیں" ان کی بے چینی اب بہت بڑھ
...

"ضرور کیوں نہیں.... اب میں کچھ نہیں چھپاؤں گا"۔

"اور جھوٹ بھی نہ بولیے گا.... کیونکہ اس کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں
...

"نہیں بولوں گا.... اب میں صرف سچ بولوں گا.... پروفیسر عاقون
...میرا بھائی تھا"۔

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"ہاں جناب.... ہمارے والد نے ہمیں اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی.... ہم
...کو سائنس میں آخری حدود تک تعلیم حاصل کرنے کا جنون تھا....
...اور بیرون ملک تمام ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد ہم اپنے اپنے
...میں مصروف ہو گئے.... والد کی طرف سے ملی ہوئی زمین اور جائیداد
...سے ہمیں مالی پریشانیاں تو تھی نہیں.... نہ روزی کمانے کا کوئی چکر تھا
...کوئی اور لالچ تھا.... زمینوں کی آمدنی سے ہم دونوں بھائیوں کی گزر
...آرام سے ہو رہی تھی.... اور ہم اپنے سائنس کے تجربات میں زیادہ تر
...رہتے تھے.... لیکن میرا بھائی عاقون.... مجھ سے زیادہ ذہین تھا....

ایک دن اسے نہ جانے کہیں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس شہر میں نواب شاہی کے پاس ایک بہت پرانی لائبریری ہے..... اس میں سائنس کے موضوع پر انوکھی کتابیں ہیں..... لیکن نواب شاہی کو سائنس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے..... اس لیے وہ کتابیں اس کے لیے بیکار ہیں..... چنانچہ وہ گئے اور وہ کتابیں لے آئے..... اب وہ ان کتابوں میں غرق رہتے..... اور اچانک غائب ہو گئے..... مجھے بتائے بغیر"۔

"پھر وہی بات..... آپ پھر بیچ کی پٹری سے اتر گئے"۔

"نہیں! اب میں جھوٹ نہیں بول رہا"۔

"خیر..... آگے چلیں"۔

"اب اگر میں اس کی گمشدگی کی رپورٹ لکھواتا تو پولیس ان حالات پر صرف اور صرف یہ خیال کرتی کہ میں نے جائیداد کے لالچ میں اس کو قتل کر دیا اور کہیں دفن کر دیا..... لہٰذا وہ مجھے گرفتار کرتی اور جرم کا اقرار کراتی..... اس لیے میں نے بھائی کی گمشدگی کو چھپائے رکھا"۔

"لیکن کیسے..... کیا آپ سے ملنے کوئی نہیں آتا..... کیا ان کی گمشدگی کا کسی کو پتا نہیں چلا"۔

"نہیں..... میں نے آس پاس کے لوگوں کو باتوں باتوں میں یہ بتا دیا تھا کہ میرے بھائی بیرون ملک جا رہے ہیں..... اب وہ باقی زندگی ملک سے باہر رہیں گے..... اب چونکہ ہم دونوں گھر سے بہت کم باہر نکلتے ہیں، لہٰذا کچھ دن بعد جب کسی پڑوسی نے پوچھا کہ بھائی کب جا رہے ہیں تو میں نے ان سے کہہ دیا کہ وہ تو تین دن پہلے چلے بھی گئے..... اس کے ساتھ ہی میں یہ بتاؤں کہ آس پاس کے لوگ ہمیں اس قدر شریف، ایمان دار اور نیک خیال کرتے ہیں کہ میرے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات سوچ بھی نہیں سکتے..... دراصل ہم دونوں بھائی پڑوس کے لوگوں کے ہر ممکن کام آنے کی کوشش کرتے رہے ہیں"۔



"خیر یہ باتیں ہم مان لیتے ہیں..... لیکن آپ اپنے طور پر تو اپنے بھائی کی گمشدگی پر پریشان رہے ہوں گے"۔

"ہاں..... ایسا ہے..... میں تو آج بھی پریشان ہوں..... حالانکہ ان کی گمشدگی کو پندرہ سال گزر گئے ہیں"۔

"کیا..... پندرہ سال" وہ چلائے۔

"ہاں! پندرہ سال..... آج کل کی بات نہیں ہے"۔

"لیکن یہ بات درست نہیں ہے" محمود نے کہا۔

"کیوں جناب..... درست کیوں نہیں ہے"

"اس لیے کہ نواب شاہی سے لائبریری کی کتب پروفیسر مامون نے اتنی مدت پہلے حاصل نہیں کی تھیں"۔

"تب پھر کتنی مدت پہلے حاصل کی تھیں" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"افسوس! ہم نواب انکل سے یہ پوچھنا بھول گئے"۔

"تب پھر..... اب پوچھ لیں"۔

"اوہ ہاں" محمود نے چونک کر کہا اور پھر اس نے نواب شاہی کے نمبر

ڈائل کئے...... سلسلہ ملنے پر اس نے کہا۔

"معاف کیجئے گا انکل...... ہم نے آپ سے یہ تو پوچھا ہی نہیں تھا۔

پروفیسر عاقون نے کتابیں کب لی تھیں"۔

"میں نے خود ڈائری میں نہیں پڑھا...... بس نام دیکھ کر انکل

"تو پھر مہربانی فرما کر ذرا اب دیکھ لیں"۔

"کیوں...... کیا پروفیسر عاقون کا سراغ مل گیا ہے"۔

"ہاں...... مل گیا ہے"۔

"اوہ...... حیرت ہے...... آپ لوگ تو حیرت انگیز تیزی سے کام

ہیں" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"جی بس...... کیا جاتا ہیں"۔

"چند منٹ ٹھہریں...... میں پھر ڈائریاں نکالتا ہوں"۔

"جی بہت بہتر"۔

تھوڑی دیر بعد نواب شاہی کی آواز سنائی دی۔

"سولہ سال پہلے کی ڈائری میں ان کا نام لکھا ہے"۔

"اوہ...... اوہ...... ہمارا خیال تھا...... وہ تین سال پہلے کی بات ہے

"نہیں...... پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے...... شکریہ"۔



"ارے ارے...... مجھے بتاؤ بھی تو...... پروفیسر عاقون کو تم نے کیسے
پا لیا"۔

"ابھی بتائیں گے" محمود نے کہا اور فون بند کر دیا...... اور خالد ان کی
طرف مڑا۔

"اس میں تو کوئی شک نہیں پروفیسر صاحب...... کہ یہ واقعہ پندرہ سال
پہلے کا ہے...... آپ نے بہت بڑی غلطی کی...... آپ کو اس وقت رپورٹ
درج کرانی چاہئے تھی...... پولیس آپ پر شک ضرور کرتی...... لیکن
اس وقت تک نہیں کر سکتی تھی جب تک کہ آپ کے پاس سے کوئی
ثبوت نہ ملتا...... جس سے آپ کا جرم ثابت ہو جاتا' یا پھر لاش مل جاتی
لاش کے نہ ملنے کی صورت میں آپ کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا......
ہاں یہ کہ پولیس والے آپ کے اور آپ کے بھائی کے بارے میں
محلے کے لوگوں سے بھی معلومات حاصل کرتے...... اور ظاہر ہے......
وہ آپ کی شرافت کی گواہی دیتے...... خیر...... اب تو جو ہو گیا
اس کے لیے اب یہ مشکل ترین سوال ہے...... کہ وہ کہاں چلے گئے
تھے یا انہیں اغوا کر لیا گیا...... یا کسی نے انہیں قتل کر دیا...... ان تین
میں سے کوئی ایک بات ہو سکتی ہے...... لیکن اگر وہ اپنی مرضی سے کہیں چلے
گئے تھے تو ضرور وہاں جا کر آپ کو خبر کرتے...... اگر کسی وجہ سے وہ
ناراض ہو گئے تھے...... یا آپ سے نفرت کرنے لگے تھے تو اپنا حصہ وصول
کرنے کے لیے ضرور آپ سے رابطہ کرتے...... بلکہ وکیل کے ذریعے وہ اپنا

حصہ وصول کرنے کا نوٹس دیتے..... لہٰذا میرا خیال ہے کہ وہ ا...
سے نہیں گئے..... انہیں یا تو اغوا کیا گیا تھا..... یا قتل"۔

"جی نہیں..... نہیں" پروفیسر خالدان چلائے۔

اچانک انہیں ایک زبردست جھٹکا لگا' ان کی آنکھوں میں ال...
گیا۔

******



# او کے

...وزیر خارجہ کی طرف متوجہ ہو گئے..... وہ بت بنے بیٹھے تھے۔

...یہ کیا ہے..... نظامی صاحب؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت

"...اصل میں ان کی آواز پہچانتا ہوں..... اس کا مطلب ہے.....
...کرنے والا مسٹر راشو کی آواز کی نقل کر رہا تھا"۔

"...نہیں..... ایسا نہیں ہے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"...کیا مطلب..... کیا نہیں ہے"۔

"...کرنے والا مسٹر راشو کی آواز کی نقل نہیں اتار رہا تھا..... وہ خود
...تھے"۔

"...نہیں..... یہ غلط ہے" راشو چلایا۔

"...ثابت کر سکتا ہوں..... وہ آپ ہی تھے"۔

"...!!!" وہ چلائے۔

"ہاں! میں یہ بات ثابت کر سکتا ہوں ... اس طرح کہ دونوں
ہمیں انشارجہ کے ادارے فرنان لا سے ملے ہیں..... اور میرے
نے دفتر سے فرنان لا تک انہیں لے جانے والوں کا تعاقب کیا تھا۔
نظامی صاحب نے فون کے ذریعے جیکی لین کو اطلاع دی تھی کہ ا...
کر دیے گئے ہیں..... مسٹر جیکی لین بھی انشارجہ کے نوری ہیں..... لیکن
باتیں اس طرف اشارہ نہیں کرتیں کہ فون انہوں نے ہی کیا تھا"۔

سب نے ہاں میں سر ہلائے..... کیونکہ یہ بات صاف محسوس ہو ر...
.....تاہم راشو بولا۔

"یہ آپ کا خیال ہے..... لیکن ایسا ہے نہیں..... میں نے ...
نہیں کیا"۔

"اور اگر ہماری ایکسچینج یہ بات واضح طور پر بتا دے کہ آپ ...
فون کیا تھا"۔

"تب نہیں" اس کا رنگ اڑ گیا۔

"چند منٹ ٹھہریں"۔

اب انہوں نے دفتر فون کیا..... جلد ہی وہاں سے ریکارڈ آ گیا...
کے مطابق سفارت خانے کے نمبر سے ہی وزیر خارجہ نظامی صاحب ...
کیے گئے تھے۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

مسٹر راشو کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔



"لیکن مسٹر راشو..... آپ کے خاموش رہنے سے کام نہیں چلے گا"۔

"کیا مطلب" اس نے چونک کر کہا۔

"معاملہ سنگین ہو چکا ہے..... دو گیوں کو رہا کر دیا گیا..... یہاں تک تو
...دیا..... لیکن جس شخص کو دو گیوں کی رہائی کے بارے میں اطلاع
...یعنی مسٹر جیک لین کو..... اس کے گھر سے ایک لاش ملی ہے.....
...علاوہ میں مسٹر جیک کا کہنا ہے کہ اسے اور اس کے گھر والوں کو کچھ
معلوم نہیں..... اس لیے کہ وہ شادی میں شرکت کے لیے گئے ہوئے

"لیکن اس اطلاع سے میرا کیا تعلق" راشو نے جھلا کر کہا۔

"یہی ہم جاننا چاہتے ہیں..... ظاہر ہے یہ بہت عجیب سا معاملہ ہے..... جس
...اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آ سکا..... کہانی کچھ یوں ہے..... میں مختصر
...سناتا ہوں..... کہ تین آدمی تین مختلف جگہوں سے گرفتار کیے گئے.....
ان کی گرفتاری کا دن اور وقت ایک ہی تھا..... تینوں کو جب دفتر میں لایا
...سب حیرت زدہ رہ گئے..... تینوں کی شکل صورت بالکل ایک تھی.....
...یہاں تک کہ جب ان کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے تو وہ بھی
بالکل ایک جیسے تھے"۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے" راشو چلا اٹھا..... اس کی آنکھیں حیرت
...پھیل گئیں۔

"ہم نہیں جانتے..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... ابھی ہم نے ان ڈو
سے پوچھ گچھ کا سلسلہ بھی اچھی طرح شروع نہیں کیا ہو گا..... کہ وزیر
صاحب کا فون آ گیا کہ ڈوگی کو رہا کر دیا جائے..... انہیں یہ نہیں بتایا
ڈوگی ایک نہیں..... تین ہیں..... بس ایک ڈوگی کو رہا کر دیا گیا..... تھوڑی
بعد پھر ان کا فون آ گیا کہ ڈوگی کو اب تک رہا کیوں نہیں کیا..... اس پر
دفتر بلایا گیا..... باقی دو ڈوگی انہیں دکھائے گئے اور ان کے سامنے ایک
کو اور رہا کیا گیا..... پھر یہ چلے گئے..... اور انہوں نے مسٹر جیکی کو ا
اطلاع دی کہ ڈوگی کو رہا کر دیا گیا ہے..... ظاہر ہے ہمارے لیے یہ کیس ا
ترین تھا..... میں نے سوچا..... تحقیقات کرنا چاہئیں..... چنانچہ جیکی
گھر پہنچ گئے..... ان کے پانی کے ٹینک میں سے ایک لاش ملی..... ا
بارے میں انہوں نے لاعلمی ظاہر کی..... اور بتایا کہ وہ تو ایک شادی
ہوئے تھے..... خالد جانبازی کے گھر شادی تھی..... اس نے گواہی
اس دوران جب اس شخص کو قتل کیا گیا..... وہ شادی میں شریک تھے۔"

"اور قتل ہونے والا کون ہے؟" راشو نے بوکھلا کر کہا۔

"ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔"

"اوہ..... اوہ..... یہ بات تو میرے لیے بھی حیرت انگیز ہے۔"

"آپ لوگ تو صرف اتنا بتا دیں..... ڈوگیوں کا کیا چکر ہے.....
نے کیوں انہیں رہائی دلائی۔"



انشارجہ سے فون آیا تھا..... ان کی خواہش کے مطابق میں نے وزیر
مسٹر کمال سے بات کی..... انہوں نے کہا کہ یہ کون سا مشکل کام ہے
رہا کرا دیتا ہوں..... اور واقعی انہوں نے رہا کرا دیے..... میں نے
انشارجہ کو بھیج دی..... ان کا اطمینان ہو گیا..... اس سے زیادہ میں بھی
جانتا۔"

نہیں جانتے..... تو فرنان لا والوں نے تلاشی دینے سے کیوں انکار
مت سے جنگ کیوں لڑی؟"

"یہ فرنان لا والے بتائیں گے..... میں نے تو صرف ڈوگیوں کو رہا کرایا
ر انشارجہ کی ہدایت کے مطابق اپنے آدمیوں کے ذریعے انہیں
پہنچوا دیا تھا..... اس بارے میں آپ فرنان لا سے بات کریں۔"

"وہ ہمارے قابو میں ہیں..... ہم ان سے بات کریں گے..... آپ فکر
" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"ضرور کریں..... مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے..... نہ تو آپ ڈوگیوں کے بارے میں کچھ بتا سکتے
..... نہ اس لاش کے بارے میں..... آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ ہمیں کچھ معلوم ہی نہیں تو بتائیں کیا..... ہمیں تو نہیں
..... یہ ڈوگی کیا بلا ہیں..... ایک ڈوگی کے بجائے تین کیوں ہیں.....
انشارجہ سے صرف یہ ہدایات ملی تھیں کہ دارالحکومت کی پولیس
ان آدمیوں کو گرفتار کیا ہے..... تینوں کی شکل صورت ایک ہے..... نام

بھی ایک ہے..... واردات کا وقت بھی ایک ہے... بس تم لوگوں کو [illegible]
بھی ہو..... انھیں رہا کرانا ہے..... اس سلسلے میں وزیرِ خارجہ نظامی صاحب [illegible]
تم لوگوں کی مدد کریں گے..... بلکہ ہر ممکن ساتھ دیں گے، چنانچہ ہم نے [illegible]
ان سے ہی رابطہ کیا..... ایک پروگرام ترتیب دیا گیا کہ پہلے ایک اغوا [illegible]
کرایا جائے..... لیکن انکار کیا جائے اور کہا جائے کہ ڈوگی کو رہا نہیں کیا [illegible]
اس طرح دوسرے ڈوگی کو رہا کیا گیا..... لیکن تیسرا نہ ہو سکا..... ابھی تیسرے
کی رہائی کی ترکیب سوچ رہے تھے کہ آپ لوگ میدان میں نکل آئے.....
اور پانی کے ٹینک سے لاش نکال لی"۔

"چلیں پھر اس لاش کے بارے میں بتا دیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہمیں افسوس تو یہی ہے..... میں اور میرے گھر والے اس لاش کے
بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے"۔

"او کے..... نظامی صاحب..... اب آپ کیا کہتے ہیں..... کیا آپ نے
ایسا کر کے خود اپنی حکومت کو دھوکا نہیں دیا"۔ انسپکٹر جمشید اب ان کی
طرف مڑے۔

"جی نہیں..... میں نے دھوکا نہیں دیا" وہ مسکرائے..... انھیں
مسکراتے دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیا مطلب..... آپ نے کیا فرمایا..... آپ نے دھوکا نہیں دیا"۔

"ہاں جناب! مجھے یہی ہدایات ہیں..... میں انتارجہ کو ناراض نہ کروں
..... ان کا ہر طرح خیال رکھوں..... اور ان کے مطالبات مانتا رہوں"۔



"صاحب صدر..... یہ کمزور ترین ہدایات نظامی صاحب کو کس نے
[illegible]

"[illegible] نے" وہ بولے۔

"آپ نے" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"ہاں ہاں میں نے..... اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ نظامی صاحب نے یہ
[illegible] کے کہنے پر کیا" انھوں نے پر اسرار انداز میں کہا۔

"تو آپ نے..... نظامی صاحب نے یہ سب کچھ کس کے کہنے پر
[illegible]

"ہاں ہاں جانتا ہوں" وہ بولے۔

"تو پھر مہربانی فرما کر بتا دیں..... نظامی صاحب نے یہ سب کس کے
[illegible]

"[illegible] کہنے پر؟" وہ مسکرائے۔

"شاید میں نے اپنی زندگی کی عجیب ترین بات سنی ہے" انسپکٹر جمشید
[illegible]

"اوہ صاحب جمشید..... لیکن بات یہی ہے"۔

"آپ نے..... آپ نے ایسا کیوں کیا اور اگر ایسا کیا ہے تو قربان لانے
[illegible] کی کیا ضرورت تھی"۔

"[illegible] ان کی بے وقوفی سے چھڑی..... ہم نے انھیں روکنے کی
[illegible] کی..... لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے..... نہ جانے وہ کس

خیال میں تھے..... اب ہم فرنان لا کو اس حد تک ملک کے ساتھ [illegible]
اجازت نہیں دے سکتے تھے..... ڈوگی کے مسئلے پر ہم نے ان کی بات اس [illegible]
مان لی تھی کہ یہ ایک سادہ سا مسئلہ تھا..... انشارجہ نے پہلے مجھ سے [illegible]
..... لیکن میں نے انہیں مشورہ دیا کہ یہ کام وہ نظامی صاحب کے ذریعے [illegible]
لیں..... اس طرح میری پوزیشن خراب نہیں ہوگی ..... چنانچہ انہوں [illegible]
ایسا ہی کیا"۔

"اس کا مطلب ہے..... اس میں نظامی صاحب کا کوئی قصور نہیں [illegible]"

"ہاں جمشید! یہی بات ہے"۔

"تب پھر نظامی صاحب نے تو ہدایات پر عمل کیا ہے"۔

"ہاں جمشید ..... دراصل ہمیں تم سے بہت ڈر لگتا ہے..... انہوں [illegible]
تھے..... میری ہدایات پر تم انہیں رہا نہیں کرو گے..... اس لئے [illegible]
پھڑا دو والا طریقہ اختیار کیا گیا"۔

"لیکن سر..... تھما دو پھڑا دو والے اس طریقے میں آخر وہ لاش [illegible]
ہے"۔

"اصل بات یہ ہے کہ ہمیں اس لاش کے بارے میں کچھ معلوم [illegible]
..... ڈوگیوں کے بارے میں ہم پھر کہیں گے کہ تم انہیں رہا کر دو ..... [illegible]
جرم کوئی خاص نہیں ہے..... بلکہ ابھی تو وہ جرم کر بھی نہیں پائے تھے [illegible]
باقی رہا ان کا فرنان لا سے رابطہ ہونا..... اس میں بھی ان کا قصور [illegible]



[illegible] لیکن تو حوالات سے جہاں لے جایا گیا..... یہ چلے گئے..... اسی دوران
[illegible] گئی..... اب اس میں ان کا کیا قصور"۔

"اچھی بات ہے..... ہم ان تینوں کو چھوڑ دیتے ہیں..... لیکن فرنان لا
[illegible] ہم سے براہ راست جنگ کی ہے..... اس کا کیا کریں"۔

"اس سلسلے میں ان پر مقدمہ چلے گا..... تم فکر نہ کرو..... انشارجہ اس
[illegible] میں دخل اندازی نہیں کرے گا"۔

"لیکن ڈوگیوں کے معاملے میں ہم ان کی بات ماننے پر کیوں آمادہ ہو
[illegible]"۔

"اور بھی کچھ مجبوریاں ہیں جمشید..... اگر ان کا جرم شدید ہوتا.....
[illegible] کی قیمت پر انہیں نہ چھوڑتے"۔

"ٹھیک ہے سر..... لیکن ایک بات پر غور کر لیں"۔

"ہاں کہو" صدر فوراً بولے۔

"ان ڈوگیوں کی وجہ سے ملک پر اگر کوئی مصیبت آگئی تو؟؟"۔

"کیا..... اس بات کا امکان ہے جمشید..... میرے خیال میں تو ایسا نہیں
[illegible]" صدر بولے۔

"میں نے یہ بات پورے یقین سے نہیں کی..... صرف یہ کہا ہے.....
[illegible]"۔

"دیکھا جائے گا جمشید..... اس وقت ہم ڈوگیوں کو چھوڑنے پر مجبور
[illegible] یہ مجبوری حکومتی مجبوری ہے..... جمشید" صدر بولے۔

"ٹھیک ہے سر..... میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ وہ مجبوری کیا ہے…
اور ڈوگیوں کو رہا کر رہا ہوں' لیکن کیا یہ بات عجیب نہیں ہے کہ…
فرزان لال کے آدمیوں کو چھڑانے کے لیے تو کوئی کوشش نہیں کر رہا…
ہر حال میں آزاد کرا لینا چاہتا ہے..... آخر کیوں؟"۔

"جی نہیں..... میں یہ بات خود نہیں سمجھ سکا..... اگر تمہارے ا…
اس سوال کا کوئی جواب ہو تو میں سننے کے لیے تیار ہوں"۔

"افسوس! فی الحال یہ ایک سوال ہے..... صرف اتنا کہ…
انشارجہ کے نزدیک ان تین ڈوگیوں کی حد درجے اہمیت ہے"۔

"ہاں! اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا"۔

"آپ ان سے یہ سوال کیوں نہیں پوچھ لیتے" انہوں نے ک…

"کیا تم چاہتے ہو جمشید..... میں ان سے یہ بات پوچھوں"۔

"ہاں سر! میں یہ بات جاننے کے لیے بہت بے چین ہوں"۔

"اچھی بات ہے..... میں ابھی بات کرتا ہوں"۔

انہوں نے کہا اور اپنے عملے کو انشارجہ کے صدر سے رابطہ…
لیے کہا..... سلسلہ ملنے پر وہ بولے۔

"صدر بات کر رہا ہوں سر..... ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں…
کے نزدیک ان تین ڈوگیوں کی اس قدر اہمیت کیوں ہے"۔



"کیا یہ بات عجیب نہیں صاحب صدر..... کہ ان تینوں کی شکل صورت
…ایک ہے..... یہاں تک کہ انگلیوں کے نشانات تک ایک ہیں..... جب
…ہو دنیا میں ممکن نہیں"۔

"ہاں! یہ بات حد درجے عجیب ہے"۔

"تو پھر اس عجیب بات کی وجہ سے یہ ہمارے لیے عجیب ہیں..... ہم ان
…لگ رکھنا چاہتے ہیں"۔

"یہ آپ کو ملے کہاں سے"۔

"ملک کے مختلف حصوں سے..... یہ اتفاقیہ طور پر ایک جگہ جمع ہو گئے
…حکومت کے ایک ذمے دار آدمی کی نظر ان پر پڑ گئی..... اس نے
…خیال کیا..... لہٰذا ایک تحقیقاتی ادارے کو سونپ دیا..... اس
…نے یہ حیرت انگیز بات بتائی کہ یہ میک اپ میں نہیں ہیں..... سچ مچ
…کی صورت ایک ہے..... نہ صرف یہ کہ شکل صورت ایک ہے.....
…انگلیوں کے نشانات تک ایک ہیں..... اس انکشاف نے سائنس
…کو حیرت میں ڈال دیا..... پھر ہمارے ملک کے تمام حساس
…حرکت میں آ گئے اور انہوں نے ان تینوں پر ریسرچ شروع کر دی
…..... وہ کچھ بھی نہیں جان سکے..... یہ تینوں ہمارے لیے ایک معمہ
…..... اور اسی لیے ہم نے انہیں آپ کے ملک میں بھیج دیا" یہ کہتے
[illegible]

"کیا کہا..... آپ نے انہیں ہمارے ملک بھیج دیا..... لیکن یہ
واردات کرتے ہوئے پکڑے گئے"۔

"ہاں! انہیں یہی کہا گیا تھا..... کہ یہاں ایسا کریں..... تاکہ ا
کے محکمے کے لوگ انہیں گرفتار کر لیں..... اور پھر ان پر تحقیقات کر

"اگر معاملہ صرف تحقیقات کرانے کا تھا..... تو یہ بات آ
راست کر سکتے تھے"۔

"بس ہم نے یہ طریقہ پسند کیا"۔

"جی نہیں..... آپ کچھ چھپا رہے ہیں" انسپکٹر جمشید بول پڑے۔

"کیا مطلب..... یہ کون بولا؟" انتارجہ کے صدر نے چونک کر

"انسپکٹر جمشید..... یہ یہیں موجود ہیں"۔

"اوہ اچھا..... تو پھر سنیے..... ہم کچھ نہیں چھپا رہے..... تینوں
آپ کے پاس ہیں..... ان پر اگر آپ تحقیقات کر سکتے ہیں تو کر لیں
انہیں ادھر بھیج دیں..... خیال رہے..... ان کی حفاظت ضروری ہے

"اچھی بات ہے..... آپ فکر نہ کریں..... ہم پہلے تحقیقات کر
..... پھر ان تینوں کو آپ کی طرف روانہ کر دیں گے"۔

"اوکے" دوسری طرف سے کہا گیا..... اور فون بند ہو گیا
عین اس لمحے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

******



# جل چکا

"کیا بات ہے..... آپ خوف زدہ کیوں ہو گئے..... یہ خیال تو ان پندرہ
برسوں بار بار آپ کو بھی آیا ہو گا" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم..... میں آپ کی بات پر حیران یا خوف زدہ نہیں ہوا..... یہ بات
کر میں نے اکثر سوچا..... میرے بھائی کو شاید کسی نے اغوا کر لیا ہے
قتل کر دیا ہے..... لہٰذا آپ کے منہ سے یہ بات سن کر میں کیوں
ہوتا..... خوف زدہ ہونے کی ایک اور بات ہے"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ خیال مجھے آج ہی آیا ہے..... ان
سالوں میں ایک بار بھی نہیں آیا"۔

"اوہ..... جلدی بتائیں..... وہ کیا خیال ہے"۔

"میرے بھائی ناخون نے ایک بار بتایا تھا..... میں اپنا ایک تجربہ دکھاؤں
گا، ایسا تجربہ کہ لوگ دنیا کے سات عجائبات کو بھول جائیں گے"۔

"اوہ..... پھر"۔

"اس بات کے کچھ عرصہ بعد وہ غائب ہو گئے"۔

"اس کا مطلب ہے..... وہ کسی موضوع پر ریسرچ کر رہے تھے

کوئی عجیب ترین چیز ایجاد کرنا چاہتے تھے"۔

"ضرور یہی بات ہے"۔

"افسوس"۔ محمود نے سرد آہ بھری۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"آپ نے بہت وقت ضائع کر دیا..... جس وقت وہ غائب ہوئے تھے

آپ کو اسی وقت محکمہ سراغرسانی کو خبر کرنی چاہیے تھی"۔

"بس میں ڈر گیا"۔

"اب..... ان کا سراغ لگانا کوئی آسان کام نہیں رہ گیا.....

بہت امکانات تھے..... جہاں تک ہمارا خیال ہے..... وہ کسی ایجاد کے

تھے..... اس ایجاد کے سلسلے میں انہیں کامیابی کے آثار نظر آ رہے تھے

لہٰذا انہوں نے یہ بات آپ سے بھی..... ویسے کیا آپ وہ کتابیں

سکتے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں..... وہ پندرہ سال سے اسی طرح پڑی ہیں

مطلب کی نہیں تھیں..... لہٰذا میں نے تو انہیں کبھی کھول کر بھی نہیں

"اوہ..... تب پھر ہمیں وہ کتابیں دیکھنے کا موقع دیں.....

شخص اس وقت ان کتابوں تک پہنچنے کے لیے بری طرح بے تاب ہے"۔

"کیا مطلب؟" خالد ان نے حیران ہو کر کہا۔



کسی نامعلوم شخص نے نواب شاہی صاحب کو فون کیا تھا کہ وہ اپنی

ڈائری ان کے ہاتھ بیچ دیں..... انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ

کسی کو دے دی گئی تھی..... اس نے پھر فون کیا کہ کم از کم اس

کا نام ہی بتا دیں..... جس کے ہاتھ کتب فروخت کی گئی تھیں..... انہوں

نے کہا کہ یہ کافی پرانی بات ہے..... نام یاد نہیں رہا..... ہاں وہ یاد

اپنی پرانی ڈائریوں میں دیکھیں گے..... یہ کہ کر انہوں نے فون

..... لیکن اب ان کتب میں ہماری دلچسپی بڑھ چکی تھی..... لہٰذا ان

ڈائریوں میں چیک کرنے پر آپ کے بھائی کا نام نکلا..... لیکن اس وقت ہمیں

آپ کا نام معلوم تھا..... لہٰذا ہم یونہی ان کی تلاش میں نکل کھڑے

اور آپ کے پاس پہنچ گئے..... اور قسمت کی خوبی دیکھئے کہ ہمیں

کا سراغ مل گیا..... یہ کوئی بہت ہی پر اسرار معاملہ ہے..... لہٰذا

لہٰذا آپ ہمیں وہ کتابیں دکھا دیں"۔

"آئیے..... وہ اوپر ایک کمرے میں جوں کی توں موجود ہیں"۔

"شکریہ" وہ ان کے پیچھے چل پڑے۔

"پروفیسر انکل..... یہاں سے شاید آپ کا کام شروع ہونے والا

فاروق مسکرا دیا۔

"کوئی بات نہیں..... اب میں بھی اس معاملے میں حد درجے دلچسپی

لے رہا ہوں"۔

"وہ اوپر والی منزل پر آئے..... ایک کمرے کا تالا کھلوایا گیا اور وہ
داخل ہو گئے..... اندر کتابیں ہی کتابیں بھری پڑی تھیں..... وہ چکرا
گئے..... پروفیسر داؤد تو گھبرا گئے۔

"ان کتابوں کا مطالعہ فوری طور پر تو نہیں ہو سکتا"۔

"تب پھر اگر خالدان صاحب ہمیں یہ کتب لے جانے کی اجازت دیں
دیں تو ہم ان پر کام کر سکتے ہیں" محمود نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں" وہ بولے۔

"ٹھیک ہے..... ہم یہ کتب لے جا رہے ہیں..... ابھی گاڑی
ہیں"۔

محمود نے دفتر فون کیا..... توحید احمد کو ہدایات دیں اور پھر
انتظار کرنے لگے..... تھوڑی دیر بعد توحید احمد گاڑی لے آیا..... اس کے
ساتھ چار ماتحت بھی تھے..... ان سب نے مل کر کتب کو گاڑی میں رکھا
محمود نے توحید احمد سے کہا۔

"آپ ان کتابوں کو پروفیسر انکل کی تجربہ گاہ میں پہنچا دیں.....
جا رہے ہیں"۔

"بہت بہتر"۔

وہ توحید احمد سے پہلے ہی تجربہ گاہ کی طرف چل پڑے.....
بے چینی کے ان کا برا حال تھا..... اس معاملے کا سرا اب تک ان کے ہاتھ
نہیں آیا تھا۔



"اگر معاملہ صرف ان کتب کا تھا..... تو پھر نواب شاہی کے قتل کا
... کی کیا ضرورت تھی"۔

فاروق نے شدید الجھن کے عالم میں کہا۔

"یہ سوال اس کیس کا شاید اہم ترین سوال ہے اور مشکل ترین

"دوسرا سوال..... وہ کون ہے..... جو کتب حاصل کرنا چاہتا ہے'
... والوں کو ان کتب کا خیال کیسے آگیا"۔

"ہوں..... دونوں سوال اہم ہیں..... اب ہمارے سر چکرانے لگے
... میرا خیال ہے..... ہمیں اس معاملے میں ابا جان کو شامل کر لینا
... فاروق جلدی جلدی بولا۔

"ابھی نہیں..... پہلے پروفیسر انکل سرسری نظروں سے ان کتب کو دیکھ
... بات کریں گے ان سے..... ویسے وہ کچھ زیادہ ہی مصروف ہیں
... ہماری خیریت ضرور دریافت کرتے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"کوئی بات ہے..... یونہی سہی"۔

اور پھر وہ تجربہ گاہ پہنچ گئے..... آدھ گھنٹا گزرنے پر بھی جب توحید احمد
... گاڑی کے ساتھ وہاں نہ پہنچا..... تو انہیں الجھن ہونے لگی.....
... نے پروفیسر خالدان کو فون کیا' انہوں نے بتایا کہ کتابوں کی گاڑی تو
... ہو چکی ہے..... اب ان کی بے چینی اور بڑھ گئی..... اور پھر تو وہ
... ہو گئے۔

"اتنی دیر نہیں لگ سکتی تھی وہ انکل..... ہمیں خود چل کر دیکھنا ہوگا... ویسے آپ اور انکل یہیں ٹھہریں..... ہم گڑبڑ محسوس کر رہے ہیں"۔

"اچھی بات ہے..... موبائل پر رابطہ رکھنا"۔

"ٹھیک ہے انکل"۔

وہ وہاں سے روانہ ہوئے..... اور پروفیسر خالد ان کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے..... ان کی کوٹھی شہر سے ہٹ کر واقع تھی..... اور ان اطراف میں آبادی بہت کم تھی..... کوٹھی سے کچھ ہی پہلے وہ ٹھٹک کر رک گئے۔ توحید احمد اور اس کے چاروں ساتھی سڑک سے نیچے دو کھیتوں کے درمیان لیے لیٹے نظر آئے۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

انھوں نے گاڑی روک دی اور چھلانگیں لگا کر ان کے نزدیک پہنچے..... یہ دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی کہ وہ پانچوں زندہ تھے..... اب انھوں نے ادھر ادھر دیکھا..... کتابوں کی گاڑی غائب تھی۔ انھیں ہوش میں لایا گیا۔

"ہاں بھئی کیا ہوا؟"۔

"ہمیں افسوس ہے..... ہمارے ساتھ ہاتھ ہو گیا"۔

"اس کا مطلب ہے..... وہ شخص کتابوں کی تاک میں تھا"۔

"ایسا ہی محسوس ہوتا ہے..... جونہی ہم اس جگہ پہنچے..... سڑک کے درمیان میں ایک بڑی گاڑی کھڑی نظر آئی..... گاڑی میں کوئی نہیں تھا...



ہم صورت حال معلوم کرنے کے لیے نیچے اترے اور انھوں نے نہ جانے کس طرف سے نکل کر ہمارے سروں پر وار کر دیا..... پھر شاید انھوں نے ہمیں سڑک سے نیچے یہاں لا پھینکا اور خود کتابوں کی گاڑی لے کر فرار ہو گئے"۔

"یہ بہت برا ہوا..... وہ کتابیں بہت اہم تھیں"۔

"لیکن..... آپ نے ہرگز یہ اشارہ نہیں کیا تھا کہ کوئی ان کتب کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کر سکتا ہے"۔

"یہ تو خیر ہے..... تم پر کوئی الزام نہیں"۔

اب وہ وہاں سے تجربہ گاہ کی طرف چلے..... توحید احمد وغیرہ نے دفتر کا رخ کیا..... تجربہ گاہ پہنچے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی..... خان رحمان نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے ایک کھردری آواز سنائی دی۔

"محمود صاحب سے بات کرا دیں"۔

"محمود..... تمھارا فون" خان رحمان بولے۔

محمود نے فون کا ریسیور لے لیا..... اور کان سے لگانے کے بعد بولا۔

"جی فرمایئے..... محمود بات کر رہا ہوں"۔

"کتابیں کیسی رہیں" دوسری طرف سے شوخ لہجے میں کہا گیا۔

ساتھ ہی محمود نے بٹن دبا دیا ہے..... اب وہ سب گفتگو سن سکتے تھے اور دوسری طرف ایکسچینج میں فون کرنے والے کا نمبر ریکارڈ ہو گیا تھا۔

"میں سمجھا نہیں..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"کتابوں کی گاڑی میرے پاس ہے"۔

"اوہ؟" محمود بولا۔

"اسی لیے میں نے کہا تھا..... کیسی رہی"۔

"تو وہ آپ تھے..... جنہوں نے نواب شاہی صاحب کو فون کیا تھا؟"۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے" وہ ہنسا۔

"تب پھر پوچھنے کی بات کون سی ہے"۔

"یہ کہ میں کتابوں کا کیا کروں گا"۔

"اوہ ہاں بتائیں..... آپ کیا کریں گے ان کا"۔

"اگر یہ بات بتانے والی ہوتی تو میں کتابیں ہی کیوں اڑاتا"۔

"تب پھر کہہ کیوں رہے ہیں" محمود جل گیا۔

"آپ کو جلانے کے لیے"۔

"میں جل چکا..... آگے چلیے"۔

"اب جلنے کے لیے بچا کیا ہے..... آپ کے لیے" وہ ہنسا۔

"چلیے ہمارے لیے نہیں بچا..... آپ کے لیے تو بچا ہے..... ویسے

چکر کیا ہے"۔

"چکر بتانے کے قابل نہیں ہے"۔

"تب پھر فون کیوں کیا"۔



بتانے کے لیے کہ کتابوں کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت

اب میرے پاس ہیں..... رہی گاڑی..... اس کا مجھے اچار نہیں ڈالنا

کے کنارے مل جائے گی..... خدا حافظ"۔

ارے..... بات تو سنیے" محمود گھبرا گیا۔

"؟"۔

ازکم اپنا نام تو بتا دیں"۔

..... اب آپ نام کا کیا کریں گے..... اچھا میرا نام ہے..... گمن

ہو گیا اطمینان..... اب اس گمن چکر کو تلاش کرنے کے لیے آپ کو

پڑے گا..... خدا حافظ"۔

ہوں گے..... آپ ہمارے لیے فکر مند نہ ہوں"۔

دوسری طرف تو فون بند کیا جا چکا تھا..... انہوں نے فوراً ایکسچینج کو

جی..... کہاں سے فون ہو رہا تھا"۔

پبلک فون بوتھ سے"۔

کا نام بھی بتا دیجیے" محمود چلا اٹھا۔

..... بوتھ نمبر 221"۔

" محمود نے کہا۔

نے فون بند کر کے ریسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

******

# عجیب خیال

انھوں نے دیکھا..... دوڑ کر آنے والا ایوان صدر کا ایک ملا
..... اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے بھئی..... خیر تو ہے" صدر نے اسے گھورا۔

"جی دو..... دو دو سرے صدر"۔

"دو سرے صدر..... کیا مطلب"۔

"دو سرے صدر چلے آ رہے ہیں..... بالکل آپ چلے آ رہے
"کیا بک رہے ہو" صدر چلائے۔

"او معاف کیجئے گا..... آپ خود ہی دیکھ لیں" اس نے اپنے
اشارہ کیا۔

انھوں نے دیکھا..... ایک اور صدر چلے آ رہے تھے..... نزدیک
ہی وہ بولے۔

"ہائیں! یہ کیا..... آپ..... آپ کون ہیں اور میرے ایوان صد
کیا کر رہے ہیں"۔



"یہی میں آپ سے پوچھنے والا تھا..... آپ کون ہیں اور یہاں کیا
ہے ہیں..... یہ ایوان صدر میرا ہے"۔

"غلط..... بالکل غلط..... یہ میرا ہے"۔

"ارے باپ رے" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"آپ اطمینان سے بیٹھ کر بات کریں اور بتائیں..... آپ کون ہیں
میرے میک اپ میں کیوں آئے ہیں"۔

"حد ہو گئی..... میں نہیں..... آپ میرے میک اپ میں ہیں"۔

"ہم ابھی میک اپ کے ماہرین کو بلاتے ہیں..... آپ دونوں تشریف
رکھیں"۔

"ضرور..... کیوں نہیں" آنے والے صدر نے کہا۔

اور پھر وہاں ماہرین آ گئے..... انھوں نے اپنا کام شروع کیا۔ اس وقت
رے ایوان صدر میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ وہاں دو صدر موجود ہیں
ابھی یہ فیصلہ نہیں ہو رہا کہ ان میں سے کون اصل ہے اور کون نقل.....
ماہرین بھی ریک گئی..... ادھر ماہرین کو پسینے آ رہے تھے..... آخر انھوں
اعلان کیا۔

"دونوں میں سے کوئی بھی نقل نہیں ہیں..... کسی کے چہرے پر میک
نہیں ہے"۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... ارے ہاں انگلیوں کے نشانات لے
" انسپکٹر جمشید چونک کر بولے۔

نشانات لیے گئے، وہ بھی بالکل ایک جیسے نظر آئے۔

"یہ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے" صدر چلائے۔

"سر! یہ بالکل اسی طرح ہو سکتا ہے...... جس طرح تینوں [illegible]
نشانات بالکل ایک پائے گئے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید پہلی بار مسکرائے۔

"کیا کہہ رہے ہو جمشید...... کیا اب تم مجھے ان کی صف میں کھڑا کرو
گے"۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں سر"۔

"کچھ سوچو جمشید...... فوراً اسے نقلی ثابت کرو...... مجھے بہت گھبراہٹ
ہو رہی ہے" پہلے سے موجود صدر نے کہا۔

"ہاں جمشید...... میں بھی بہت بے چین ہوں...... یہ سب کیا ہے...
میں ابھی ابھی یہاں پہنچا ہوں...... یہ حضرت مجھ سے پہلے کہاں سے آگئے"

"میں پہلے سے یہاں موجود تھا اور اپنے کام میں مصروف تھا" پہلے
منہ بنایا۔

"آپ دونوں ذرا صبر کریں...... میں کچھ سوچتا ہوں" انسپکٹر جمشید
بوکھلا کر کہا۔

وہ واقعی سوچ میں ڈوب گئے...... آئی جی صاحب کی پیشانی پر
پسینہ آ رہا تھا...... آخر انسپکٹر جمشید نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک...... وہ مارا"۔

"کیا مطلب...... کیا مارا"۔



"چند دن پہلے میری آپ سے علیحدگی میں ایک خاص بات ہوئی تھی
... آپ مجھے الگ چل کر وہ بات بتا دیں...... پھر میں ان سے وہ بات
پوچھوں گا...... آپ میں سے...... جس نے وہ بات بتا دی...... وہ اصل صدر
دوسرے نقلی"۔

"بالکل ٹھیک جمشید" پہلے صدر نے خوش ہو کر کہا۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں...... بالکل ٹھیک جمشید"۔

"حد ہو گئی...... ذرا دیر رک نہیں سکتے آپ" پہلے صدر نے جھلا کر

"اور آپ نہیں ذرا دیر کے لیے رک سکتے" دوسرے نے تلملا کر کہا۔

"ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا"۔

"تو میں کب کہہ رہا ہوں...... نہ ہو...... ضرور ہو اور ہونا چاہیے...... نقلی
کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا ہو گا...... اصلی ایوان صدر میں رہے گا"
دوسرے نے جلدی کہا۔

"آپ پہلے میرے ساتھ آئیں" انسپکٹر جمشید نے پہلے صدر سے کہا۔

"ضرور جمشید کیوں نہیں...... بچے کو بہلا دیا گیا اور" یہ کہہ کر وہ اٹھے اور
ان کے ساتھ ایک کمرے میں چلے گئے۔

"ہاں! اب بتائیں"۔

"اوہو جمشید...... مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں...... میں تو پہلے سے
ایوان صدر میں تھا...... تمہیں جو پوچھنا ہے...... اس سے پوچھو"۔

"اگر انہوں نے بتادی وہ بات ..... پھر بھی تو آپ سے پوچھوں
گی"۔

"حد ہو گئی ..... بھلا نقلی صدر کیسے بتا سکے گا"۔

"تب پھر آپ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے"۔

"او ہاں ..... ٹھیک ہے اچھا پوچھو"۔

"9 تاریخ کی شام میری اور آپ کی کہاں ہوئی تھی بھلا؟"۔

"یہیں ..... اسی کمرے میں"۔

"بہت خوب! آپ نے مجھ سے کیا کہا تھا ..... میں نے کیا جواب
تھا"۔

"میں نے کہا تھا ..... انشارجہ ہماری فائل 111 کے چکر میں ہے
اس کی حفاظت میں تمہیں سونپتا ہوں ..... اس پر تم نے کہا تھا ..... ٹھیک
..... میں وہ فائل اپنے گھر میں رکھوں گا ..... وہاں محفوظ ہو گی"۔

"بالکل ٹھیک سر ..... آپ ہی اصلی ہیں ..... کیونکہ اس بات کا علم
ابھی تک کسی اور کو نہیں ہے"۔

"تو پھر وہ فراڈ ثابت ہو گیا نا" صدر خوش ہو گئے۔

"ہاں بالکل ..... آئیے چلیں"۔

"لیکن اب تم اس کا کرو گے کیا"۔

"پہلے تو یہ معلوم کروں گا کہ یہ چکر کیا ہے ..... وہ کون ہے ..... کہاں
سے آیا ہے ..... پھر اسے جیل بھیج دیں گے"۔



"ٹھیک ہے" وہ بولے۔

دونوں واپس پہلے کمرے میں آ گئے ..... سب کی سوالیہ نظریں ان کی
طرف اٹھ گئیں۔

"مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بالکل اصلی صدر ہیں"۔

"جب تک تم مجھ سے بات نہیں کر لیتے ..... یہ فیصلہ کرنے کا تمہیں کوئی
حق نہیں ہے"۔

"او ہاں! آپ کی یہ بات درست ہے ..... خیر آپ بھی آئیے" وہ
اٹھے اور انہیں بھی دوسرے کمرے میں لے آئے۔

"9 تاریخ کی شام کو میری اور آپ کی ملاقات کہاں ہوئی تھی"۔

"یہیں ..... اسی کمرے میں" وہ بولے۔

انسپکٹر جمشید زور سے چونکے ..... کیونکہ کمرہ ساؤنڈ پروف تھا ..... اور
ہر قسم کے سائنسی آلات وغیرہ سے پاک تھا ..... کیونکہ کوئی دشمن کسی
طرح وہاں کوئی آلہ وغیرہ رکھنا چاہتا تو اس کا فوراً پتا چل جاتا تھا ..... اس
لیے یہ کمرہ محفوظ ترین بنایا گیا تھا اور راز کی ہر بات اس کمرے میں کی جاتی

"بہت خوب! آپ نے مجھ سے کیا کہا تھا ..... میں نے آپ کو کیا جواب
دیا تھا"۔

"میں نے کہا تھا..... انشارجہ ہماری فائل 111 کے چکر میں ہے
اس کی حفاظت میں تمہیں سونپتا ہوں..... اس پر تم نے کہا تھا..... مجھے
میں وہ فائل اپنے گھر میں رکھوں گا..... وہ وہاں محفوظ ہوگی"۔

انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

"کیا ہوا جمشید..... کیا یہ جواب غلط ہے" صدر نے پوچھا۔

"نہیں..... جواب بالکل درست ہے..... اب چند سوال اور"

"ضرور..... کیوں نہیں"۔

انہوں نے چند خاص راز کی باتیں ان سے پوچھیں..... وہ سب
نے فوراً بتادیں..... اب وہ انہیں واپس پہلے کمرے میں لے گئے
دوسرے کو لے آئے۔

"کیا بات ہے جمشید..... تم پھر مجھے یہاں لے آئے"۔

"ایک عجیب بات ہوگئی سر"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"انہوں نے بھی بالکل وہی کہا ہے..... جو آپ نے کہا ہے"۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے" صدر چلائے۔

"اس پر میں آپ سے کم حیران نہیں ہوں..... پھر میں نے ان سے
بہت اہم راز کی باتیں پوچھیں..... جو صرف آپ کو اور مجھے معلوم
وہ بھی انہوں نے بتادیں"۔

"نن نہیں" وہ چلائے۔



"میں اب وہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں"۔

"او ضرور..... کیوں نہیں..... کیا تم مجھے نقلی سمجھ رہے ہو"۔

"جی نہیں..... آپ پہلے ان سوالات کے جوابات دیں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے بالکل وہی باتیں ان سے پوچھیں اور وہ بتاتے چلے
گئے۔

"اف میرے مالک..... یہ کیسے ہو سکتا ہے" انسپکٹر جمشید نے اپنے بال
کھینچ لیے۔

"جمشید..... فوراً پروفیسر داؤد کو بلاؤ..... محمود' فاروق اور فرزانہ کو
بلاؤ..... مجھے سخت گھبراہٹ ہو رہی ہے"۔

"ہم..... میں بلاتا ہوں سر..... آپ فکر نہ کریں" انسپکٹر جمشید گھبرا
گئے۔

اور پھر وہ واپس اسی کمرے میں آگئے۔

"انہوں نے بھی وہ تمام راز کی باتیں بتادیں" انسپکٹر جمشید بے بسی کی
حالت میں بولے۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے" دوسرے صدر نے بوکھلا کر کہا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا..... خیر ہم کچھ اور ماہرین کو یہاں بلاتے ہیں
آپ تشریف رکھیں"۔

اب انہوں نے نواب شاہی کو فون کیا۔

"نواب شاہی بات کر رہا ہوں"۔

"السلام علیکم نواب صاحب...... مجھے افسوس ہے...... میں آج آپ
دعوت میں شریک نہیں ہو سکا...... ذرا محمود کو تو فون پر بلادیں"۔

"وہ یہاں کہاں" نواب صاحب بولے۔

"کیوں...... وہ کہاں چلے گئے؟"۔

"کیا انہوں نے ابھی تک آپ کو حالات نہیں بتائے"۔

"حالات...... کیسے حالات"۔ وہ حیران ہو کر بولے۔

"یہاں تو بہت زیادہ عجیب و غریب حالات پیش آئے تھے......
جان لینے کی کوشش کی گئی تھی...... میری جیب میں بم رکھ دیا گیا تھا"۔

"جی نہیں...... خیر یہ حالات تو میں ان سے سن لوں گا...... آپ
بتائیں...... وہ اس وقت کہاں ہیں"۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

"اوہ خیر...... میں موبائل پر بات کرتا ہوں"۔

اب انہوں نے موبائل نمبر ڈائل کیے...... فوراً ہی محمود کی آواز
دی۔

"تم لوگ کہاں ہو...... پروفیسر صاحب کہاں ہیں"۔

"ہم تجربہ گاہ میں ہیں"۔

"وہاں جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔

"حالات انتہائی خوفناک ہیں"۔



"تو پھر ادھر بھی کم خوفناک نہیں ہیں...... تم فوراً ایوان صدر آ جاؤ......
پروفیسر صاحب اور خان رحمان کو بھی ساتھ لے کر آنا...... اور جس قدر جلد
ممکن ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا...... ساتھ ہی انہیں ایک عجیب خیال آیا۔

******

# کس کی لاش

"لیجیے..... ایوانِ صدر میں بھی کوئی بڑی گڑبڑ ہو گئی..... ہم سب ا
وہاں فوراً بلایا گیا ہے"۔

"فون پر کون تھا؟"۔

"اباجان" اس نے بتایا۔

"اوہ..... تو پھر چلو"۔

"اس طرح ہمارا معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اب ہم اسے مٹھائی میں کس طرح ڈالیں" فاروق نے منہ بنایا۔

"چلنا ہو گا..... وہاں نہ جانے کیا معاملہ درپیش ہے..... انکل..... آپ
اپنی ضروری چیزوں والا بیگ ساتھ لے لیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ اسی وقت روانہ ہوئے..... ایوانِ صدر پہنچے تو وہاں جیسے سا
سانپ سونگھا ہوا تھا..... اور اندر داخل ہونے پر تو وہ بہت زور سے اچھلے
..... کیونکہ کمرے میں ایک کے بجائے دو صدر موجود تھے۔



"یہ..... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں..... دو دو صدر..... کیا اب ہمارے
ملک کے دو صدر ہوں گے" فاروق نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

حالات کی سنگینی کے باوجود وہ سب ہنس پڑے۔

"خدا کا شکر ہے..... ہم ہنسے تو..... اور یہ کارنامہ فاروق کا ہے"۔

"جی کارنامہ..... کک..... کون سا کارنامہ" فاروق گھبرا گیا۔

"اچھا بھئی..... پہلے ساری بات سن لو، پروفیسر صاحب..... آپ اس
طرف آ جائیں..... ان دونوں کے چہروں کا جائزہ اپنے آلات کے ذریعے
لیں..... آیا ان میں سے اصلی کون سا ہے اور نقلی کون سا"۔

"اوکے..... یہ کیا مشکل ہے" پروفیسر مسکرائے۔

"یہ نہ کہیں انکل" محمود بول اٹھا۔

"کیا مطلب..... کیا نہ کہوں"۔

"یہ کہ یہ کیا مشکل ہے..... اگر یہ کوئی مشکل مسئلہ نہ ہوتا تو اس وقت
یہاں فضا اس قدر سنگین نہ ہوتی" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"محمود کا خیال بالکل درست ہے" انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

"آپ کا مطلب ہے..... نقلی صدر کے چہرے پر میک اپ ثابت کرنا
آسان کام نہیں"۔

"ہاں! بالکل"۔

"اوہ..... خیر..... چلیے انکل"۔

اور پھر انہوں نے اپنا کام شروع کیا..... آدھ گھنٹا گزر گیا..... پھر ان کے چہرے پر بھی پسینہ آ گیا..... وہ کانپتی آواز میں بولے۔

"نن..... نہیں..... ان میں سے کوئی بھی میک اپ میں نہیں ہے"۔

دونوں صدر زور سے اچھلے..... ان کی آنکھوں میں بلا کی حیرت اتر آئی..... ادھر ..... ان دونوں کو اس قدر حیرت زدہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید اور بھی زور سے اچھلے اور تھوڑی دیر پہلے انہیں جو خیال آیا تھا..... اس میں اور مضبوطی پیدا ہو گئی۔

"اف میرے مالک..... یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے" ..... وہ بڑبڑائے۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے" پروفیسر داؤد ان کی طرف مڑے۔

"یہ دونوں تو ایک ہیں..... بالکل ایک"۔

"کیا مطلب..... دو آدمی کس طرح ایک ہو سکتے ہیں"۔

"جس طرح تین آدمی ایک ہو سکتے ہیں"۔

"کیا کہا..... تین آدمی..... ایک ہو سکتے ہیں" خان رحمان چلائے۔

"ہاں خان رحمان اور پروفیسر صاحب..... ہمارے ساتھ یہ ہو چکا ..... میں ابھی انہیں بلاتا ہوں..... لیکن معاملہ اب اور الجھ گیا ہے"۔

یہ کہ کر انہوں نے اکرام کو فون پر ہدایات دیں..... جلدی تینوں ڈوگی ان کے سامنے موجود تھے..... اور وہ انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔



"یہ تینوں بالکل ایک ہیں..... ان میں کوئی فرق نہیں..... نہ ان کے بیانات میں فرق ہے" "یہ میک اپ میں ہرگز نہیں ہیں"۔

"لل..... لیکن..... یہ کیسے ہو سکتا ہے" پروفیسر کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہوں..... ان کی انگلیوں کے نشانات بھی بالکل ایک جیسے ہیں..... یعنی دونوں صدروں کے اور تینوں ڈوگیوں کے آپس میں انگلیوں کے نشانات ایک ہیں..... ان میں بال برابر بھی فرق نہیں ..... جب کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ دنیا میں ایسے دو آدمی ہرگز نہیں مل سکتے ..... جن کی انگلیوں کے نشانات ایک جیسے ہوں"۔

"نن نہیں..... نہیں" وہ چلا اٹھے۔

"لیکن..... اس وقت ہمارے سامنے تین آدمی تو یہ موجود ہیں..... جن کی انگلیوں کے نشانات ایک ہیں..... اور دو یہ ہیں..... ان کی بھی انگلیوں کے نشانات ایک ہیں"۔

"شاید ہم دنیا کا آٹھواں عجوبہ دیکھ رہے ہیں"۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہو گا کیا" فاروق کی آواز ابھری۔

"یہ بہت خوفناک سوال ہے فاروق" انسپکٹر جمشید بولے۔

"پروفیسر صاحب..... آپ کیا کہتے ہیں"۔

"میری عقل دنگ ہے"۔

وہ پھر سوچ میں ڈوب گئے..... آخر انسپکٹر جمشید نے سر اٹھایا۔

"آپ سب آرام کریں..... صدر صاحب آپ انہیں اپنے ... رکھیں..... دونوں ایک ہی کمرے میں رہیں..... تینوں ڈوگیوں کو بھی حوالات میں رکھا جائے گا..... اور پھر گھر جا کر اس معاملے پر غور کریں..... انشاءاللہ کوئی نہ کوئی بات سمجھ میں آجائے گی"۔

"فی الحال یہی کرنا پڑے گا" صدر بولے۔

"تو پھر اجازت دیں"۔

"اچھی بات ہے" دونوں صدر ایک ساتھ بولے' ساتھ ہی دونوں نے ایک دوسرے کو گھورا بھی اور وہ باہر نکل آئے..... وہاں سے سیدھے ... گاہ پہنچے اور سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"ارے ہاں..... وہ نواب شاہی کے ساتھ کیا ہوا؟"۔

محمود نے اپنی طرف کی کہانی سنا دی..... انسپکٹر جمشید کے چہرے پر ... اور الجھن اور بڑھ گئی۔

"اس کا مطلب ہے..... وہ لائبریری ہم کھو چکے ہیں"۔

"جی ہاں فی الحال یہی کہا جا سکتا ہے"۔

"یہ برا ہوا..... تم نے کیا بتایا..... رائے کالیا کے میک اپ میں تھا ... نامی آدمی"۔

"جی..... جی ہاں"۔

"رائے کالیا گھر پہنچے یا نہیں"۔

"نہیں..... وہ لاپتہ ہیں"۔



"تب پھر کہیں..... وہ لاش رائے کالیا کی تو نہیں"۔

"جج..... جی کیا مطلب..... لل..... لاش"۔

اب انہوں نے اپنی طرف کی کہانی سنائی..... ان کی حیرت بھی بڑھ گئی..... پھر رائے کالیا کے گھر فون کیا گیا..... انہوں نے بتایا رائے کالیا نہیں پہنچے..... انسپکٹر جمشید نے اکرام کو فون کیا..... ہدایات دیں کہ رائے کالیا کے گھر والوں کے ذریعے اس لاش کو شناخت کرایا جائے۔

یہ ہدایات دے کر انہوں نے فون رکھ دیا۔

"اب پہلے ہم ذرا اکرام کی رپورٹ کا انتظار کریں گے"۔

وہ انتظار کرنے لگے..... انہیں اپنے دماغ گھومتے محسوس ہو رہے تھے..... پھر فون کی گھنٹی بجی..... اکرام نے کانپتی آواز میں انہیں بتایا۔

"لاش رائے کالیا کی ثابت ہو گئی"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

کتنے ہی لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے..... پھر انسپکٹر جمشید نے نواب شاہی کے نمبر ملائے۔

"نواب صاحب..... آپ نے نئی اطلاع سن لی ہے یا نہیں"۔

"کون سی نئی اطلاع"۔

"آپ کی دعوت میں لارڈ نامی آدمی نے رائے کالیا کے میک اپ میں شرکت کی تھی..... یہ بات تو آپ کو معلوم ہے نا"۔

"ہاں بالکل..... تو پھر"۔

"مرا ہے کالیا کی لاش ملی ہے"۔

"کیا..... نہیں" نواب صاحب چلائے۔

"آپ بھی خطرے میں ہیں..... میں حفاظت کے لیے کچھ لوگوں کو …
ہوں..... آپ ان کے ساتھ ہمارے پاس آجائیں"۔

"او..... اوہ" وہ بولے۔

ادھر انہوں نے فون رکھ دیا۔

"محمود..... تم مجھے شروع سے آخر تک حالات پھر سے سناؤ"۔

"جی بہتر!" اس نے کہا اور حالات سنانے لگا۔

وہ سب غور سے سن رہے تھے..... پھر محمود کے خاموش ہوتے ہی پ…
بولے۔

"تب یہ ایک ہی چکر کی کڑیاں ہیں ..... پروفیسر خالد ان کے …
خاتون نے کوئی بہت حیرت انگیز چیز معلوم کی تھی..... یا ایجاد کی تھی..... …
غائب کر دیا گیا..... یا وہ خود غائب ہو گئے..... لیکن کچھ لوگوں کو اس …
بھنک پڑ چکی تھی..... انہوں نے پروفیسر خاتون کی تلاش شروع کی.....
تلاش انہیں پروفیسر خالد ان تک لے گئی..... پہلے تو وہ چھپاتے رہے …
آخر انہوں نے بتا دیا کہ خاتون ان کے بھائی ہیں' لیکن وہ پندرہ سال …
غائب ہو گئے تھے..... غائب ہونے سے پہلے وہ اس پرانی لائبریری کو …
کچھ پیار کرتے تھے جو انہوں نے نواب شاہی سے حاصل کی تھی..... اس …
ہمیں اس لائبریری میں دلچسپی محسوس ہوئی اور ہم نے فیصلہ کیا کہ …



… اگر اس لائبریری کی کتب کو دیکھ لیں' چنانچہ ہم نے لائبریری منتقل کرنے
کے لیے توحید احمد کے ذریعے گاڑی منگوائی..... اور خود کار میں تجربہ گاہ کی
طرف روانہ ہو گئے' وہ وہاں پہنچ گئے' لیکن ..... لائبریری نہ پہنچی .....
لائبریری وہ نامعلوم آدمی لے اڑا جس نے لائبریری کے لیے فون کیا تھا.....
نواب شاہی کو..... لیکن شاید وہ ہماری نگرانی کر رہا تھا..... لہٰذا ہمارے
تعاقب میں وہ پروفیسر خالدان تک پہنچ گیا..... اور اس طرح اس نے اپنے
آدمیوں کے ذریعے توحید احمد اور اس کے ساتھیوں کو زخمی کر دیا اور
لائبریری کی کتب لے کر رفوچکر ہو گیا..... ہماری کہانی تو بس یہاں تک
ہے"۔

"یہ کہانی بھی کم حیرت انگیز نہیں ..... اور ہماری کہانی تو ہے ہی .....
… حیرت انگیز ترین..... کاش ہم وہ کتب نہ گنواتے' اس سے ضرور بہت کام کی
… معلوم ہوتی..... ایسا محسوس ہوتا ہے..... نواب شاہی کو اس لائبریری کی
… سے ہی ہلاک کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا"۔

"کی..... کیا فرمایا..... لائبریری کی وجہ سے؟" محمود چونک اٹھا۔

"ہاں! اس لائبریری کی وجہ سے..... کوئی یہ چاہتا تھا..... نواب
صاحب اتنی سی بات بھی کسی کو نہ بتا سکیں کہ ان کے پاس ایک پرانی لائبریری
ہے..... اور ان سے وہ لائبریری کوئی لے گیا تھا..... گویا وہ لارڈ نامی آدمی
… پروفیسر خاتون کا نام سامنے نہ آئے..... لیکن اپنی اس کوشش
… ناکام ہو گیا..... ادھر کوئی دوسرا وہ لائبریری لے اڑا"۔

"کوئی دوسرا..... آپ کا مطلب ہے..... لارڈ کے علاوہ"۔

"ہاں! کوئی اور بھی اس چکر میں تھا..... اور وہ لائبریری لے اڑا
یا پھر لارڈ کی کوشش یہ تھی کہ نہ تو کسی کو اس لائبریری کے بارے میں
..... نہ لائبریری پروفیسر خالد ان کے پاس رہے..... اس لیے یہ دونوں
اس کے ہیں"۔

"یہ بات زیادہ دل کو لگتی ہے" فرزانہ بول اٹھی۔

"ارے تو پھر لگاؤ..... روکا کس نے ہے" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا لگاؤں" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"یہ بات دل کو لگاؤ"۔

"حد ہو گئی..... ہے کوئی تک" اس نے تلملا کر کہا۔

"خاموش..... بہت سنجیدہ گفتگو ہو رہی ہے"۔

"میں اس کی سنجیدگی ہی کو تو ختم کرنے چلا تھا" فاروق مسکرایا۔

"کوئی ضرورت نہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو آپ کو زیادہ سنجیدگی کی ضرورت ہے" فاروق مسکرایا۔

"ہاں ہے..... بس تم چپ بیٹھو"۔

"جی بہت بہتر..... اب میں نہیں بولوں گا" فاروق برا مان گیا۔

وہ مسکرا دیے..... پھر خان رحمان نے چونک کر کہا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی"۔



"تو تم بھی بتاؤ خان رحمان..... وہ کیا بات ہے..... جو سمجھ میں نہیں
آئی"۔

"ان لوگوں کا اس معاملے سے تعلق بھلا کس طرح ہو سکتا ہے"۔

"یہی تو اب دیکھنا پڑے گا..... اگر لائبریری وہ نہ لے اڑتے تو
... کام آسان تھا"۔

"تو پھر جمشید..... تم پہلے لائبریری کا سراغ لگاؤ" پروفیسر بول اٹھے۔

"تت..... کیا فرمایا..... لائبریری کا سراغ" فاروق بولے بغیر نہ رہ
سکا۔

"لیجیے..... یہ چپ ہوئے ہیں" محمود جل گیا۔

"جب بات ناول کے نام کی آ جائے تو میں چپ کیسے رہ سکتا ہوں"۔

"آپ نے ٹھیک فرمایا..... ہمیں اس لائبریری کا سراغ لگانا ہو گا
... جائیں گے وہ اس کو"۔

"تو پھر چلیے..... پہلے یہی سہی"۔

"چند منٹ تو ٹھہرنا ہو گا..... ابھی اکرام کا فون نہیں آیا"۔

"اوہ ہاں! یاد آیا..... وہ تھی"۔ فرزانہ بولی۔

عین اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی..... انسپکٹر جمشید نے فون کا بٹن دبا
... سب سن سکیں۔

"ہیلو سر..... وہ لاش رائے کالیا کی ثابت ہو گئی ہے"۔

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

******

# جلدی کرو

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے..... پھر انسپکٹر جمشید بولے
"کڑیاں ملتی جا رہی ہیں..... لارڈ نے رائے کالیا کو اغوا کیا
اغوا کر کے جیکی لین کی کوٹھی پر لے گیا..... وہاں اس کا میک اپ کیا اور
موت کے گھاٹ اتار دیا"۔

"لیکن کیوں..... وہ اسے وہاں قید کر سکتا تھا..... موت کے
اتارنے کی کیا ضرورت تھی..... اگر بات صرف اس کے میک اپ میں
میں شریک ہونے کی تھی" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"بات صرف اس کے میک اپ میں دعوت میں شرکت کی نہ
..... رائے کالیا بھی اس لائبریری کے بارے میں جانتا تھا..... اور اس
تصدیق ہم نواب شاہی سے کر سکتے ہیں"۔

"او وہاں ضرور"۔



انہوں نے فوراً نواب شاہی کے نمبر ملائے..... سلسلہ ملنے پر انسپکٹر
جمشید نے انہیں ساری بات بتائی..... یہ سن کر وہ سکتے میں آ گئے کہ ان کے
دوست رائے کالیا کو قتل کیا جا چکا ہے۔

"اور ہمارے خیال میں رائے کالیا کا قتل صرف اس بنا پر نہیں ہوا کہ
رڈ ہی آدمی دعوت میں ان کے میک اپ میں شریک ہونا چاہتا تھا..... اسے
ے علم کے لیے تو وہ رائے کالیا کو رسیوں سے باندھ کر دعوت میں آ سکتا
تھا"۔

"تو پھر" نواب شاہی حیران رہ گئے۔

"پھر یہ کہ رائے کالیا کو بھی اس لائبریری کے بارے میں معلوم تھا
..... تھا"۔

"اوہ اوہ" نواب صاحب چلائے۔

"کک..... کیا ہوا آپ کو" وہ فوراً بولے۔

"اب یاد آیا..... پروفیسر ہاتھون رائے کالیا کو ہی میرے پاس سفارشی
لائے تھے..... کہ وہ لائبریری میں انہیں دے دوں"۔

"کیا" وہ چلائے۔

"ہاں سو فیصد یہی بات ہے"۔

"اب وہ لائبریری بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے..... آپ کو ان
کتابوں کے بارے میں کچھ اور معلوم ہے..... آخر آپ بھی تو سائنس دان
ہیں اور تجربات کرتے رہتے ہیں"۔

"میں اور قسم کا سائنس دان ہوں ..... ان کتب میں میری دلچسپی ا
کوئی چیز نہیں تھی"۔

"آخر وہ کتابیں کس قسم کی تھیں" پروفیسر داؤد بے چین ہو کر بولے۔

"بتا چکا ہوں شاید ..... کائنات کے موضوع پر تھیں"۔

"اچھی بات ہے ..... لیکن اتنی سی بات کے لیے کوئی آپ کو کیوں ہلا
کرنا چاہے گا بھلا ..... رائے کالیا کو کیوں ہلاک کرے گا بھلا ..... آپ کو شا
اس لائبریری کے بارے میں کچھ معلوم ہے ..... رائے کالیا کو بھی ضرور
بات معلوم تھی ..... لہٰذا لارڈ نے ایک تیر سے دو شکار کیے ..... یعنی رائے
کالیا کو اغوا کر کے پہلے ان کا میک اپ کیا ..... آپ کی جان لینے کے لیے آپ
کے ہاں آیا ..... اور اس سے پہلے رائے کالیا کو ختم کیا ..... اب میں آپ سے
ایک سیدھا سادا سوال کرتا ہوں ..... کیا آپ کچھ چھپا رہے ہیں"۔

جواب میں کئی سیکنڈ تک خاموشی رہی ..... جب نواب شاہی کچھ
بولے ..... تو انھوں نے پھر کہا۔

"نواب صاحب ..... میں نے آپ سے پوچھا ہے ..... کیا آپ کچھ چھپا
رہے ہیں"۔

اب بھی جواب میں خاموشی رہی۔

"نواب صاحب!" انسپکٹر جمشید زور سے بولے۔

لیکن اب بھی انھوں نے جواب نہ دیا ..... اب تو وہ پریشان ہو گئے۔

"خخ ..... خطرہ ..... وو زو" انسپکٹر جمشید چلائے۔



آندھی اور طوفان کی طرح کار چلاتے وہ نواب شاہی کی کوٹھی پہنچے
۔ وہاں ہر طرف سکون تھا ..... خاموشی تھی ..... یوں لگتا تھا جیسے کوئی بات
وہاں نہ ہوئی ہو ..... دروازے کی گھنٹی بجائی گئی ..... آخر ملازم باہر آیا اور
انھیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"کک ..... کیا بات ہے جناب"۔

"اندر گڑبڑ ہے ..... نواب صاحب ہم سے فون پر بات کر رہے تھے
۔ اچانک وہ خاموش ہو گئے ..... جلدی کرو" یہ کہ کر وہ اندر کی طرف دوڑ
پڑے ..... ملازم ان سے پیچھے رہ گیا ..... جونہی وہ ان کے کمرے میں داخل
ہوئے ..... دھک سے رہ گئے۔

نواب شاہی فرش پر مرے پڑے تھے ..... لیکن ان کے جسم پر زخم کا کوئی
نشان نہیں تھا ..... فون سٹینڈ سے نیچے لٹک رہا تھا ..... اور اس لٹکے ہوئے
فون کے پاس ہی ان کی لاش پڑی تھی ..... کمرے کی کھڑکی جو پائیں باغ کی
طرف کھلتی تھی ..... کھلی ہوئی تھی ..... اور اس میں سلاخیں نہیں تھیں .....
اس کا مطلب یہ تھا کہ قاتل باغ کی طرف سے آیا تھا۔

"افسوس محمود، فاروق اور فرزانہ ..... تم تینوں سے زندگی کی بہت
بڑی غلطی سرزد ہو گئی ..... تمہیں ان کی حفاظت کے انتظامات کر کے یہاں
سے جانا چاہیے تھا"۔

"جج ..... جی ہاں ..... واقعی ..... لارڈ اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری
کے بعد ہم نے یہ خیال کر لیا کہ اب انھیں کوئی خطرہ نہیں رہ گیا ..... جب کہ

وہ صرف گرانے کے قائل ہیں..... اصل مجرم تو آزاد رہتا..... اور جب
تم نے دیکھا" لارڈ اور اس کے ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں..... تو خود میدان میں
آگیا"۔

"ہوں..... یہی بات ہے..... خیر..... یہ ہوتا تھا..... میں غلط کہہ رہا
واب شاہی کا وقت آچکا تھا..... اس وقت کو کوئی نہیں ٹال سکتا تھا۔
حفاظتی انتظامات کر لیتے..... تب بھی انہیں اس وقت مرنا تھا"۔

"لیکن لارڈ اور اس کے ساتھی ہمارے قبضے میں ہیں..... انہیں
کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس آدمی کا نام بتادیں" محمود نے کہا۔

"لارڈ جیسے لوگ بس یہی بات نہیں بتاتے..... ان پر چاہے جتنی
جائے..... نہیں بتائیں گے..... اول تو امکان اس بات کا ہے کہ قاتل
سامنے آئے بغیر ان سے بات کی ہوگی" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں..... کھڑکی پر اس کی انگلیوں کے نشانات
ہوں گے"۔

"بشرطیکہ اس نے دستانے نہ پہن رکھے ہوں" انسپکٹر جمشید بولے۔
پھر اکرام کو فون کیا گیا..... وہ جلد وہاں ماہرین کے ساتھ آپہنچا۔
کوٹھی کے ایک حصے سے اب رونے کی آواز آرہی تھی..... نواب شاہی
بیوی اور بچے رو رہے تھے..... انہیں چکار کر اس حادثے کے بارے میں
گیا تھا۔



انگلیوں کے نشانات مل گئے..... لاش کا معائنہ کرنے کے بعد پوسٹ
مارٹم کے لیے بھیج دیا گیا..... صرف معائنے سے یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ
وہ کس طرح ہلاک ہوئے..... ایسے میں فرزانہ نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"انکل..... کہیں پروفیسر خالدان بھی خطرے میں نہ ہوں"۔

"اوہ ہاں..... واقعی..... فون کرو انہیں"۔

پروفیسر خالدان کے نمبر ملائے گئے..... ادھر گھنٹی بجتی رہی..... لیکن
ریسیور کسی نے نہ اٹھایا۔

"وہاں بھی گڑبڑ لگتی ہے..... اف مالک"۔

اور وہ ایک بار پھر دوڑ پڑے..... ان کے رنگ اب اڑ چکے تھے.....
قاتل ان سے کہیں زیادہ چالاک ثابت ہو رہا تھا..... وہ اس کے بارے میں
جتنی کوئی رائے قائم کرتے تھے..... اور وہ اس سے پہلے عمل کر ڈالتا تھا۔
پروفیسر خالدان کی کوٹھی کے دروازے پر دستک دی گئی..... کافی دیر
بعد ملازم باہر آیا..... شاید گہری نیند سو رہا تھا..... رات کا یوں بھی اب
آخری پہر تھا۔

"ہاں جناب! کیا بات ہے"۔

"پروفیسر خالدان شاید خیریت سے نہیں ہیں..... فون کیا تھا ہم نے.....
گھنٹی بجتی رہی..... لیکن انہوں نے ریسیور نہیں اٹھایا۔

"گہری نیند میں ہوں گے..... اس میں عجیب بات کیا ہے"۔

"عجیب بات یہ ہے کہ اس وقت تک دو قتل ہو چکے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"پہلے تو آپ فوراً پروفیسر صاحب کو دیکھ آئیں... ہم یہیں
ہیں... اگر وہ خیریت سے ہیں تو انہیں جگا دیں اور بتائیں...
بجے ہیں"۔

"اوہ اچھا" اس نے بوکھلا کر کہا اور اندر کی طرف لپکا۔

پھر اس کی واپسی میں دیر نہ لگی... مارے خوف کے اس کی
باہر کو ابل آئی تھیں۔

"وہ... وہ مر چکے ہیں... کوئی جواب نہیں دے رہے...
جسم اکڑ چکا ہے... شاید انہیں مرے بہت دیر ہو چکی ہے"۔

"اف مالک... وہی ہوا جس کا ڈر تھا"۔

اب وہ اندر داخل ہوئے... پروفیسر خالد ان بھی فرش پر
طرح پڑے نظر آئے... جس طرح نواب شاہی نظر آئے تھے...
ایک ہی آدمی کا کام تھا... یہاں بھی باغ والی کھڑکی کھلی تھی۔

ماہرین کو فون کیا گیا... یہاں اکرام تو آ نہیں سکتا تھا...
دوسری طرف مصروف تھا... اس لیے ان کے ساتھ محمد حسین آزاد
گیا... انہوں نے آ کر اپنا کام شروع کیا۔

"ہم ذرا پائیں باغ کا جائزہ لے آئیں ابا جان... آخر قاتل اس
سے اندر آیا ہے" ایسے میں فرزانہ نے کہا۔

"ہاں ضرور... کیوں نہیں" وہ بولے۔



تینوں پائیں باغ میں آئے... باغ میں بلب روشن تھا... فاروق نے
جیب سے ٹارچ نکال لی... تینوں کھڑکی کے نزدیک پہنچے۔

"ارے... قدموں کے بالکل واضح نشانات موجود ہیں یہاں تو"
فاروق چونکا۔

"بہت خوب! مزا آ گیا... ان نشانات کی تصاویر لی جائیں گی" محمود نے
خوش ہو کر کہا۔

"محمود... فاروق... تم نے دائیں طرف کے نشانات پر غور کیا"۔

"کیوں! کیا بات ہے" دونوں بولے۔

"دائیں پیر کا نشان کم واضح ہے... اور بائیں پیر کا زیادہ واضح... اس
کا مطلب ہے... قاتل دائیں پیر پر پورا دباؤ نہیں ڈال سکتا"۔

"ہوں... شاید ایسا ہی ہے... ارے ہاں... نواب انکل مرحوم کی
کھڑکی کے پیچھے بھی تو نشانات ہونے چاہئیں"۔

"انکل اکرام کو فون کرو"۔

انہوں نے اسی وقت اکرام کے نمبر ڈائل کیے... اس کے پاس بھی
موبائل تھا... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی۔

"اکرام بات کر رہا ہوں"۔

"اکرام انکل؟"۔

"اس سلسلے میں بھی؟" وہ بولا۔

"تفتیش کہاں تک پہنچی... کوئی سراغ ملا یا نہیں"۔

"کھڑکی کے نیچے پیروں کے نشانات ملے ہیں..... جو بالکل صاف ہیں..... مطلب یہ کہ جوتوں کے تلے اس قسم کے ہیں کہ نشانات بالکل صاف نہیں آ رہے ہیں"۔

"بہت خوب انکل..... کیا آپ اس وقت ان نشانات کے آس پاس ہیں"۔

"نہیں تو..... کیوں؟"۔

"ذرا وہاں جائیں..... اور دیکھیں..... دونوں نشانات ایک جیسے ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے"۔

"نہیں..... ان میں کوئی فرق نہیں ہے" اس نے فوراً کہا۔

"ایسے نہیں انکل..... آپ وہاں جاکر غور سے دیکھیں"۔

"اچھی بات ہے..... ویسے تم ہمیشہ بال کی کھال اتارنے کے چکر میں رہتے ہو" اس نے جل کر کہا۔

"اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ بال کی کھال ہی ہمیں اکثر کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے..... میں کھڑکی کی طرف چل پڑا ہوں"۔

"شکریہ انکل..... آپ بہت اچھے ہیں"۔

"کیا واقعی" اکرام ہنسا۔

"آپ جانتے ہیں..... ہم جھوٹ نہیں بولتے"۔



"میں نشانات کے قریب پہنچ گیا ہوں..... دونوں نشانات ایک جیسے ہیں"۔

"مزید غور کریں..... کیا دائیں پیر کا نشان کم واضح نہیں ہے"۔

"کیا..... اوہ اچھا..... یہ دیکھتا ہے..... ایک منٹ..... ارے باپ رے..... کمال کی بات ہے..... دائیں پیر کا نشان واقعی بائیں کی نسبت ہلکا ہے"۔

"شکریہ انکل..... یہی معلوم کرنا تھا..... آپ کی معلومات کے لیے عرض کردوں کہ اسی قاتل نے پروفیسر خالدان کو بھی ہلاک کر دیا ہے"۔

"کیا..... اور یہ پروفیسر خالدان کون ہیں"۔

"آکر بتائیں گے"۔

اب انہوں نے وہاں فوٹوگرافروں کو بلایا اور ان نشانات کی تصاویر لی گئیں..... وہ اندر آئے تو انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"کھڑکی کے نیچے جوتوں کے واضح نشانات موجود ہیں..... لیکن دائیں پیر کا نشان ہلکا ہے..... یعنی کم صاف ہے"۔

"اوہ..... تو کیا تم اکرام کو فون کر چکے ہو؟" وہ چونکے۔

"بالکل..... وہاں کی رپورٹ بھی مل گئی ہے"۔

"بہت خوب..... یہ چیز ہمارے کام آئے گی"۔

"لیکن ابا جان..... آپ نے غور کیا..... اس کیس سے تینوں اہم افراد کو قتل کیا جا چکا ہے..... پہلے راے کالیا، پھر نواب انکل اور اب پر... خالدان..... پیچھے کون رہ گیا؟"۔

"پروفیسر عاغون" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟"۔

"سوال یہ ہے..... پروفیسر عاغون کہاں ہے"۔

"پندرہ سال پہلے غائب ہوا تھا..... ہم کیسے بتا سکتے ہیں..... وہ کہاں ہے" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"سراغ تو لگانا ہو گا..... ورنہ ہم اس کیس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"اور ڈوگیوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں"۔

"ہم..... میرا خیال ہے..... ہم نے دیر کر دی" انسپکٹر جمشید چونک کر بولے۔

"کیا مطلب..... دیر کر دی..... کس سلسلے میں دیر کر دی"۔

"آؤ جلدی کرو"۔

یہ کہتے ہی وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے۔

******



# دستک

"محمود" فاروق اور فرزانہ نے ان کے پیچھے دوڑ لگا دی..... انسپکٹر جمشید گاڑی میں بیٹھ کر انجن سٹارٹ کر چکے تھے..... وہ افراتفری کے عالم میں گاڑی میں داخل ہو گئے۔

"آخر کہاں کا پروگرام بن گیا" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"اوہو بھئی..... سمجھا کرو" انسپکٹر جمشید نے کہا اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی..... جلد ہی وہ ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

"یہ بات بہتر!" فاروق نے عجیب سی صورت بنائی۔

"کیا بات بہتر!"۔

"یہ کہ ہمیں چاہیے..... سمجھا کریں"۔

"حد ہو گئی" انہوں نے جھلا کر کہا۔

"چلیے ٹھیک ہے" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا ٹھیک ہے"۔

"یہ کہ حد ہو گئی" محمود بولا۔

"شاید تمہیں کوئی ڈھنگ کی بات نہیں سوجھ رہی...... فرزانہ تم بتاؤ... ہم کہاں جا رہے ہیں"۔

"جی..... جی..... میں بتاؤں..... یعنی کہ"۔

"ہاں! تم بتاؤ" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"جی بہتر..... آپ جیکی لین کے ہاں جا رہے ہیں..... کیونکہ اب لے دے کے یہی ایک آدمی رہ گیا ہے..... جس سے اس سارے چکر کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"رہنے کو تو خیر ابھی انشارچہ کا سفیر راشو بھی رہ گیا ہے"۔

"ہاں وہ بھی ہے..... لیکن ہم اس پر دباؤ نہیں ڈال سکیں گے... انشارچہ دخل اندازی کرے گا"۔

"اور جیکی لین کے معاملے میں انشارچہ دخل اندازی نہیں کرے گا"۔

"اسی لیے تو دوڑ لگا رہے ہیں"۔

"جی..... کیا مطلب؟"۔

"اس سے پہلے کہ وہ دخل اندازی کرے..... ہم اس سے کچھ معلوم کر لیں"۔

"اوہ اچھا"۔

اور پھر انسپکٹر جمشید نے وہاں پہنچ کر ہی بریک لگائے..... گھنٹی کا بٹن دبایا گیا..... فوراً ہی ملازم نے دروازہ کھولا۔



"ہمیں مسٹر جیکی سے ملنا ہے"۔

"اتنی رات گئے" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"مجبوری ہے"۔

"میں انہیں بتاتا ہوں..... اگر انہوں نے ملنا پسند کیا تو" اس نے کہا۔

"انہیں بتائیں..... انسپکٹر جمشید ملنا چاہتے ہیں..... ساتھ ہی یہ بھی بتائیں..... معاملہ ڈوگیوں کا ہے"۔

"جی..... ڈوگیوں کا" ملازم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ سمجھ جائیں گے..... آپ بس اتنا کہہ دیں"۔

"اچھا" اس نے کہا اور اندر چلا گیا۔

جلد ہی وہ بوکھلایا ہوا واپس آیا..... اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔

"وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں جناب..... کمرے کا دروازہ کھلا ہے اور کھڑکی بھی کھلی ہوئی ہے..... ایسا لگتا ہے..... جیسے انہیں اغوا کر لیا گیا ہے"۔

"کیا انہوں نے یہی کہا تھا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"کیا انہوں نے یہی کہا تھا کہ جب ہم لوگ آئیں تو کہہ دینا..... ایسا لگتا ہے جیسے انہیں اغوا کیا گیا ہے"۔

"جی نہیں..... آپ غلط کہہ رہے ہیں"۔

"تب پھر..... تم نے کیسے جان لیا کہ انہیں اغوا کیا گیا ہے..... کیا تم کوئی سراغ رساں ہو"۔

"جی نہیں..... یہ تو میرا اندازہ تھا"۔

اب وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے..... اور جیکی لین کے کمرے میں داخل ہوئے..... بستر کی چادر فرش پر تھی..... اور پورے کمرے کی چیزیں الٹ پلٹ پڑی تھیں..... اس منظر کو دیکھ کر صاف یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ جیکی لین کو اغوا کیا گیا ہے..... لیکن یہ ڈراما بھی ہو سکتا تھا..... انہوں نے بغور جائزہ لیا اور سمجھ گئے کہ اغوا کا ڈراما کیا گیا ہے اور جیکی لین کہیں چھپ گیا ہے..... تاہم انہوں نے اپنے اس خیال کو ظاہر نہ کیا اور خاموشی سے نکل آئے۔

"آپ لوگ رپورٹ درج کرا دیں..... ٹھیک ہے"۔

"جج..... جی ہاں..... ضرور..... میں ابھی گھر کے افراد کو..... یہ بتاتا ہوں"۔

وہ کار کی طرف بڑھ گئے..... جب تک وہ کار میں بیٹھ کر نہیں نکل گئے..... ملازم دروازے پر ہی کھڑا رہا۔

"ہمارے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی میرا خیال ہے..... وہ اندر گیا ہے" فرزانہ بولی۔

"ہوں..... یہاں سے تمہارا کام شروع..... خفیہ طور پر اندر داخل ہو جاؤ..... اور دیکھو اندر جیکی لین ہے یا نہیں..... اگر وہ اندر ہو تو ہمیں



اگر ہاتھ کا اشارہ دے دینا..... پھر جب میں دستک دوں تو یہ دیکھنا کہ وہ کہاں چھپتا ہے"۔

"جی..... بہتر!" وہ بولے۔

پائپ کے ذریعے کوٹھی کے اندر داخل ہونا ان کے لیے آسان کام ثابت ہوا..... زینہ بھی کھلا ملا تھا..... لہٰذا وہ سب اندر اس طرح پہنچ گئے کہ انہیں کانوں کان خبر نہ ہوئی..... ایک کمرے سے آوازیں آ رہی تھیں، دبے پاؤں اس کمرے کی طرف بڑھے اور کان لگا دیے۔

"خوب بے وقوف بنایا آپ نے ان لوگوں کو مسٹر جیکی لین..... یعنی کمرے کا جو نقشہ بنایا تھا..... اس سے انہیں ذرا بھی شک نہیں ہوا..... کہ یہ نقلی اغوا ہے"۔

"لیکن یہ لوگ بھی کم چالاک نہیں ہیں..... ان کی شہرت بلاوجہ نہیں ہے..... پھر آ سکتے ہیں..... لہٰذا میں چلتا ہوں تہ خانے میں..... اور تم لوگ اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ..... اب جب تک یہ معاملہ دب نہیں جاتا میں تہ خانے میں ہی رہوں گا..... میرا کھانا پینا وہیں پہنچاتے رہنا"۔

"اوکے..... آپ فکر نہ کریں..... ہم چلتے ہیں"۔

ایسے میں محمود نے دروازے پر دستک دے ڈالی..... فرزانہ جیکی لین [illegible] تے ہی چھت کا رخ کر چکی تھی..... اندر جیسے سکتہ طاری ہو گیا..... موت کا سناٹا چھا گیا۔

"یہ..... یہ دستک کس نے دی" ایک بولا۔

"وہ بھی اس کمرے کے دروازے پر" کسی دوسرے نے کہا۔

اسی وقت بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔

"شاید ہمارے کان بجے تھے..... دستک بیرونی دروازے پر ہوئی
ہے"۔

"نن نہیں" جیک لین نے کانپ کر کہا۔

"تو پھر دستک ایک بار پھر ہونے دیتے ہیں" ملازم نے دبی آواز میں
کہا۔

اب فاروق بیرونی دروازے کی طرف لپکا..... اسی وقت باہر سے دستک
دی گئی۔

"دیکھا..... دستک باہر دی جا رہی ہے..... نہ کہ اس کمرے کے
دروازے پر..... بھلا اندر کون ہو سکتا ہے..... ہم سب تو یہیں ہیں"۔

"اچھی بات ہے..... تم باہر جا کر دروازہ کھولو..... میں تہ خانے کی
کرتا ہوں"۔

ساتھ ہی محمود نے دروازے پر زور سے ہاتھ مارا..... اندر سے
اچھل پڑنے کی آواز سنائی دی۔

"ہم اس کمرے کے دروازے پر موجود ہیں..... ہم نے مسٹر جیکی لین کو
باتیں کرتے سن لیا ہے..... اب اگر وہ تہ خانے میں چھپ گئے..... تو
کوئی فائدہ نہیں ہوگا..... کیا سمجھے"۔

"نن..... نہیں" جیکی لین خوف زدہ آواز میں بولا۔



"آپ کے لیے بہتر یہی ہے کہ دروازہ کھول دیں"۔

"کھول دو بھی دروازہ..... میں نے کہا تھا نا..... ان لوگوں کی شہرت بلا
وجہ نہیں ہے"۔

ادھر دروازہ کھلا، ادھر انسپکٹر جمشید وغیرہ بھی وہاں پہنچ گئے..... وہ جیکی
لین کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

"یہ ہوئی نا بات مسٹر جیکی لین..... آپ نے دیکھا..... ہم نے آپ کا
سارا کام بگاڑ دیا" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"آپ چاہتے کیا ہیں" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں! یہ سوال آپ نے اچھا کیا..... ہم چاہتے کیا ہیں..... آپ ہمیں
صرف اتنا بتا دیں..... یہ تین ڈوگیوں کا چکر کیا ہے..... کہاں سے آئے ہیں یہ
تینوں"۔

"انکار جے" اس نے جھجکتے انداز میں کہا۔

"انکار جے کے پاس ایسے تین آدمی کہاں سے آ گئے..... جو بالکل ایک
جیسے ہیں..... جن میں بال برابر بھی فرق نہیں اور ان کی انگلیوں کے نشانات
تک ایک ہیں..... جب کہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے"۔

"یہ باتیں مجھے نہیں معلوم..... مجھے تو بس یہ ہدایات تھیں کہ ان تینوں
کی ہر ممکن مدد کرنا ہے..... اگر وہ کسی الجھن میں پھنس جائیں تو فوراً وزیر
داخلہ سے مدد طلب کرنا..... اس قسم کی ہدایات مجھے ملی تھیں اور بس.....
اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا"۔

"لیکن..... اس سلسلے میں اب تک تین افراد قتل کیے جا چکے ہیں"۔

"ارے باپ رے..... بھلا میرا ان سے کیا تعلق"۔

"بہت گہرا..... پہلی لاش تو ملی ہی آپ کے پانی کے ٹینک سے..... اس لاش کا تعلق بھی آپ سے نہیں بنتا" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں..... اس لیے کہ میں اس وقت بیوی بچوں کے ساتھ شادی میں شرکت کے لیے گیا ہوا تھا..... اور میرے ملازم سرونٹ کوارٹرز میں..... انہیں بھی نہیں معلوم..... لاش ٹینک میں کس طرح پہنچی"۔

"آپ دعوت چھوڑ کر ادھر آئے تھے" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"گ گ..... کیا..... کیا کہا آپ نے"۔

"ہاں جناب..... آپ وہاں سے ادھر آئے تھے..... اور اپنا کام کر کے پھر چلے گئے تھے"۔

"نن نہیں..... یہ..... یہ غلط ہے"۔

"تو پھر سچ کیا ہے"۔

"یہی کہ مجھے نہیں معلوم..... لاش یہاں کس طرح پہنچی"۔

"راجے کالیا کو سڑک سے اغوا کر کے پہلے یہاں لایا گیا..... لارڈ نے اس کا میک اپ یہاں اپنے چہرے پر کیا، اس کا دعوت کا کارڈ جیب میں رکھا اور اسے موت کے گھاٹ اتار کر ٹینک میں ڈال دیا..... کسی کو اس کا پتا نہ چلے..... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں"۔



"میں کسی لارڈ کو نہیں جانتا"۔

"آپ بری طرح پھنس گئے ہیں جناب" انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"آپ کے اس کمرے سے لارڈ کی انگلیوں کے نشانات مل چکے ہیں..... اور ان نشانات کے ساتھ ہی آپ کی انگلیوں کے نشانات بھی ملے ہیں..... اور آپ کو معلوم ہی ہے کہ لارڈ صاحب بھی گرفتار ہیں..... ان حالات میں آپ جھوٹ بول کر کیا کریں گے..... کیا فائدہ ہو گا آپ کو..... جب انگلیوں کے نشانات ساری کہانی خود سنا دیں گے" انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نن نہیں..... نہیں" وہ چلائے۔

"اب سچ اگل دیں..... آپ کو فائدہ ہو گا سچ کا"۔

"گ گ..... کیا فائدہ ہو گا"۔

"ہم نرم سزا کی سفارش کریں گے"۔

"اچھی بات ہے..... میں سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہوں"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات..... سب لوگ اطمینان سے بیٹھ جائیں..... ارے ہاں..... وہ تہ خانہ کہاں ہے..... جس میں آپ چھپے تھے"۔

"یہیں..... اسی کمرے کے پیچھے..... آتش دان کے نیچے راستہ ہے"۔

"اوہ اچھا..... ہاں تو شروع ہو جائیں"۔

"رائے کالیا، نواب شاہی اور پروفیسر خالدان..... ان تینوں کی
کا حکم انشارجہ سے آیا تھا"۔

"کیا!!!"۔

"وہ ایک ساتھ چلائے۔

******



# فون

وہ کئی سیکنڈ تک ٹکر ٹکر اسے دیکھتے رہے۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں..... براہ راست انشارجہ کی حکومت نے حکم دیا تھا کہ ان تینوں کو ختم کر دیا جائے" انسپکٹر جمشید سرسراتی آواز میں بولے۔

"ہاں جناب ایسی بات ہے"۔

"لیکن کیوں" وہ چلائے۔

"ہمیں یہ پوچھنے کا حق نہیں دیا گیا کہ کیوں" اس نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"۔

"انشارجہ کی حکومت کسی کیوں کا جواب نہیں دیتی..... صرف حکم دیتی ہے..... یہ کر دو اور وہ کر دیا جاتا ہے..... یہ کر دو کے جواب میں کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ ایسا کیوں کیا جائے..... جونہی حکم ملا..... پروگرام ترتیب دے دیا گیا..... اور اس کے مطابق عمل بھی ہو گیا..... رائے کالیا کو اغوا کیا گیا..... اس کے میک اپ میں لارڈ نواب شاہی کے ہاں چلا گیا..... اور میں رائے

کالیا کے بعد پروفیسر خالد ان کے ہاں پہنچ گیا..... اس طرح ایک رات میں تین آدمی موت کے گھاٹ اتر گئے"۔

"اور تین ڈوگی"۔

"ہاں! تین ڈوگی انشارجہ سے ادھر آئے ہیں..... انہیں بھلے چنگے جرائم کرنے کا حکم دیا گیا تھا..... تاکہ وہ گرفتار ہوں تو ان کی ضمانت ہو جائے ..... اس سے زیادہ مجھے کچھ معلوم نہیں" اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے..... اب تم سچ بول رہے ہو..... اپنے جوتے کا تلا دکھاؤ ذرا" انسپکٹر جمشید بولے۔

اس نے جوتا دکھایا..... یہ وہی تلا تھا جس کے نشانات کھڑکیوں کے نیچے پائے گئے تھے۔

"ذرا چل کر دکھانا" وہ بولے۔

"کیا مطلب..... چل کر دکھاؤں"۔

"ہاں" وہ بولے۔

اس نے انہیں کمرے میں چل کر دکھایا..... وہ دائیں پاؤں پر کم زور ڈالتا تھا۔

"ثابت ہو گیا..... قاتل تم ہی ہو..... تو اب شاہی کے بھی اور خالد ان کے بھی..... اور رائے کالیا کے بھی..... لارڈ والا وار جو بم سے کیا جانا تھا..... وہ تو ان لوگوں کی وجہ سے ناکام ہو گیا تھا..... اس کے بعد تم حرکت میں آئے تھے..... یہی بات ہے نا"۔



"ہاں بالکل"۔

"اور خالد جانبازی؟"۔

"اسے دوست ایسے ہی موقعوں کے لیے بنایا تھا..... میں اس کی دعوت میں موجود ضرور رہا ہوں..... لیکن کچھ وقت کے لیے غائب بھی ہوا تھا..... لیکن اسے پتا نہیں چلنے دیا گیا..... لہٰذا اس نے یہی بیان دیا کہ میں تمام وقت دعوت میں موجود رہا ہوں" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"اس کا مطلب ہے..... اس کا جرم سے کوئی تعلق نہیں"۔

"نہیں" وہ بولا۔

"لیکن مسٹر جیکی لین..... ہمارے لیے تو تم بیکار ثابت ہوئے" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"ہمارا اصل مسئلہ تین ڈوگی ہیں..... ہم ان کا کیا کریں..... ان کا معاملہ کیسے سلجھائیں..... آخر انشارجہ نے یہ تین ڈوگی ہمارے ملک میں کیوں بھیجے ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی شکل صورت بالکل ایک ہو..... انگلیوں کے نشانات تک ایک ہوں..... یہ ایسے سوالات ہیں..... جنہوں نے ہمیں پریشان کر دیا ہے..... آخر انشارجہ چاہتا کیا ہے"۔

"میں بتا چکا ہوں..... مجھے کچھ معلوم نہیں"۔

"اوکے..... فی الحال ہم تمہیں جیل بھیج رہے ہیں..... پھر دیکھیں گے"۔

میں اس لمحے فون کی گھنٹی بجی..... محمود نے ریسیور اٹھایا پھر انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"آپ کا فون ہے"۔

انھوں نے فون لے لیا اور بولے۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں..... فرمایئے"۔

"جم..... شید..... میں راضی خان ہوں"۔

"ارے..... راضی خان..... تم یار کہاں ہو اتنی مدت سے"۔

"بس..... میں پھر بتاؤں گا..... بس تم آجاؤ..... میں ایک دلچسپ مشکل میں پھنس گیا ہوں"۔

"کیا فون پر نہیں بتا سکتے"۔

"اگر زیادہ مصروفیت ہے اور آ نہیں سکتے تو پھر فون پر ہی بتاؤں گا" انھوں نے برا مان کر کہا۔

"ہم مصروف کب نہیں ہوتے میرے دوست..... خیر میں آرہا ہوں"۔

یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"تم لوگ یہیں ٹھہرو..... اکرام کو بلا کر مسٹر جیکی لین کو اس کے حوالے کر دو..... میں جلد لوٹ آؤں گا"۔

"یہ راضی خان کون ہیں"۔



"بچپن کا دوست سکول کے زمانے کا..... لیکن سکول سے بچھڑنے کے بعد اس نے آج ہی فون کیا ہے..... درمیان میں ہماری ملاقات نہیں ہوئی..... شاید اسے میری کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی ہوگی"۔

"لیکن..... یہ راضی خان صاحب..... کرتے کیا رہے تھے"۔

"یہ کہ ایک عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہوں..... دراصل یہ بہت دولت مند ہے..... اتنا کہ ہم شاید سوچ بھی نہیں سکتے..... بے تحاشہ زمینیں باپ دادا کے زمانے کی اسے ملی ہیں"۔

"لیکن آپ کو یہ بات کیسے معلوم..... جب کہ ان کی آپ سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی"۔

"اخبارات میں اس کی دولت کے چرچے ہوتے رہتے ہیں"۔

"او اچھا..... تو پھر آپ ہو آئیں..... اور اگر وہاں ہماری دلچسپی کا کوئی معاملہ ہو تو ہمیں بھی بلا لیجیے گا"۔

"نہیں..... تم صرف اور صرف تین ڈوگیوں کے بارے میں غور کرو..... یہ تین ڈوگی مجھے بہت پریشان کر رہے ہیں..... میں محسوس کر رہا ہوں..... کوئی بھیانک طوفان آنے والا..... اتنا خوفناک کہ ہم اندازہ نہیں لگا سکتے"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

اور وہ چلے گئے..... تینوں پہلے تو ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر فاروق نے کہا۔

"آخر ہم کب تک ایک دوسرے کو گھورتے رہیں گے..... کہ [illegible] یہ مقابلہ ختم کر کے تین ڈوگیوں پر غور کرنا ہی ہوگا..... ورنہ ابا جان [illegible] خوب خبر لیں گے"۔

"سوال یہ ہے کہ ہم ان کے بارے میں کیا سوچیں"۔ محمود نے [illegible]

"سوچنے کے لیے تو خیر ہمارے پاس بہت کچھ ہے..... وہ اس طرح [illegible] اگر یہ ساری شرارت انشارجہ کی ہے..... تو پھر اس معاملے کا تعلق [illegible] شاہی کی لائبریری سے کیوں ہے..... پھر نواب شاہی کے ساتھ رائے کاظم [illegible] پروفیسر خالد ان کو کیوں قتل کیا گیا۔

"ایک منٹ..... ذرا ہم پروفیسر انکل سے رپورٹ لے لیں..... [illegible] کس نتیجے پر پہنچے؟" محمود نے کہا اور ان کے نمبر ملانے لگا..... جلد ان [illegible] آواز سنائی دی۔

"ہاں محمود کیا بات ہے؟"۔

"تین ڈوگیوں کے بارے میں کیا اندازہ لگایا آپ نے"۔

"او یار..... ان کے بارے میں تو میں جتنا سوچتا جاتا ہوں..... [illegible] بڑھتی جاتی ہے"۔

"لیکن انکل..... یہ بڑھتی ہوئی حیرت ہمارے کس کام کی"۔ محمود [illegible] معصومانہ انداز میں کہا۔

پروفیسر داؤد کو ہنسی آ گئی..... محمود نے خان رحمان کی آواز سنی۔

"کیا ہوا..... کیوں ہنس رہے ہیں"۔



پروفیسر داؤد نے انہیں محمود کا جملہ بتایا..... وہ بھی ہنسنے لگے..... پھر پروفیسر بولے..... "میں مزید غور کر رہا ہوں..... تم فکر نہ کرو"۔

"جی بہتر! اگر آپ کہتے ہیں تو نہیں کرتے ہم فکر..... ویسے اس وقت سوائے فکر کرنے کے اور کوئی کام سوجھ ہی نہیں رہا"۔

اور وہ پھر ہنسنے لگے..... ساتھ ہی انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ خود بھی سوچنے لگے..... اچانک فرزانہ نے کہا۔

"اس سارے مسئلے کا حل اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمیں پروفیسر غاخون کو تلاش کرنا ہوگا..... یا پھر لائبریری کے چور کو تلاش کرنا ہوگا"۔

"ہاں! یہ ہے کام کی بات"۔

"کتابوں کا چور..... نزدیک کی بات ہے اور پروفیسر غاخون پندرہ سال [illegible]نی..... لہٰذا پہلے کتابوں کے چور کو کیوں نہ تلاش کیا جائے"۔

"بہت خوب..... ایک منٹ"۔

محمود نے اکرام کو فون کیا..... اس کی آواز سن کر وہ بولا۔

"پہلی بات تو یہ کہ ایک، عدد مجرم کو آ کر لے جائیں..... اور دوسری بات..... جس گاڑی میں کتابیں لادی گئی تھیں..... وہ کہیں ملی یا نہیں"۔

"ابھی ابھی اطلاع ملی ہے..... راجن روڈ پر ایک گاڑی کھڑی ہے..... اور غالباً وہ وہی ہے"۔

"کیا آپ اپنے ماتحتوں کو اس کی طرف بھیج چکے ہیں"۔

"بس بھیج ہی رہا تھا"۔

"لیکن انکل..... گاڑی کو لانے سے پہلے اس پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھانا بہت ضروری ہیں..... اس لیے کہ ہمیں ہر حال میں [illegible] چور کو پکڑنا ہے"۔

"اچھی بات ہے..... لیکن صاف ظاہر ہے..... اس نے نشانات مٹا دیے ہوں گے..... اس کے پاس اس کام کے لیے بہت وقت تھا"۔

"ضرور مٹا دیے ہوں گے..... لیکن ہو سکتا ہے..... کہیں کوئی نشان [illegible] گیا ہو، اگر ایک آدھ نشان مل جائے تو کیا ہی بات ہے"۔

"اچھی بات ہے..... میں انھیں ہدایات دے دیتا ہوں..... اور [illegible] نہ کرو..... اگر کوئی نشان رہ گیا ہوگا تو میرے ماتحت ضرور اس کو [illegible] گے"۔

"شکریہ انکل..... آپ بہت اچھے ہیں"۔

"میں نہیں..... میرے ماتحت..... یہ بہترین کام کرنے والے ہیں"۔

"اچھا تو پھر شروع کریں کام"۔

انھوں نے فون بند کر دیا..... اسی وقت گھنٹی بجی..... محمود نے ریسیور اٹھایا..... تو دوسری طرف سے انسپکٹر جمشید کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی:

"وہی ہو گیا..... جس سے میں ڈر رہا تھا"۔

"تب ہمیں کیا معلوم ابا جان..... کہ آپ کس سے ڈر رہے تھے ویسے تو ہم یہ سمجھتے ہیں..... آپ کسی چیز یا معاملے سے نہیں ڈرتے"۔



"حد ہو گئی..... بال کی کھال نہ اتارو اور یہاں آ جاؤ..... بلکہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو بھی ساتھ لے آؤ"۔

"کہاں آ جائیں؟" محمود نے کہا۔

"ارے بھئی..... وہی..... راضی خان..... گوبند روڈ پر"۔

"ابھی آتے ہیں"۔

محمود نے یہ صورت حال پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو بتائی۔

"ٹھیک ہے..... ہم روانہ ہو رہے ہیں..... تم بھی چل پڑو"۔

وہ آندھی اور طوفان کی طرح کار چلاتے ہوئے گوبند روڈ پر پہنچے..... انھیں راضی خان کی کوٹھی کے بارے میں فوراً ہی معلوم ہو گیا..... کیونکہ اس سڑک پر سب سے بڑی عمارت اسی کی تھی..... جب وہ اس عمارت میں داخل ہوئے تو انھیں یوں لگا جیسے کسی محل میں داخل ہو رہے ہوں..... ان [illegible] پروفیسر اور خان رحمان پہنچے تھے..... باہر باوردی ملازم موجود تھے، انھوں نے دونوں کاروں کو اندر ہی لے جانے کا اشارہ کیا تھا..... شاید انھیں راضی خان کی طرف سے ہدایات مل چکی تھیں..... انھیں ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا..... وہاں انسپکٹر جمشید دو آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے..... وہ اس طرح خاموش تھے..... جیسے سکتہ آ گیا ہو..... ایسے میں فون کی گھنٹی

******

# فائل

دونوں میں سے ایک نے جو بڑا نظر آتا تھا، ریسیور اٹھایا۔

"جی..... جی ہاں..... یہیں ہیں" یہ کہہ کر اس نے ریسیور محمود کی طرف بڑھا دیا..... محمود نے فون لے لیا..... دوسری طرف اکرام تھا..... پرجوش انداز میں کہہ رہا تھا۔

"گاڑی میں سے ایک نشان مل گیا ہے..... ویسے اس نے ..... بہت کوشش کی گئی تھی"۔

"تب پھر..... کیا آپ کو پتا چل گیا ہے..... وہ نشان کس کا ہے"۔

"ہاں! ریکارڈ میں اس آدمی کا نام اور تصویر وغیرہ موجود ہے..... نے پہلے گھر فون کیا تھا..... وہاں سے پتا چلا..... آپ ادھر آئے ہیں..... میں کیا کروں"۔

"ایک منٹ" اس نے کہا اور اپنے والد کی طرف مڑا..... صورت حال بتائی..... تو وہ بولے۔



"اس کی صرف نگرانی شروع کرا دو..... ابھی گرفتار نہ کرو..... لیکن نظروں سے اوجھل ہونے نہ پائے" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"جی بہت بہتر" اکرام نے کہا اور فون بند کر دیا۔

"کیا خیال ہے..... کیا ہم اس شخص کی طرف نہ روانہ ہو جائیں"۔

"اسے تو اکرام بھی سنبھال لے گا..... تم نہیں جانتے..... میں نے ...ال کیوں بلایا ہے"۔

"آپ ہی بتائیں" محمود بولا۔

"یہ میرے دوست راضی خان ہیں..... میں بتا چکا ہوں..... یہ بچپن ...ت ہیں"۔

"جی ہاں! یہ آپ بتا چکے ہیں"۔

"بہت خوب..... یہ ان کے بھائی جاری خان ہیں"۔

"...پہلے..... یہ بات بھی معلوم ہو گئی"۔

"... جاری خان ان سے چھوٹے ہیں..... پندرہ دن پہلے ان کا انتقال ... یہ مر گئے تھے"۔ انہوں نے پرسکون انداز میں کہا۔

"جی..... کیا فرمایا آپ نے..... یہ مر گئے تھے..... کیا آپ جانتے ہیں آپ نے کیا کہا ہے"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"پندرہ دن پہلے مر گئے تھے"۔

"تب یہ زندہ کیسے ہو گئے..... کیا مر کر بھی کوئی زندہ ہو سکتا ہے"۔

"جب یہ چند روز بعد واپس لوٹے تو ایک نامعلوم آدمی نے پہلے فون کیا تھا..... فون پر اس نے کہا تھا..... انہوں نے ان کے بھائی کو زندہ کر دیا ہے..... ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، مزید وضاحت طلب کی تو بھی اس نے صرف یہی بتایا..... کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں، ان کا بھائی زندہ ہو جائے..... جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے..... اس پر اس نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے..... میں ان کے بھائی کو بھیج رہا ہوں، اور یہ یہاں پہنچ گئے"۔ انہوں نے ... طرف اشارہ کیا۔

"یہ ہو ہی نہیں سکتا..... اس میں ضرور کوئی چکر ہے"۔ ... بولے۔

"یہی تو مشکل ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مشکل ہے..... جمشید تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"۔

"یہ کہ اس میں کوئی چکر نہیں ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"ہم سمجھے نہیں..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" محمود نے بوکھلا...

"کم از کم یہ میک اپ میں نہیں ہیں..... نہ ان کا کوئی جڑواں ...

..... لہٰذا ہم یہی کہہ سکتے ہیں..... یہ وہی ہیں"۔

"غلط ..... بالکل غلط ..... جمشید ..... مر کر آج تک کوئی ... ہوا"۔ خان رحمان چلائے۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں"۔ وہ بولے۔

"تم بھی یہی کہتے ہو اور یہ بھی کہ یہ وہی ہیں..... یہ تو مر چکے ہیں..... وہ کیسے ہو سکتے ہیں"۔ پروفیسر داؤد کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"آپ تینوں دونوں کو کیوں بھول رہے ہیں"۔

"کیا..... کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ چلائے۔

مارے حیرت اور خوف کے ان کے منہ کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں..... کتنے ہی سیکنڈ گزر گئے..... کوئی کچھ نہ بولا..... آخر انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"شاید ہم اپنی زندگی کے انوکھے ترین کیس سے دوچار ہیں اس مرتبہ..... فی الحال آپ یہ سن لیں..... اس کا مطلب کیا ہے..... یعنی جس نے فون کیا تھا اور ان کے بھائی کو بھیجا تھا..... ان کا کہنا ہے..... اگر وہ اپنے بھائی کو چاہتے ہیں..... تو انہیں ان کے بدلے میں اپنی ساری دولت اور جائیداد دینا ہوگی..... بس گزارے کے لائق تھوڑی سی دولت یہ اپنے پاس رکھ سکتے ہیں..... ورنہ وہ ان کے بھائی کو واپس بلا لے گا"۔

"واپس بلا لے گا..... کیا مطلب"۔ فرزانہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"ہاں! اس کا کہنا یہی ہے کہ جس طرح وہ انہیں بھیج سکتا ہے..... واپس بھی بلا سکتا ہے"۔

"آپ نے ان سے بات کی..... یعنی جاری خان سے..... یہ خود کیا کہتے ہیں"۔

"وہ تمہیں اپنا مرنا بالکل یاد نہیں..... ان کا بیان ہے..... یہ مرنے والے بالکل نہیں..... زندہ سلامت ہیں"۔

"تب پھر..... جسے انکل راضی خان نے دفنایا..... وہ کوئی اور ہو گا" فاروقی نے منہ بنایا۔

"کیا بات کرتے ہیں..... میرا بھائی کسی حادثے میں ہلاک نہیں ہوا کہ یہ سمجھا جائے..... کہ حادثے میں ان کا چہرہ بگڑ گیا تھا..... اس لیے ٹھیک نہیں پہچانا جا سکا..... مرنے والا کون تھا..... میرا بھائی تھا بھی یا نہیں..... جی نہیں انکل..... ایسی کوئی بات نہیں..... پندرہ دن پہلے میرا بھائی میری آنکھوں کے سامنے فوت ہوا ہے..... اس سے چار پانچ روز پہلے اسے شدید بخار ہوا تھا..... بخار کا زور سر کی طرف تھا..... ڈاکٹر صاحبان نے فیصلہ دیا تھا کہ انہیں گردن توڑ بخار ہے..... انہوں نے اسے بچانے کی سر توڑ کوشش کی..... شہر کے بہترین ڈاکٹر دن رات اس کے پاس موجود رہے..... لیکن سب کے سب مل کر بھی میرے بھائی کو نہیں بچا سکے..... لہٰذا یہ کسی طرح نہیں کہا جا سکتا کہ میرے بھائی کی جگہ کوئی اور مرا تھا..... سب گھر والے..... آس پاس والے، عزیز رشتے دار سب کے سب اس بات کے گواہ ہیں"۔

"ان لوگوں کے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔



"ہاں! فرض کیا..... بخار ہونے سے بھی کئی روز پہلے آپ کے بھائی کی جگہ کوئی اور لے چکا تھا..... اور در اصل وہی مرا تھا..... تو؟"۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ راضی خان نے حیران ہو کر کہا۔

"اس پر تو ہم غور کریں گے..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"اگر بخار ہونے سے کئی روز پہلے میرے بھائی کی جگہ کوئی اور لے چکا تھا..... یعنی اس کے میک اپ میں..... تب یہ ضرور میرا بھائی ہے"۔ راضی خان نے پر جوش انداز میں کہا۔

"بھائی تو خیر میں ہوں..... لیکن مانیں تب نا" جاری خان نے منہ بنایا۔

"اچھا آپ کیا کہتے ہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں کیا کہوں..... میرا تو دل اس دنیا سے اچاٹ ہو گیا ہے..... میرا دل مجھے اپنا بھائی نہیں مان رہا..... اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ دولت ہے"۔

"تم بالکل غلط سوچ رہے ہو..... اگر تم جاری خان ہو..... تو میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی خبر کیا ہو گی..... لیکن یہ معاملہ صاف بھی تو ہونے کسی طرح..... بغیر کسی تصدیق کے میں اس نامعلوم آدمی کو اپنی ساری دولت کس طرح دے دوں"۔

"تو نہ دیں..... وہ مجھے واپس بلا لے گا..... پھر آپ ہی اس ساری دولت کے وارث رہ جائیں گے"۔

"اف جاری..... یہ تم کیا کہ گئے..... مجھے تم سے ایسے الفاظ کی تو امید نہیں تھی"۔

اور جو میں دیکھ رہا ہوں..... مجھے اس کی امید نہیں تھی"۔

"اف جمشید..... میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی..... میں یہ علاقہ تمہارے حوالے کرتا ہوں..... اگر یہ واقعی میرا بھائی ہے..... تو میں اس کی خاطر..... ہر چیز..... اپنی تمام دولت اس نامعلوم آدمی کو دینے کے لیے تیار ہوں..... لیکن جمشید اگر وہ کوئی فراڈ ہوا تو؟"۔

"مجھے غور کرنے دیں" انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

"اچھی بات ہے"۔

اور پھر وہ سب سوچ میں ڈوب گئے..... وہ بہت بری طرح الجھے ہوئے تھے

آخر انسپکٹر جمشید نے سر اوپر اٹھایا اور بولے۔

"میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے..... ہم قبر سے آپ کے بھائی کی نعش نکلوا کر چیک کر لیں"۔

"اوہ..... اوہ" راضی خان بولے۔

"آپ کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں" انہوں نے پوچھا۔

"اگر قانون کو ایسا کرنے پر کوئی اعتراض نہیں تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں"۔

"نہیں..... قانون ایسی اجازت دیتا ہے"۔



"تب تو پھر ٹھیک ہے"۔

"آئیے پھر..... ہم سب ابھی وہاں چلتے ہیں..... اور مسٹر جاری خان..... آپ کو بھی ہمارے ساتھ چلنا ہوگا"۔

"جی ہاں کیوں نہیں" اس نے فوراً کہا۔

انہوں نے دیکھا اس کے چہرے پر ذرا بھی گھبراہٹ کے آثار نہیں تھے..... انسپکٹر جمشید نے اکرام کو فون کیا۔

"اکرام ہم قبرستان پہنچ رہے ہیں..... تم بھی عملے کے ساتھ پہنچ جاؤ..... اور جن کی انگلیوں کے نشانات گاڑی سے ملے ہیں..... اس کا ریکارڈ بھی لے آنا"۔

"او کے سر" اس نے کہا۔

جب وہ قبرستان پہنچے..... اکرام اور عملہ وہاں موجود تھا..... راضی خان انہیں اپنے بھائی کی قبر تک لے آیا۔

"یہی قبر ہے"۔

"او کے..... اکرام اس قبر کی کھدائی کراؤ..... نعش نکالی جائے گی"۔

"ارے باپ رے" ایک ماتحت نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں..... کیا بات ہے" فاروق مسکرایا۔

"قبر سے کسی مردے کو نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہے جناب..... ہمیں اس کام سے باز رکھیے"۔

"اوہو بھئی تم شروع کرو"۔

قبر کی کھدائی شروع ہوئی..... انسپکٹر جمشید نے ویسے ہی اکرام سے
"ہاں..... وہ فائل دکھاؤ بھی..... کیا نام ہے..... کتابوں کے چور کا؟"
اکرام نے فائل کھول کر ان کے سامنے کر دی..... انہوں نے
..... فائل میں ایک نوجوان آدمی کی تصویر لگی تھی..... اس کا نام تیمور
تھا..... چوری کی کئی وارداتوں میں سزا یافتہ تھا۔

"تو لائبریری اس نے چرائی ہے"۔

"جی ہاں! پتا بھی فائل میں درج ہے..... اور یہ وہاں موجود بھی
..... دراصل اس نے سوچا تھا..... نشانات مٹانے کے بعد اس کا سراغ
لگ سکتا ہے..... اس لیے بے فکر تھا..... اب ہم یہاں سے فارغ ہو کر اس
دو دو باتیں کریں گے"۔

"بالکل ٹھیک اکرام..... ویسے میرا خیال ہے..... یہ ہمارے
ثابت نہیں ہو گا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی وہ کیسے؟" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ میرا اندازہ ہے..... جو غلط بھی ہو سکتا ہے..... تمہارے
چوکس ہیں نا..... کہیں وہ انہیں دھوکا دے کر نکل نہ جائے"۔

"جی نہیں..... اگر وہ دھوکا دے کر ادھر ادھر نکل جانے کی
کرے گا..... تب بھی کہیں نہیں جا سکے گا کیونکہ آلات لگا دیے گئے ہیں"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات"۔



ادھر کھدائی جاری تھی..... اچانک کھدائی کرنے والے رک گئے.....
ان میں سے ایک ان کی طرف آیا۔

"مٹی ہٹا دی گئی ہے..... میت کی سلیبیں اب آپ لوگ خود
..... ہم یہ کام نہیں کریں گے جناب..... چاہے آپ ہمیں معطل
کر دیں"۔

"عجیب بزدل ہیں آپ لوگ....." انہوں نے جھلا کر کہا۔

اور پھر وہ خود اکرام کے ساتھ آگے بڑھے..... ان سب نے خوف
نظروں سے ان کی طرف دیکھا..... جیسے کہ رہے ہوں۔

"یہ آپ کیا بے وقوفی کرنے جا رہے ہیں..... مردہ کہیں چمٹ نہ
جائے"۔

انسپکٹر جمشید خود ہی اتر گئے اور سلیبیں اٹھا اٹھا کر اکرام کو دینے لگے
اس طرح قبر کا گڑھا انہیں نظر آنے لگا..... مردہ اس میں موجود تھا.....
اس کی بو بھی آنے لگی..... لیکن وہ نہ گھبرائے اور پھر جھک کر مردے کو
..... پھر خیال آیا اور اکرام سے بولے۔

"اکرام..... مردے کی بے حرمتی نہیں ہونی چاہیے..... تم بھی آ جاؤ
محمود..... فاروق تم بھی آؤ..... ہم چاروں مل کر اسے باہر نکالیں گے"۔

"جی بہتر!" وہ ایک ساتھ بولے اور قبر میں اتر گئے۔

"نہ کریں..... ایسا نہ کریں" ایک ماتحت چلایا۔

"بھئی پریشان نہ کرو..... ہمیں تحقیق کے سلسلے میں ایسا کرنا
ہے"۔ اکرام جھلا اٹھا۔

آخر مردہ باہر نکال لیا گیا..... انھوں نے دیکھا..... وہ سو فیصد جاری
خان ہی کا مردہ تھا..... خود زندہ جاری خان اس کو دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔

"یہ..... یہ..... یہ تو بالکل میں ہوں"۔

"یہی بات تو اس وقت ہم کہہ رہے تھے..... آپ بھی ہمیں
تھے"۔

"مگر..... لیکن..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... میں نے تو ابھی اپنی
شکل نہیں دیکھا"۔ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"تو آپ دیکھ لیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"ارے باپ رے..... یہ..... یہ تو مردہ ہے..... اسے کس طرح
کون"۔ جاری خان نے بوکھلا کر کہا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں جمشید..... اگر میرا بھائی مردہ یہاں ہو
تو یہ زندہ کون ہے"۔

"میں جاری خان ہوں" جاری خان نے برا سا منہ بنایا۔

"اور یہ..... یہ کون ہے"۔

"میں نہیں جانتا..... میں کچھ نہیں جانتا" وہ چلا اٹھا..... پاگلوں کی
طرح۔



وہ بری طرح چکرا گئے تھے..... پروفیسر داؤد نے آگے بڑھ کر مردے
کے چہرے کا جائزہ لیا اور پھر بول اٹھے۔

"یہ میک اپ میں نہیں تھا"۔

"تو میں کب میک اپ میں ہوں" زندہ جاری خان بولا۔

"اس معاملے کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا..... مردے کو پھر قبر میں رکھ
دیتے ہیں..... آپ دونوں گھر پہنچیں، ہم ایک ضروری کام سے فارغ ہو کر
آپ کے پاس آئیں گے اور بتائیں گے یہ کیا چکر ہے..... فی الحال اس
نامعلوم آدمی کا فون آئے تو آپ کہہ دیں..... ابھی اس معاملے پر غور ہو رہا
ہے..... غور کرنے کی مہلت دی جائے"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھی بات ہے" راضی خان بولے۔

اس طرح وہ وہاں سے روانہ ہوئے..... وہ سیدھے کتابیں چوری
کرنے والے کے دروازے پر پہنچ گئے..... محمود نے آگے بڑھ کر دستک
دی۔

*******

# سائنسی معاملہ

دروازہ کھولنے والا خود تیور عباس تھا، وہ بہت زور سے اچھلا، اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا، پھر اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے چہکتی آواز میں کہا۔

"آہا..... انسپکٹر صاحبان! مجھ سے کیا کام آپڑا آپ کو۔"

"ایکٹنگ کی ضرورت نہیں..... تم زیر حراست ہو۔"

"میرا جرم؟"

"تم نے پوری ایک لائبریری چرائی ہے۔"

"وضاحت تیرے کی..... آپ نے یہ بھی جان لیا..... حالانکہ میں نے پوری کوشش کی تھی کہ کوئی نشان باقی نہ رہ جائے۔"

"ہاں! لیکن تمہاری کوشش ناکام رہی..... ایک نشان باقی رہ گیا تھا۔ اسی لیے تو ہم یہاں ہیں..... ورنہ ہمیں کس طرح معلوم ہوتا کہ یہ کام جناب کا ہے۔"

"پھر کچھ لے دے کر معاملہ برابر کر لیتے ہیں۔" وہ مسکرایا۔



"ایں..... تو کیا اب انسپکٹر جمشید اور ان کے ماتحت بھی رشوت لیں گے۔"

"کیا حرج ہے۔" وہ ہنسا۔

"جی نہیں..... سیدھی طرح بتاؤ..... کتابیں کہاں ہیں۔"

"وہ تو گئیں بیچاروں کے پیٹ میں۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"صاف ظاہر ہے..... وہ کتابیں میرے کس کام کی تھیں..... میں نے تو کسی کے کہنے پر چرائی تھیں..... اس نے ان کے بدلے میں مجھے ایک بڑی رقم دی تھی..... جونہی میں نے اسے کتب پہنچائیں..... اس نے وہ بڑی رقم میرے حوالے کر دی..... آپ کو بھی اس میں سے نصف دے سکتا ہوں۔"

"پھر وہی..... پاگلوں جیسی باتیں نہ کرو..... اس آدمی تک ہمیں لے چلو جس نے کتب حاصل کی ہیں۔"

"لے چلتا ہوں..... میرا جرم معاف کرنا ہوگا۔"

"تب پھر تمہیں یہ عہد کرنا ہوگا کہ آئندہ کوئی جرم نہیں کروں گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن سر..... یہ اقرار تو یہ پہلے بھی کئی بار کر چکا ہے۔"

"تو کیا ہوا انسپکٹر صاحب..... ایک بار اور سہی۔" وہ ہنسا۔

"یہ تو کچھ زیادہ ہی جرائم کا عادی لگتا ہے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ہاں خان صاحب..... پورا گھاگ ہے۔" اکرام ہنسا۔

"چلو ہم تمہارا یہ جرم معاف کر دیں گے..... تم بس ہمیں اس آدمی تک لے چلو"۔

"چلیے..... آپ بھی کیا یاد کریں گے"۔

"آ جاؤ پھر گاڑی پر"۔

وہ اس کے ساتھ ایک گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد شہر سے باہر ویرانے میں ایک حویلی تک پہنچے۔

"اس حویلی کے مالک نے وہ کتابیں مجھ سے وصول کی تھیں"۔

"جھوٹ بول رہے ہو" اکرام نے برا سا منہ بنایا۔

"آپ نے یہ بات کیسے کر دی جناب"۔

"ایسے کہ..... وہ کتب جنگلوں میں رہنے والوں کے لیے نہیں ہیں"۔

"آپ ان سے مل تو لیں"۔

"اچھی بات ہے" محمود نے کہا اور دستک دی۔

ایک منٹ بعد دوسری اور پھر تیسری دستک دی گئی..... لیکن دروازہ نہ کھلا۔

"دیکھو بھئی..... اندر داخل ہونے کا کوئی دروازہ..... کھڑکی وغیرہ" انہوں نے جھلا کر کہا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے دوڑ لگا دی..... پھر محمود کی آواز سنائی دی۔



"اس طرف آ جائیں..... ایک کھڑکی کھلی ہے..... ہم اندر جا سکتے ہیں"۔

وہ اندر داخل ہوئے اور پھر دھک سے رہ گئے..... اندر ایک اور لاش پڑی تھی۔

"ارے باپ رے" تیمور عباس چلا اٹھا اور تھر تھر کانپنے لگا..... لاش ایک جوان آدمی کی تھی..... اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔

"کیا تم نے کتابیں اس شخص کے حوالے کی تھیں"۔

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ذرا تفصیل سے بتاؤ..... یہ معاملہ کیسے طے ہوا تھا"۔

"فون پر بات ہوئی تھی..... مجھے بتایا گیا تھا کہ 90 رانا ٹاؤن کے باہر ایک گاڑی میں کتابیں لوڈ کی جا رہی ہیں..... اگر میں وہ کتابیں گاڑی سمیت لے آؤں تو ایک لاکھ روپے کما سکتا ہوں..... میں ایسے کام کرنے کا ماہر ہوں..... میں نے اپنے چار شاگرد ساتھ لیے اور راستے میں گاڑی روک لی..... گاڑی کے آدمیوں کو بے ہوش کیا اور گاڑی اپنے گھر لے آیا..... اس کا فون آیا..... اب اس نے اس جگہ کا پتا بتایا..... میں گاڑی کو لے کر یہاں آ گیا اور دستک دی..... تو یہ آدمی باہر نکلا..... اس نے اور میں نے مل کر کتابیں گاڑی سے اتاریں اور اس نے مجھے ایک لاکھ روپے ادا کر دیے..... ہزار والے نوٹ تھے..... جو ابھی میرے گھر میں موجود ہیں..... ابھی تو میں نے اپنے ساتھیوں کو ان میں سے حصہ بھی نہیں دیا..... افسوس"۔

"جب تم کتابیں اندر لا رہے تھے..... اس شخص کے علاوہ یہاں کوئی اور نظر آیا تھا"۔

"کتابیں حویلی کے باہر ہی رکھ دی گئی تھیں..... مجھے اندر نہیں بلایا تھا..... رقم بھی اس نے باہر ہی ادا کی تھی۔

"اچھی بات ہے..... ہم ذرا اس حویلی کا جائزہ لے لیں"۔

انہوں نے حویلی کو دیکھا بھالا..... ہر چیز پر گرد ہی گرد تھی..... صرف وہ کمرہ قدرے صاف تھا جس میں لاش پڑی تھی..... شاید لاش کے [illegible] اس کمرے کی صفائی کی گئی تھی۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے..... جیسے یہ حویلی مدت سے بند پڑی ہے..... اسے تو صرف تھوڑی دیر کے لیے استعمال کیا گیا ہے..... تیمور عباس کو یہاں تک بلایا گیا..... اور اس کے ذریعے کتب تیمور عباس سے لی گئیں..... پھر اسے ختم کر دیا گیا..... یہ کون تھا..... یہاں شاید کوئی نہ بتا سکے..... محمود تم کسی دیہاتی کو تو بلا لاؤ"۔

جلد ہی ایک دیہاتی وہاں آ گیا..... اس نے بتایا کہ حویلی خالی ہے۔ اس کا مالک مر چکا ہے..... باقی لوگ حویلی چھوڑ کر شہر چلے گئے تھے..... کیونکہ ان کا خیال تھا..... حویلی میں اس کے مالک کی روح بھٹکتی رہتی ہے..... اسی وجہ سے کسی اور نے بھی حویلی پر قبضہ نہیں کیا..... سب اس سے خوف کھاتے ہیں۔



انہوں نے یہ کہانی سن کر برے برے منہ بنائے..... لاش کو بھی وہ دیہاتی نہ پہچان سکا..... اس نے بتایا کہ اس شخص کو ان اطراف میں بھی نہیں دیکھا گیا۔

"ختم کرو بھئی..... وہ اس جگہ صرف کتابیں حاصل کرنے کے لیے آئے تھے..... کتابیں ملتے ہی وہ چلے گئے..... اس شخص کو صرف اس لیے قتل کیا گیا..... کہ یہ ہمیں ان کے حلیے نہ بتا سکے..... انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنا کر کہا اور پھر وہ شہر کی طرف چل پڑے..... تیمور کو اس وعدے پر کہ آئندہ وہ یہ کام نہیں کرے گا..... چھوڑ دیا گیا..... ایک لاکھ روپے اس سے لے لیے گئے..... وہ ایک لاکھ روپے کسی فلاحی ادارے کو دینے کا فیصلہ کیا گیا..... اس کے بعد وہ گھر آ گئے..... بیگم جمشید کا چہرہ انہیں دیکھ کر کھل اٹھا۔

"یوں لگتا ہے..... جیسے آپ لوگ کئی ہفتوں بعد آئے ہیں..... حالانکہ صرف ایک رات گھر سے غائب رہے ہیں..... لہٰذا کیوں نہ کھانا کھا لیا جائے"۔

"ابھی ابھی ایک عدد لاش دیکھ کر آ رہے ہیں بیگم اور تین لاشوں سے ملاقات پہلے ہو چکی ہے..... اس لیے بالکل بھوک محسوس نہیں ہو رہی" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا بات کرتے ہو جمشید..... تمہیں نہیں محسوس ہو رہی ہوگی بھوک ــــ دوسروں کا تو خیال کرو" پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ معاف کرنا پروفیسر صاحب...... میں تو بھول ہی گیا...... آپ

ساتھ ہیں"۔

"حد ہو گئی...... یہ بھی کوئی بھولنے کی بات ہے" وہ برا مان گئے۔

"معاف کر دیجئے...... واقعی یہ بات بھولنے کی نہیں ہے" انہوں

فوراً کہا۔

"او کے...... معاف کیا...... اور بھائی صاحب...... آپ کہاں گئے ہیں"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات" انہوں نے ان کے جاتے قدموں

آواز سنی......

"ہم تمام سراغ کھو چکے ہیں پروفیسر صاحب...... اب کیا کریں"۔

"کیا مطلب جمشید یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو...... محمود، فاروق اور

فرزانہ سے پوچھو"۔

"جی نہیں...... آپ سے اور صرف آپ سے پوچھیں گے" انہوں

نے آنکھیں نکالیں۔

"کیا مطلب...... مجھ سے اور صرف مجھ سے کیوں...... میں سائنس دان

ہوں...... کوئی جاسوس نہیں" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"اس کی وجہ ہے...... یہ خالص سائنسی معاملہ نظر آتا ہے"۔

"سائنسی معاملہ؟"۔

"ہاں! سائنسی معاملہ" وہ بولے۔

"کیسے" وہ ایک ساتھ بولے۔



"غور کرو بھی...... پروفیسر خالدان اور عاقون سائنس دان ہیں......
پروفیسر عاقون نواب شاہی کی پرانی لائبریری اٹھا کر لے گئے...... انہوں نے
ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا...... اور پھر غائب ہو گئے...... اور یہ بات ہے
پندرہ سال پہلے کی...... پندرہ سال بعد نواب شاہی کو قتل کرنے کی
کوشش کی گئی...... ان کے دوست رائے کالیا کو قتل کیا گیا...... پھر پروفیسر
خالدان کو قتل کیا گیا اور نواب شاہی کو بھی ہلاک کر دیا گیا...... پھر وہ کتابیں
اڑا لانے لگے تو ان کتب کو اڑا لیا گیا اور اڑانے والے کو ہلاک کر دیا گیا
کتابیں ایک بار پھر غائب ہیں...... اصل میں مسئلہ ان کتابوں کا تھا......
پندرہ سال بعد کسی کو خیال آیا...... وہ کتابیں غائب کر دی جائیں...... آخر
اس سوال کا جواب تم تینوں میں سے کون دے گا"۔

"میں دوں گی" فرزانہ فوراً بولی۔

"جی نہیں...... میں دوں گا" محمود نے کہا۔

"بلکہ میں سوال کا جواب دوں گا" فاروق مسکرایا۔

"تم اپنا اپنا جواب لکھ دو"۔

انہوں نے جواب لکھ دیا...... انسپکٹر جمشید نے تینوں کے جوابات
دیکھے اور ہنس دیئے...... پھر بولے۔

"جوابات درست ہیں...... اب ہمیں مجرم تک پہنچنا ہے...... جس جگہ
مجرم ہے...... وہیں کتابیں موجود ہیں...... اور مجرم تک پہنچنا اب ہمارے لیے
کوئی مشکل نہیں ہے...... بھلا کیوں"۔

"اس لیے کہ انکل راضی خان کو مجرم کی طرف سے الٹی میٹم ملا ہے
...... کہ وہ اپنا بھائی زندہ حالت میں وصول کر لے...... اور جائیداد اس کے
حوالے کر دے...... یہ کام چوری چھپے تو ہو نہیں سکتا...... اس طرح مجرم خود
بخود سامنے آجائے گا"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ بولے۔

انسپکٹر جمشید نے اب راضی خان کے نمبر ملائے۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"او جمشید" یہ تم ہو...... اس کا فون پھر آیا تھا"۔

"پھر تم نے کیا کہا"۔

"یہ کہ...... وہ ہمیں مہلت دے"۔

"پھر اس نے کیا جواب دیا"۔

"یہ کہ وہ مہلت نہیں دے سکتا...... فوری فیصلہ کیا جائے......
اس کا فون آدھ گھنٹے بعد آئے گا"۔

"او اچھا...... ہم آرہے ہیں...... آدھ گھنٹے سے پہلے پہنچ جائیں
گے"۔

اور پھر وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے...... ادھر سے بیگم جمشید کی
آواز سنائی دی۔

"یہ کیا...... میں کھانا لگا چکی ہوں"۔

"نہیں بیگم...... ہمیں افسوس ہے"۔



"حد ہو گئی...... ویسے مجھے پہلے ہی اندازہ تھا...... کہ آپ نہیں کھا پائیں
گے"۔

"تب پھر تم نے کھانا کیوں لگایا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس لیے کہ شاید میرا اندازہ اس بار غلط ہو جائے...... لیکن کم بخت
...... غلط ہوا ہی نہیں" انھوں نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

اور وہ ہنستے ہوئے باہر کی طرف چل دیے...... جلد ہی وہ راضی خان
کے ہاں پہنچ گئے...... اس کا بھائی بھی وہیں موجود تھا...... راضی خان نے گرم
جوشی سے ان کا استقبال کیا اور بولے۔

"کیا رہا اس سلسلے میں"۔

"ابھی تک ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچے...... قبر میں آپ کے بھائی کا مردہ
جسم ہے...... لہٰذا یہ صاحب آپ کے بھائی تو ہو نہیں سکتے...... اب رہا یہ
...... کہ ان کی شکل صورت بالکل آپ کے بھائی جیسی کیوں ہے...... اور ان
کی انگلیوں کے نشانات تک آپ کے بھائی کی انگلیوں سے کیوں بالکل ملتے ہیں
...... ہم اس سوال کے جواب کی تلاش میں ہیں...... اور اب اس نامعلوم
آدمی سے معاملہ طے کرنا چاہتے ہیں"۔

"بس اس کا فون آنے ہی والا ہے...... لیکن اب جب کہ میں نے
اپنے بھائی کا مردہ جسم دیکھ لیا ہے' میں کیوں یہ سودا کروں گا"۔

"اس لیے کہ میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں...... وہ کوئی اور تھا جو
[illegible]"۔

"نہیں نہیں ...... یہ نہیں ہو سکتا" راضی خان نے چلا کر کہا۔

"سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں ہو سکتا ...... آپ مجھ سے وہ باتیں پوچھ لیں ...... جو آپ کے اور میرے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ...... چاہے دس بیس سال پرانی باتیں پوچھیں"۔

"ہاں! ایسا کریں ذرا ...... کیا حرج ہے" انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"اچھی بات ہے" راضی خان نے کہا اور پرانی باتیں اس سے پوچھنے لگے ...... وہ ہر سوال کا فرفر جواب دیتا چلا گیا ...... یہاں تک کہ راضی خان سوالات کرتے کرتے تھک گیا۔

"اب میں اور کتنے سوالات کروں ...... اس کے پاس تو ہر سوال کا جواب تیار ہے"۔

"بس تو پھر ...... انہیں اپنا بھائی مان لیں"۔

"تب پھر وہ کون تھا ...... جو مرا"۔

"اس پر ابھی کام ہو گا ...... ہم جلد معلوم کر لیں گے"۔

"تب پھر جب آپ معلوم کر لیں گے ...... میں اسے اپنا بھائی مان لوں گا"۔

"لیکن سودا کرنے والا اس وقت سودا کرنا چاہتا ہے" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"تو کیا ...... آپ چاہتے ہیں ...... میں یہ سودا کر لوں ...... اس شخص کو اپنا بھائی مان لوں"۔



"ہاں! میں یہی چاہتا ہوں ...... راضی خان ...... تم میری ذمے داری پر یہ سودا کر لو"۔

"یہ سوچ لیں جمشید ...... ساری دولت دے کر اگر میں نے ایک غلطی بھی کر لی اور اصل کیا تو میں بے موت مارا جاؤں گا"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی گنگنانے لگی۔

☆☆☆☆☆

# وہ کیا؟

"یہ لیں..... آ گیا اس کا فون" فاروق بول اٹھا۔

"اب..... اب میں اس سے کیا بات کروں"۔

"آپ کو بات کرنے کی ضرورت نہیں..... بات میں خود کروں گا.... انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

لیکن وہ کہہ چکا ہے..... بات صرف اور صرف مجھ سے کرے گا۔

"کوئی بات نہیں..... بس دیکھتے جائیں"۔

اور پھر انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا لیا..... وہ راضی خان کی آواز میں بولے۔

"راضی خان بات کر رہا ہوں..... آپ کون ہیں؟"۔

"میں وہی ہوں انسپکٹر جمشید..... جس کے فون کا آپ کو انتظار تھا"۔

"ارے! آپ نے کیسے جان لیا..... کہ میں کون بات کر رہا ہوں"۔

"معمولی بات ہے..... آپ فون راضی خان کو دیں"۔



"اچھی بات ہے" یہ کہہ کر انہوں نے سپیکر کا بٹن دبا دیا..... اب وہ سب بات سن سکتے تھے..... انہوں نے راضی خان کو اشارہ کیا کہ وہ بات کریں۔

"راضی خان بات کر رہا ہوں"۔

"ہاں! اب ٹھیک ہے..... تم نے اس معاملے کو حل کرنے کے لیے انسپکٹر جمشید کو بلا لیا..... کوئی اعتراض نہیں..... لیکن یہ مسئلے کو حل نہیں کریں گے اور الجھا دیں گے..... صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ ہماری خان تمہارا سگا بھائی ہے"۔

"آخر کیسے..... جو مرا، وہ کون تھا"۔

"وہ بھی اصلی تھا..... لیکن یہ بھی اصلی ہے..... میری بات پر یقین کرو"۔

"یہی تو مشکل ہے..... یقین نہیں ہو رہا"۔

"تو پھر ٹھیک ہے..... میں اسے واپس بلا لیتا ہوں"۔

"ایسا کرنے کے لیے بھی دل نہیں مانتا..... چند دن کی مہلت دینے کے بارے میں کیا خیال ہے"۔

"نہیں..... فیصلہ ابھی ہو گا"۔

"آخر مہلت دینے میں کیا حرج ہے"۔

"بہت بڑا حرج ہے..... تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"اچھا..... ایک منٹ....." یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید کی طرف مڑے۔

اب میں کیا کروں"۔

"میں کچھ نہیں کر سکتا..... کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا" انسپکٹر جمشید
چارگی کے عالم میں بولے۔

"اچھی بات ہے..... میں پھر اس بے یقینی کے عالم میں اپنی سا
جائیداد کس طرح دے دوں"۔

"بھائی جان کیا کہہ رہے ہیں..... آپ دولت کی خاطر سگے بھائی کو بھ
رہے ہیں..... یاد رکھیں..... اس ساری جائیداد میں سے نصف حصہ میرا
ہے..... چلیے آپ انہیں نصف دینے کی بات کر لیں..... میرے بدلے
میرا حصہ تو دے ہی سکتے ہیں آپ"۔

"کیا!!!" راضی خان دھک سے رہ گئے..... باقی لوگ بھی سکتے کے
میں جباری خان کو تکنے لگے..... عجیب صورت حال تھی..... کسی کی سمجھ میں کچھ
نہیں آ رہا تھا۔

"میں زیادہ دیر فون پکڑے نہیں بیٹھ سکتا..... جلدی بات کریں۔
ورنہ میں فون بند کرتا ہوں اور اسے واپس بلاتا ہوں"۔

"اب..... اب میں کیا کروں"۔

"جو آپ کا جی چاہتا ہے..... وہ کریں..... ان حالات میں ہم مش
دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں..... کیونکہ معاملہ ہمارے بس میں نہیں ہے"
انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ جائیداد کا نصف لے لیں"۔ آخر راضی خان نے کہا۔



"او کے..... سودا منظور ہے..... نصف جائیداد کا وارث چند روز
تک آپ تک پہنچ جائے گا..... نصف حصہ اس کے حوالے کر دیں..... اب
جباری خان آپ کا ہوا..... یہ آپ کا ہی سگا بھائی ہے"۔ اس نے جلدی
جلدی کہا۔

"تب پھر قبر میں کون گیا ہے"۔

"اس کا ہم شکل"۔

"کیا!!!" وہ سب چلائے۔

"ہاں! وہ اس کا ہم زاد تھا یا اس کا ہم شکل..... کچھ بھی سمجھ لیں.....
لیکن یاد رکھیں یہ ہے سگا بھائی ہی..... اور آپ نے نصف جائیداد کے بدلے
اسے لے کر عقل مندی کا کام کیا ہے"۔

"لیکن جو شخص جائیداد لینے آئے گا..... ہم کیسے جان سکیں گے کہ وہ
درست آدمی ہے یا غلط"۔

"فکر نہ کریں..... جب وہ آ جائے گا..... میں فون کروں گا..... اور
اس کی نشانیاں بتا دوں گا"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور فون بند ہو گیا۔

"اب یہاں ہمارا کوئی کام نہیں..... ہمیں افسوس ہے راضی خان.....
ہم آپ کے کسی کام نہیں آ سکے"۔

"لیکن اس میں آپ کا کیا قصور"۔

"لیکن ابھی تھوڑا سا کام ہم کل کریں گے..... جب خریدار آ
..... ہم دیکھنا چاہیں گے..... وہ کون ہے..... اور اس نے رقم کی ادائی
کی ہے..... اس طرح شاید ہم اس نامعلوم آدمی کا سراغ لگا لیں"۔

"ضرور..... جب وہ آئے گا..... میں آپ کو فون کر دوں گا"
خان نے کہا۔

اور وہ اٹھنے لگے..... اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی..... راشی
نے ریسیور اٹھایا، پھر انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا۔

"آپ کا فون ہے"۔

"اوہ اچھا" انہوں نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

پھر ریسیور کان سے لگاتے ہوئے بولے۔

"جی فرمائیے..... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"اور یہ میں ہوں..... تنویر خالد..... گورنر..... کیا آپ ابھی اور ا
وقت میری کوٹھی پر آ سکتے ہیں"۔

"خیریت تو ہے سر" وہ فوراً بولے۔

"نہیں خیریت نہیں ہے..... آپ بس آ جائیں..... میں آپ کا ا
زندگی بھر نہیں بھولوں گا"۔

"اچھی بات ہے"۔



اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گئے اور گورنر تنویر خالد کے ہاں پہنچ
گئے..... وہاں موت کا سناٹا طاری تھا..... یوں لگتا تھا جیسے گھر کا کوئی فرد فوت
ہو گیا ہے..... تنویر خالد لپک کر ان کی طرف بڑھے۔

"آئیے جناب..... آئیے..... میں شکر گزار ہوں کہ آپ فوراً آ گئے
..... بات دراصل یہ ہے کہ میرا چھوٹا بھائی گم ہے..... تین دن سے اس کا
اب تک کوئی سراغ نہیں لگ سکا..... پولیس اپنی سی کوشش کر کے تھک چکی
ہے..... آپ..... آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں"۔

"جی ہاں، کیوں نہیں..... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے..... ہمارا تو کام
ہی یہی ہے..... آپ گھبرائیں نہیں..... اطمینان سے بتائیں..... وہ کس طرح
غائب ہوئے..... ان کی تصاویر بھی دکھائیں..... ہم ابھی اور اسی وقت اس
کیس پر کام شروع کر رہے ہیں" انہوں نے روانی کے عالم میں کہا۔

"لیکن جمشید..... وہ..... یعنی کہ وہ" پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں پروفیسر صاحب"۔

"میرا مطلب ہے..... وہ بھالی والا کام"۔

اور وہ مسکرا دیے..... اس لیے کہ سمجھ گئے تھے..... وہ کیا کہنا چاہ رہے
تھے..... دراصل انہیں بہت بھوک لگی تھی۔

"اوہ ہاں..... آپ فکر نہ کریں..... ہم وہ کام بھی ابھی کرتے ہیں"۔

"کیا کوئی اور خاص کام یاد آ گیا آپ کو"۔

"جی..... جی ہاں..... لیکن آپ فکر نہ کریں..... آپ کے کام میں کوئی خلل نہیں پڑے گا"۔

"اوہ بہت بہت شکریہ"۔

اسی وقت ملازم بہت سی تصاویر اٹھا کر لے آیا..... گورنر صاحب اپنے چھوٹے بھائی کی تصاویر انہیں دکھانے لگے..... ان کے تفصیلات بتانے پر یہ معلومات سامنے آئیں۔

ان کے چھوٹے بھائی کا نام ارشاد خالد ہے..... تین دن پہلے وہ گاڑی میں گھر سے سیر کے لیے نکلا..... اور پھر واپس نہیں آیا..... اس کی گاڑی ایک سڑک کے کنارے کھڑی پائی گئی..... لیکن وہاں کسی کی بھی انگلیوں کے نشانات نہیں مل سکے..... گاڑی بالکل درست حالت میں تھی..... کسی زبردستی کے آثار نہیں تھے..... یوں لگتا تھا جیسے ارشاد خالد نے کسی ضرورت کے تحت وہاں گاڑی روکی..... گاڑی سے نیچے اترے..... لیکن پھر واپس نہیں آئے..... گورنر صاحب ان کے تمام دوستوں سے معلوم کر چکے تھے..... تمام رشتے داروں سے پوچھ چکے تھے..... جہاں کہیں ان کے جانے کا امکان تھا..... وہ کوشش کر چکے تھے..... پولیس بھی دوستوں اور رشتہ داروں کو چیک کر چکی تھی..... لیکن ارشاد خالد کا کوئی سراغ ابھی تک نہیں ملا تھا..... ساری بات سن کر انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا۔

"ٹھیک ہے..... آپ فکر نہ کریں..... میں بہت جلد ان کا سراغ لگا لوں گا"۔



"مجھے آپ سے یہی امید ہے"۔

وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر نکل آئے..... پہلے وہ سیدھے گھر پہنچے۔

کھانا کھایا..... پھر ارشاد خالد کی تلاش میں نکلے..... انہوں نے بھی ان کے تمام دوستوں اور رشتے داروں سے بات کی..... انہیں ٹٹولا..... لیکن کوئی بات معلوم نہ ہو سکی..... نہ اب تک گورنر صاحب کو کوئی فون موصول ہوا تھا..... کہ یہ خیال کر لیا جاتا..... دولت حاصل کرنے کے لیے یہ واردات کی گئی ہے۔

"میرا خیال ہے ابا جان ہمیں یہ کیس اس جگہ سے شروع کرنا چاہیئے..... جہاں ان کی کار پائی گئی تھی" فرزانہ نے مشورہ دیا۔

"بالکل ٹھیک..... آؤ چلیں"۔

ارشاد خالد کی فائل اب ان کے پاس تھی..... انہیں یہ بات معلوم تھی کہ کار کہاں ملی تھی..... لہٰذا وہ وہاں پہنچ گئے..... کار تو اب وہاں سے ہٹا لی گئی تھی..... لیکن نشان لگا دیا گیا..... اس کے مطابق وہ جنگل میں اتر گئے اور لگے ادھر ادھر دیکھنے..... کافی تلاش کے بعد انہیں ایک جھاڑی میں الجھا ہوا ایک رومال نظر آیا۔

"خدا کا شکر ہے..... رومال تو نظر آیا..... یہ یقیناً ارشاد خان کا ہے"۔

"اس سلسلے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے..... یہ کسی اور کا بھی ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر ہمیں پہلے گورنر صاحب کو یہ رومال دکھانا ہے"۔

"ٹھیک ہے...... ہم انہیں یہیں بلا لیتے ہیں...... آخر یہ ان کے

معاملہ ہے" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے انہیں فون کیا...... وہ دوڑے آئے

رومال دیکھ کر زور سے چونکے۔

"یہ ارشاد کا ہی ہے...... آپ نے اتنا تو کر ڈالا...... وہ بھی فوری

پولیس تو تین دن میں یہ رومال بھی تلاش نہیں کر سکی"۔

"اپنا اپنا طریقہ ہے سر...... آپ فکر نہ کریں...... ہم بہت جلد ا

صاحب کو تلاش کر لیں گے"۔

"اب مجھے یقین ہو چلا ہے...... کہ آپ ضرور کامیاب ہوں گے

کاش میں تین دن پہلے ہی آپ کو فون کر دیتا" انہوں نے سرد آہ بھری۔

"ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے"۔

"اوہو...... ارے...... وہ...... وہ کیا"۔

انہوں نے فرزانہ کی خوف میں ڈوبی آواز سنی۔

******



# صرف موت

وہ ان سے کافی آگے نکل گئی تھی اور ایک جھاڑی کے پاس کھڑی

ہیں آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

"یا اللہ خیر...... مجھے ڈر لگ رہا ہے" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"کک...... کیا کہا...... جمشید...... تمہیں اور ڈر لگ رہا ہے"۔ خان

ن نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں...... اس لیے کہ میں بھی آخر انسان ہوں"۔ انہوں نے بغیر

راہٹ کے یہ بات کی...... وہ اور بھی پریشان ہو گئے...... کیونکہ یہ جملہ وہ

سکرا کر کہتے تھے۔

"آج تم...... ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہو جمشید...... اور یہ اچھی بات

ہیں ہے" پروفیسر داؤد نے فکر مند ہو کر کہا۔

"آئیے...... پہلے تو یہ دیکھ لیں کہ فرزانہ نے کیا دیکھا ہے" وہ بولے۔

اب گورنر صاحب بھی ان کے ساتھ تھے..... وہ آگے بڑھے..... اس جگہ آگے دریا تھا..... دریا کے کنارے ایک جھاڑی کے اوپر ایک شخص کے کپڑے پڑے تھے۔

"نن نہیں" گورنر صاحب زور سے چلائے۔

"یہ..... یہ تو ایسا لگتا ہے گورنر صاحب..... کہ آپ کے بھائی کپڑے اتار کر دریا میں نہانے کے لیے اترے اور..... اور" انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے..... کیونکہ گورنر صاحب کے چہرے پر زلزلے کے آثار آنے لگے تھے۔

"نن..... نہیں..... نہیں..... نتیجہ نکالنے میں اتنی جلدی نہ کریں۔ وہ ایسا نہیں کرسکتے تھے..... میرے بھائی ایسا ہرگز نہیں کرسکتے تھے"۔

"کیا مطلب..... وہ کیا نہیں کرسکتے تھے" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"دریا میں نہیں اتر سکتے تھے"۔

"کیوں..... آخر کیوں"۔

"انہیں تیرنا نہیں آتا تھا..... انہیں تو پانی دیکھ کر ہی خوف آتا تھا۔ لیکن یہ بات صرف گھر والوں کو معلوم تھی..... وہ دوسروں پر اپنا خوف ظاہر نہیں کرتا تھا..... تاکہ دوسرے اس کا مذاق نہ اڑائیں"۔

"تب پھر معاملہ اور بھی خوف ناک ہو جاتا ہے..... اور اس خوف ناکی میں اضافہ وہ رومال کر رہا ہے"۔



"کیا مطلب..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"معاف کیجئے گا..... یہ قتل کی واردات ہے"۔

"نہیں" وہ پوری قوت سے چلائے۔

"پہلے ان کی کار کا راستہ روک کر انہیں کار سے اتارا گیا..... اس طرف لایا گیا..... راستے میں ان کا رومال گر گیا..... وہ لوگ انہیں دریا کے کنارے لائے..... ان کے کپڑے اتروائے اور انہیں دریا میں دھکا دے دیا..... اس لیے کہ وہ جانتے تھے..... انہیں تیرنا نہیں آتا"۔

"نہیں نہیں" گورنر صاحب اور بھی زور سے چلائے۔

"لیکن..... جب تک لاش نہیں مل جاتی..... اس وقت تک سو فیصد یقین سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں فرزانہ! یہ بات ہے لیکن تمہارا انداز آج بہت عجیب ہے..... تم کیا کہنا چاہتی ہو"۔

"یہ دھوکا بھی ہو سکتا ہے..... یعنی ہم لوگ یہ خیال کرلیں اور ارشد صاحب کی تلاش چھوڑ دیں"۔

"ٹھیک ہے..... دھوکا ہو سکتا ہے..... لیکن مجرم یہ دھوکا دے کر کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے بھلا" انسپکٹر جمشید الجھن کے عالم میں بولے۔

"اس سوال کا جواب میرا ذہن نہیں دے رہا" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"خود پر غصہ نہ اتارو..... یہ معاملات ایسے ہیں کہ صرف ٹھنڈے دماغ سے غور کرنا ہوگا..... سر آپ چلیں..... ابھی یہ خبر گھر والوں کو نہ

جائیں..... ہم پہلے پوری چھان بین کریں گے..... ماہی گیروں سے رابطہ کریں گے..... دریا کو آگے ڈیم تک چیک کرائیں گے..... وہ لاش اگر پانی میں گرائی گئی ہے..... تو ڈیم میں ضرور مل جائے گی"۔

"اچھا..... اچھا..... میری ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہو رہی ہے..... لگ..... کیا میں اپنا بھائی کھو چکا ہوں" انھوں نے روتے ہوئے کہا۔

"حوصلہ رکھیں..... ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لیکن حالات بتا رہے ہیں..... میرا بھائی زندہ نہیں ہے"۔

"کبھی کبھی وہ غلط ثابت ہو جاتا ہے..... جو حالات بتاتے ہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھا میں چلتا ہوں"۔

وہ جانے کے لیے مڑ گئے..... وہ وہیں ساکت کھڑے رہ گئے..... ان کے دل بھی بوجھل ہو رہے تھے۔

"ہمیں انھیں یہاں نہیں بلانا چاہیے تھا" پروفیسر داؤد بولے۔

"ہاں بس..... غلطی ہو گئی..... ویسے ان کے بھائی اب اس دنیا میں نہیں ہیں" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"پھر وہی ابا جان..... کیا یہ مجرموں کا ڈراما نہیں ہو سکتا"۔

"اوہو فرزانہ..... آخر مجرم یہ ڈراما کیوں کرے گا..... کیا اسے گورنر صاحب سے ہمدردی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے..... گورنر صاحب کو اپنے بھائی



کی موت کا یقین آ جائے..... اور رو دھو کر اپنے بھائی کو بھول جائیں..... آخر کیوں..... وہ ایسا کیوں چاہے گا بھلا"۔

"میں نہیں جانتی ابا جان..... لیکن میرا دماغ مجھ سے بار بار کہہ رہا ہے..... کہ یہی بات ہے..... ارشاد خالد کو قتل نہیں کیا گیا..... ہاں اغوا ضرور کیا گیا ہے"۔

"اچھا آؤ چلیں..... ہم ابھی غوطہ خوروں کی خدمات حاصل کرتے ہیں"۔

"ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں..... وہ دریا میں نہیں گرائے گئے..... کسی جگہ انھیں قید میں رکھا گیا ہے"۔

"ہو سکتا ہے..... یہی بات ہو جمشید" پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

"میں مانتا ہوں..... ایسی بھی کوئی بات ہو سکتی ہے"۔

"تب پھر میری ایک بات اور مانیں" فرزانہ بولی۔

"اور وہ کیا؟"۔

"دریا کے ساتھ ساتھ چلیں..... نہ جانے کیوں مجھے یہ گمان ہو رہا ہے..... کہ ادھر کچھ ہے..... آخر مجرموں نے یہی جگہ کیوں منتخب کی"۔

"اچھی بات ہے فرزانہ..... آج ہم تمھاری بات ضرور مانیں گے.....

آپ بھی چلیں..... ہو سکتا ہے..... اس طرف ارشاد خان کی لاش مل جائے"۔

وہ دریا کے ساتھ ساتھ چلنے لگے..... انہیں چلتے ہوئے جب بہت د
ہو گئی تو محمود اور فاروق کے چہروں پر اکتاہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔

"میرا خیال ہے فرزانہ..... اب ہمیں لوٹ جانا چاہئے..... ادھر کچھ
نہیں ہے..... اس ویرانے میں آخر کوئی کیوں ڈیرا جمائے گا..... اسے ا
کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔

"ہاں..... اب میں بھی یہی سوچ رہی ہوں" فرزانہ بڑبڑائی۔

"لل..... لیکن..... اب..... اب میں یہ نہیں سوچ رہا" انہوں
پروفیسر داؤد کی آواز سنی۔

"جی..... کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"جم..... جمشید..... اس طرف کوئی بات ضرور ہے..... میری جیب
رکھا ایک آلہ مجھے اشارہ دے رہا ہے"۔

"ارے باپ رے..... یہ تو آپ نے فرزانہ سے بھی زیادہ عجیب
کہہ دی" وہ بوکھلا اٹھے۔

"لیکن جمشید..... اس میں میرا کیا قصور"۔

وہ مسکرا دیئے..... اب انہیں تیز تیز قدم اٹھانا پڑے..... اس لیے
پروفیسر داؤد ان سب سے آگے نکل گئے تھے..... ان کی رفتار پر انہیں حیر
ہو رہی تھی..... وہ اس قدر تیز آج تک نہیں چلے تھے..... یہاں تک
انہیں ان کی رفتار کا ساتھ دینا مشکل ہو رہا تھا۔



"پروفیسر صاحب..... یہ آج آپ کی رفتار کو ہو کیا گیا ہے" خان
رحمان نے پکار کر کہا۔

انہوں نے اس قدر بلند آواز سن کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا..... بس
آگے بڑھتے رہے۔

"اب شاید ہمیں ان کے ساتھ چلنے کے لیے دوڑنا پڑے گا..... آج
..... آج انہیں ہو کیا گیا ہے" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"پروفیسر صاحب..... خیر تو ہے" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"چلے آؤ بھئی..... تنگ نہ کرو"۔

انہوں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا..... رفتار اب بھی کم نہیں کی تھی یوں
لگتا تھا جیسے ان کے پر نکل آئے ہوں اور وہ اڑنے لگے ہوں..... ان کے
پاؤں گویا زمین پر ٹک نہیں رہے تھے۔

"اوہو..... اس طرف تو..... اس طرف تو" خان رحمان مارے خوف
کے چلائے۔

"اس طرف تو کیا خان رحمان" انسپکٹر جمشید جھلا کر بولے۔

"اس طرف تو صحرا ہے..... دریا کے اس طرف..... بہت خوفناک
صحرا..... اس صحرا کا رخ کرنے کی کوئی جرات نہیں کرتا..... یہ ہے ہمارے
ملک کا حصہ..... لیکن لگتا ایسا ہے..... جیسے ہمارے ملک سے اس حصے کا کوئی
تعلق نہ ہو..... اور اس کے دوسرے سرے پر ملک کی حدود ختم ہو جاتی ہیں
..... یہ صحرا ہمارے لیے سرحد کا کام دیتا ہے..... بغیر فوج کی سرحد" اس لیے

کہ کوئی فوج بھی اس صحرا کو عبور نہیں کر سکتی..... اس میں اس قدر بلند بگولے چلتے ہیں..... ریت کے اس قدر خوفناک جھکڑ چلتے ہیں کہ خدا کی پناہ..... ہم فوجی ہوتے ہوئے بھی اس صحرا کو عبور نہیں کر سکے..... میرا مطلب ہے..... جب میں فوج میں تھا..... ہم نے کئی بار اس صحرا کو عبور کرنے کی کوشش کی تھی..... لیکن اس میں ذرا آگے جا کر دم گھٹنے لگتا ہے..... اور انسان واپس آنے پر مجبور ہو جاتا ہے" خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر..... پروفیسر صاحب کو کیا ہو گیا ہے..... خان رحمان انہیں روکو" انسپکٹر جشید چلائے۔

"کیا کہا..... روکوں"۔

"ہاں روکو..... ان کا رخ اب دریا کے ساتھ ساتھ نہیں ہے..... بلکہ صحرا کی طرف ہے..... اور لحہ بہ لحہ ہم صحرا کی طرف بڑھ رہے ہیں"۔

"او کے" خان رحمان نے کہا اور دوڑنے لگے..... یہاں تک کہ پروفیسر داؤد تک پہنچ گئے..... انہوں نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا..... پروفیسر داؤد کے جسم کو ایک زبردست جھٹکا لگا..... وہ چونک کر ان کی طرف مڑے..... انہیں یوں لگا جیسے وہ گہری نیند سے بیدار ہوئے ہوں اور اب تک سوتی حالت میں چلتے رہے ہوں"۔

"آپ کہاں چلے جا رہے ہیں" خان رحمان بولے۔

"اس طرف..... ہمیں اس طرف جانا ہو گا..... تم نہیں جانتے" انہوں نے پرجوش انداز میں کہا۔



"کیا نہیں جانتے ہم" خان رحمان بولے۔

"میرے آلات مجھ سے کیا کہہ رہے ہیں"۔

"تب پھر ہمیں بتا دیں..... آپ کے آلات کیا کہہ رہے ہیں..... کیونکہ اس طرف موت ہے..... صرف موت"۔

"صرف موت..... تم خان رحمان موت سے کب سے ڈرنے لگے"۔

پروفیسر داؤد نے قہقہہ لگایا۔

خان رحمان نے لاجواب ہو کر انسپکٹر جشید کی طرف دیکھا۔

"تم جواب دو جشید..... ہم موت سے کب سے ڈرنے لگے"۔

"پروفیسر صاحب..... یہ بات نہیں ہے..... اس طرف صحرا ہے"۔

"ہو گا..... میں اپنے آلات کا کیا کروں"۔

"آخر آپ کے آلات کیا کہہ رہے ہیں"۔

"کہہ رہے ہیں..... ہمیں اس طرف جانا ہے..... ہمیں اس طرف جانا ہو گا..... چاہے اس طرف موت ہو..... یا کچھ بھی کیوں نہ ہو؟"۔

"اچھی بات ہے..... اگر صحرا کا سفر کرنا ہی ٹھہرا..... تو پھر پہلے ہمیں اس کا انتظام کرنا ہو گا..... صحرا میں داخل ہوتے ہی پیاس ستانے لگے گی..... پھر..... پھر ہم کیا کریں گے..... آپ کی بھوک کا ہم صحرا میں کیا کریں گے"۔

"اوہ..... نن نہیں" وہ چلائے۔

"دیکھا آپ نے..... آپ کو ہوش آ گیا ہے" خان رحمان مسکرائے۔

"تم غلط سمجھے خان رحمان"۔

جواب میں پروفیسر داؤد بھی عجیب سے انداز میں مسکرائے۔

"کیا غلط سمجھے ہم؟"۔

"میں بھوک کی بات سن کر بھی رک نہیں سکتا..... سفر جاری رہے گا"۔

"اوہو..... آپ بات سمجھیں..... ہم فوری طور پر انتظام کر کے یہ سفر شروع کریں گے" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"تم انتظام کر کے آتے رہنا..... مجھے جانے دو"۔

"پھر آپ کو تلاش کرنا ہمارے لیے ایک مسئلہ بن جائے گا..... یہ آخر صحرا ہے..... یہاں سڑکیں نہیں ہیں..... نہ کوئی راستہ بتانے والا ملے گا اور اگر آپ جھکڑوں کی زد میں آ گئے تو اور مسئلہ بنے گا"۔

"تم کچھ بھی کہو جمشید..... اب مجھے آگے جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا..... میں صرف اور صرف آگے جاؤں گا"۔

"اوکے..... تب پھر ہم بھی آپ کے ساتھ ہی جائیں گے"۔

"کیا مطلب جمشید..... کیا تم جانتے ہو..... تم نے کیا کہا ہے" پروفیسر چونکے۔

"ہم ساتھ جائیں گے" وہ بولے۔

"سامان سفر کے بغیر؟" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں! سامان سفر کے بغیر" انہوں نے بھی جواب میں آنکھیں نکالیں۔



"تت..... تم..... جمشید تم..... مجھ سے ایسے لہجے میں باتیں کر رہے ہو"۔

"تو میں اور کیا کروں..... آپ بھی تو اپنا انداز دیکھیے"۔

"میں تو خیر مجبور ہوں"۔

"تو پھر ہم آپ سے زیادہ مجبور ہیں"۔

"اچھا بابا..... میں یہیں ٹھہرتا ہوں..... تم جا کر سامان لے آؤ"۔

"آپ اکیلے یہاں نہیں ٹھہریں گے..... یہاں آپ کے ساتھ خان رحمان اور محمود رہیں گے..... میں فاروق اور فرزانہ کے ساتھ شہر جاؤں گا"۔

"بہت..... بہت ضدی ہو جمشید..... اچھا یونہی سہی..... لیکن ایک بات یاد رکھنا..... یہاں رکنا میرے لیے بہت مشکل کام ثابت ہو گا..... اتنا مشکل کام میں نے پہلے کبھی نہیں کیا ہو گا"۔

"میں سمجھتا ہوں..... آپ بلاوجہ آگے جانے کے لیے بے چین نہیں ہیں" وہ مسکرائے۔

"اچھی بات ہے جمشید..... تم جاؤ"۔

وہ فاروق اور فرزانہ کو ساتھ لے کر وہاں سے چلے گئے..... پروفیسر داؤد، خان رحمان اور محمود صحرا کے کنارے کھڑے رہ گئے۔

"اب ہم یہاں کب تک کھڑے رہ سکتے ہیں بھلا..... ہمیں بیٹھ جانا چاہیے" محمود نے کہا۔

"ہم یہیں ریت پر بیٹھ جاتے ہیں" خان رحمان بولے۔

وہ بیٹھ گئے..... محمود اور خان رحمان پروفیسر داؤد کے چہرے پر زیادہ بے چینی دیکھ رہے تھے۔

"آخر آپ اتنے بے چین کیوں ہیں..... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی" محمود سے رہا نہ گیا' پوچھ بیٹھا۔

"میں خود نہیں جانتا..... لیکن کوئی غیبی طاقت مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے"۔

"اور آپ کے آلات..... وہ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"وہ بھی اسی سمت میں اشارہ دے رہے ہیں..... آلات کا کہنا ہے اس طرف کچھ ہے..... کیا ہے..... یہ میں نہیں جانتا"۔

"عجیب معاملہ ہے..... یعنی ہم صرف وہ جگہ دیکھنے آئے تھے..... جہاں ارشاد خالد کی گاڑی کھڑی ملی تھی..... اس خیال سے شاید وہاں کوئی سراغ مل جائے..... سڑک سے پیچھے ایک جھاڑی پر ان کا رومال مل گیا..... اس طرح ہمیں آگے آنا پڑ گیا..... لیکن آگے دریا تھا اور دریا کے کنارے ان کے کپڑے پڑے تھے..... ہم نے کیا کیا..... دریا کے کنارے کنارے چل پڑے..... کہ شاید کوئی سراغ مل جائے گا..... آگے دریا کے اس طرف صحرا شروع ہو گیا..... اور صحرا کیا شروع ہوا..... آپ تو انکل بے چین ہو گئے"۔



"بے خود ہونے سے پہلے میری جیب میں موجود آلے نے اشارات دیئے تھے..... عجیب و غریب اشارات" وہ مسکرائے۔

"پہلے تو آپ ہمیں اس آلے کے بارے میں بتائیں..... آخر یہ کیا ہے..... یہ کس بنیاد پر اشارے دیتا ہے"۔

"اگر کسی طرف سائنسی آلات ہوں تو اس کی سوئیاں اس طرف کا رخ کر لیتی ہیں..... ہلکی سی تھرتھراہٹ بھی ان میں پائی جاتی ہے..... لیکن" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"لیکن کیا انکل" محمود بے چین ہو گیا۔

"لیکن..... معاملہ یہ ہے کہ سوئیوں میں بہت تھرتھراہٹ ہے..... اور جوں جوں ہم اس طرف بڑھتے ہیں اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے"۔

"اوہ..... ذرا دکھائیں تو ہمیں وہ آلہ"۔

انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر جونہی آلہ نکالا..... ان کے منہ سے ایک تیز چیخ نکلی۔

■■■■■

# واہ جمشید واہ

"گ..... کیا ہوا انکل..... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"ہم..... میں خود ڈرا ہوا ہوں" وہ بولے۔

"لیکن اب کیا ہوا"۔

"آلے کی سوئیاں ساکن ہو چکی ہیں"۔

"گ..... کیا مطلب..... کیا اب اس طرف آلات نہیں رہے"۔

"نہیں..... آلہ بند ہو گیا ہے..... بلکہ یوں کہہ لو..... یہ خراب ہو گیا ہے"۔

"ارے باپ رے..... اب ہم سمت کا اندازہ کس طرح لگائیں گے"۔

"جمشید کو فون کرو..... وہ تجربہ گاہ سے کچھ آلات بھی لے کر آئیں..... میں اپنے نائب کو ہدایات دیتا ہوں"۔

"اوکے انکل"۔



دونوں فون کرنے لگے..... خان رحمان حد نگاہ تک پھیلے صحرا کو دیکھنے لگے..... اس میں جگہ جگہ بگولے اٹھتے دکھائی دے رہے تھے..... اور جگہ جگہ چکرا رہے تھے..... ان کو دیکھ کر ہی خوف محسوس ہوتا تھا..... یہ حالت صحرا کے شروع میں..... آگے چل کر صحرا کی حالت کیا ہو سکتی تھی..... میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید پارٹی تمام سامان وہاں لے آئی..... اب پروفیسر داؤد نے اس آلے جیسا دوسرا آلہ سامان سے نکالا..... اسے آن کیا تو اس سوئیاں تھرکنے لگیں..... اور اسی سمت میں ہو گئیں..... جس میں پہلے آلے ہوئی تھیں۔

"اب ان میں تھرکن معمول کے مطابق ہے" پروفیسر داؤد نے حیران کہا۔

"چلیے شکر ہے..... اب یہ تو خراب نہیں ہو گا"۔

"ہو سکتا ہے آگے بڑھنے پر خراب ہو جائے" پروفیسر مسکرائے، پھر جمشید سے بولے۔

"پہلے تو ہم یہاں بیٹھ کر خوب پیٹ بھر کر کھانا کھائیں گے..... پانی پئیں..... کیونکہ آگے جا کر ہمارے ساتھ نہ جانے کیا حالات پیش آئیں..... میں خوف محسوس کر رہا ہوں..... اور کچھ دیر پہلے جب آلے کی سوئیاں ہو گئی تھیں تو میں کچھ زیادہ ہی ڈر گیا تھا"۔

"چلیے خیر اب تو آپ کا ڈر کم ہو گیا ہے"۔

"ہاں! اب تم بھی تو آ گئے ہو نا" وہ مسکرائے۔

پھر انہوں نے کھانا کھایا..... پانی پیا اور آگے روانہ ہوئے.....

وقت سورج ڈھل رہا تھا..... دھوپ میں تیزی کم ہو رہی تھی..... ایسے

پروفیسر بولے۔

"ہم..... ہم بے وقوف ہیں جمشید"۔

"کک..... کیا فرمایا آپ نے..... اور یہ آپ نے کیا ہم سب کے

فرمایا" وہ بوکھلا اٹھے۔

"ہاں! سب کے لیے کہا ہے میں نے"۔

"چلیے پھر بتائیے..... ہم بے وقوف کس طرح ہیں"۔

"آخر ہم اس صحرا کی خاک کیوں چھانیں"۔

"آپ کے اپنے آلات بتا رہے ہیں..... اس صحرا میں ضرور کوئی

..... اور ہماری تفتیش بتا رہی ہے..... ہمارے اس بار کے حیرت انگیز مجر

ہیڈ کوارٹر اس صحرا میں ہے"۔

"اوہو..... میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ہم صحرا میں کیوں جائیں"۔

"تب پھر..... آپ کے یہ کہنے کا کیا مطلب ہے..... ہم صحرا کی خا

کیوں چھانیں"۔

"ہاں! میں نے ٹھیک کہا ہے..... کیا ہم اس صحرا کا جائزہ ہیلی کا

ذریعے نہیں لے سکتے..... جہاں ہیڈ کوارٹر کا شبہ ہو گا..... ہم وہاں ا

گے..... ہیڈ کوارٹر وہاں نہ ملا تو پھر اس پر سوار ہو کر تلاش کر سکیں گے"۔



"ہوں..... ترکیب زوردار ہے..... اور ہم واقعی صحرا میں بھٹکنے سے

بچ جائیں گے..... لیکن" انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

"لیکن کیا؟"۔

"چلیے..... اس لیکن کو رہنے دیتے ہیں" انہوں نے عجیب سے انداز

میں کہا۔

"نہیں جمشید..... تم ابھی بتا دو..... لیکن کے بعد کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"میرا خیال ہے..... مجرم عقل سے پیدل نہیں ہے..... اس نے ہیڈ

کوارٹر بنانے کے لیے اس صحرا کو چنا ہے..... تو اس کے ذہن میں یہ خیال

ضرور رہا ہو گا کہ اس کی تلاش ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھی کی جا سکتی ہے"۔

"ہوں..... جمشید تمہاری بات میں وزن ہے..... تو پھر کیا ہم اسی طرح

"۔

"نہیں..... اب ہم دو طرح چلیں گے..... اور ان شاء اللہ اب بہت سی

مشکلوں سے بچ جائیں گے"۔

"ہم دو طرح سے چلیں گے..... یہ بات تو کچھ سمجھ میں نہیں آئی"۔

"ہیلی کاپٹر..... بلکہ دو ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر ہوں گے..... اور ہم

صحرا کی خاک چھانیں گے..... اس طرح ہم جب چاہیں گے..... ہیلی کاپٹر

پر سوار ہو کر باہر آ جائیں گے..... اور دوسری آسانی ساز و سامان کی ہو گی

ہمیں سارا سامان کندھوں پر اٹھا کر نہیں جانا پڑے گا..... خوراک پانی

اور دوسری تمام ضروری چیزیں بروقت ہیلی کاپٹروں کے ذریعے مل
سکیں گی"۔

"واہ جمشید واہ...... اس سے بہتر ترکیب اور کوئی بھی نہیں ہو سکتی
واپس کنارے پر چلتے ہیں...... ہیلی کاپٹر آتے ہی اب ہم اپنا سفر
کریں گے" پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

اب اس ترکیب پر عمل شروع ہوا...... دو عدد ہیلی کاپٹر وہاں
پہنچ آگئے...... پائلٹوں کو ہدایات دی گئیں...... پھر پہلے ہیلی کاپٹروں
ہو کر صحرا کا چکر لگایا گیا، لیکن ریت کے طوفان ان کے راستے میں
تھے...... کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا...... بہت نیچے رہ کر بھی وہ صحرا کا جائزہ
لے سکتے تھے...... لہٰذا پیدل ہی سفر کرنے کا پروگرام طے کیا گیا۔
کاپٹروں کو صرف مدد کے لیے اوپر پرواز کرنے کی ہدایات دی گئیں
بذریعہ موبائل ان سے رابطہ جاری تھا اور وہ آگے بڑھ رہے تھے۔
آنکھوں پر ویسے چشمے تھے...... جن کی وجہ سے ریت آنکھوں میں نہیں جا رہی
تھی۔

"آج چاند کی کیا تاریخ ہے بھلا" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نو" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"اس کا مطلب ہے...... رات کے وقت ہم صحرا میں دیکھ سکیں
گے"۔

"اور سنا ہے...... رات کو صحرا میں بہت سکون ہوتا ہے"۔



"ہاں دن کی نسبت کم جھکڑ چلتے ہیں"۔

"تب ہم رات کو بھی اپنا کام کر سکیں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔

وہ آگے بڑھتے رہے...... بڑھتے رہے۔

"انکل...... آپ ذرا اپنے آلے کو بھی دیکھ لیں"۔

"ہاں ضرور...... کیوں نہیں" انہوں نے کہا اور جیب سے آلہ نکالا۔
جونہی انہوں نے اس کو آن کیا...... سوئیاں بلا کی رفتار سے تھرکیں اور
ساکن ہو گئیں۔

"ارے باپ رے...... یہ بھی گیا" وہ کانپ کر بولے۔

"آپ کا مطلب ہے...... یہ بھی خراب ہو گیا" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! اب میں تیسرے آلے کو آن کرنے کے بارے میں سوچ بھی
نہیں سکتا...... ویسے سوئیوں کا رخ اسی طرف تھا...... جس طرف ہم جا رہے
ہیں"۔

"تب ہیڈ کوارٹر اسی طرف ہے"۔

"ہاں! اس کا سو فیصد امکان موجود ہے...... لیکن ہم یقین سے کچھ نہیں
کر سکتے...... تاہم فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں...... ہیلی کاپٹر ہمارے ساتھ
ہیں"۔

"ایک بات اور...... آپ ہیلی کاپٹر پر سوار ہو کر اس آلے کو آن
کر کے دیکھیں"۔

"اوہ اچھا..... یہ بھی سہی"۔

انسپکٹر جمشید نے ایک پائلٹ کو ہدایت دی..... وہ نیچے ہو گیا، رسی کی سیڑھی لٹکا دی گئی..... پروفیسر بیلی کاپٹر پر چڑھ گئے..... اب انہوں نے تیسرے آلے کو آن کیا، لیکن پھر ان کا چہرہ بجھ گیا..... وہ رسی کی سیڑھی کے ذریعے نیچے آ گئے۔

"کیا ہوا انکل"۔

"ڈھاک کے وہی تین پات"۔

"جی کیا مطلب"۔

"تیسرے آلے کا بھی وہی انجام ہوا..... خراب ہو گیا..... اور اب ہمارے پاس چوتھا آلہ نہیں ہے" انہوں نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

"ارے باپ رے..... حالات خوفناک ہیں" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"یہاں تک تو مصیبتیں منہ کھولے کھڑی ہیں..... ہمیں یہیں سوچ سمجھ لینا چاہیے..... اس وقت ہم ان بیلی کاپٹروں کے ذریعے واپس جا سکتے ہیں..... پروگرام ترتیب دے سکتے ہیں..... اور میرا خیال تو یہ ہے جمشید..... کہ انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کو بھی بلا لیتے ہیں..... یہ مہم کوئی چھوٹی مہم ثابت نہیں ہو گی"۔

"اچھی بات ہے..... ہم پہلے یہیں رک کر غور کر لیتے ہیں"۔



وہ سوچ میں ڈوب گئے..... پھر طے پایا..... واپس شہر چلا جائے..... دوسری دونوں پارٹیوں کو بھی بلایا جائے..... ان کی موجودگی میں نئے سرے سے غور کیا جائے..... اور پھر کوئی قدم اٹھایا جائے۔

یہ ترکیب سب نے پسند کی..... وہ گھر آ گئے..... جونہی اندر داخل ہوئے..... بیگم جمشید نے بتایا۔

"سردار انداز خان کا فون تین بار آ چکا ہے"۔

"اوہ اچھا" وہ چونکے۔

سردار انداز خان ایک مشہور سیاسی لیڈر تھے اور ان کے خیال میں بہت اچھے آدمی تھے..... لہٰذا انہوں نے فوراً انہیں فون کیا..... ان کی آواز سنتے ہی وہ بولے۔

"جمشید بھائی..... بس آ جائیں..... میں بہت پریشان ہوں"۔

"ہوا کیا؟" وہ بولے۔

"میں نے کہا نا..... بس آ جائیں" ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا۔

"ہم آپ سب یہاں ٹھہریں..... میں ہو آتا ہوں..... کیونکہ ہم صحرا والی مہم کو فی الحال چھوڑ نہیں سکتے"۔

"ٹھیک ہے..... لیکن ذرا جلد آنا، ایسا نہ ہو کہ ہم انتظار کرتے کرتے بوڑھے ہو جائیں" پروفیسر بولے۔

"آپ تو پہلے ہی بوڑھے ہیں" محمود مسکرایا۔

پروفیسر داؤد نے اسے تیز نظروں سے گھورا اور انسپکٹر جمشید مسکراتے ہوئے گھر سے نکل گئے...... سردار انداز خان کی کوٹھی پہنچے تو وہ بے قراری کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے، انہیں دیکھتے ہی رک گئے۔

"خدا کا شکر ہے جمشید بھائی آپ آ گئے تو...... م...... میرا سگا بھائی غائب ہے...... اور یار لوگ مجھ پر بھی شک کر رہے ہیں"۔

"کیا مطلب...... کون لوگ یہ شک کر رہے ہیں؟" وہ چونکے۔

"سیاسی لوگ...... ان کا خیال ہے...... میں نے عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے خود ہی اپنے بھائی کو اغوا کرا دیا ہے...... الیکشن کا ز آنے والا ہے نا"۔

"بہت بے ہودہ خیال ہے...... آپ فکر نہ کریں...... ہم بہت جلد آ کے بھائی کو تلاش کر لیں گے...... آپ مجھے تفصیلات بتا دیں"۔

"بس پرسوں صبح کالج گیا اور لوٹ کر نہیں آیا...... بلکہ اس روز کا بھی نہیں پہنچا تھا...... اس کی کار ایک سڑک کے کنارے کھڑی ملی ہے پولیس ابھی تک ذرا سا بھی سراغ نہیں لگا سکی" انہوں نے جلدی جلد کہا۔

"ان کی کار کہاں کھڑی ملی ہے؟"۔

"سڑک کا نام میں نہیں جانتا...... میرا ڈرائیور آپ کو وہاں لے جا ہے"۔



"ڈرائیور کو بلائیں" وہ بولے۔

ڈرائیور فوراً حاضر ہو گیا۔

"آپ نے وہ جگہ دیکھی ہے...... جہاں کار کھڑی ملی تھی"۔

"جی ہاں" اس نے کہا۔

"سڑک کا نام؟"۔

"سڑک کا نام معلوم نہیں...... راستہ بتا سکتا ہوں"۔

"بہت بہتر"۔

"یہاں سے سیدھے شہر سے باہر جانے والی سڑک پر چلے جائیں...... سڑک جہاں ختم ہو گی...... وہاں جنگل شروع ہو جاتا ہے...... اور جنگل کے بائیں طرف دریا ہے...... اس دریا کے پاس سڑک کے کنارے کار کھڑی ملی تھی"۔

"اوہ...... اچھا...... آپ کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا" وہ چونک اٹھے ...... دریا کا ذکر ایسا نہیں تھا کہ وہ اس کو نظر انداز کر دیتے...... اگرچہ وہ جانتے تھے...... ان کے ساتھی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

وہ ڈرائیور کے ساتھ روانہ ہوئے اور اس جگہ پہنچے جہاں سردار انداز کے بھائی کی کار ملی تھی...... اس جگہ کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے...... یہ بالکل وہی جگہ تھی...... جہاں سے جاری خان کی گاڑی ملی تھی...... ایک دو فرلانگ کا فرق ضرور رہا ہو گا"۔

"آپ کو کچھ دیر یہاں ٹھہرنا پڑے گا..... میں ذرا آس پاس کا جائزہ لوں گا" انہوں نے ڈرائیور سے کہا۔

"کوئی بات نہیں جناب" ڈرائیور بولا۔

اور پھر وہ گاڑی سے اتر کر ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگے..... زمین کا معائنہ کرتے ہوئے وہ اس جگہ سے دور نکل گئے..... یہاں تک کہ دریا نظر آنے لگا..... اور اس جگہ ایک جھاڑی پر کپڑے بھی پڑے مل گئے۔

چند لمحے تک وہ کھڑے سوچتے رہے..... پھر کپڑے اٹھا کر کار کی طرف آئے..... کپڑے دیکھ کر ڈرائیور بہت زور سے اچھلا۔

"یہ..... یہ آپ کو کہاں سے ملے؟"۔

"دریا کے کنارے"۔

"نن نہیں..... نہیں" وہ چلا اٹھا۔

"آپ فکر نہ کریں..... اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ ڈوب گئے ہیں..... ہم بہت جلد ان کا سراغ لگالیں گے..... آئیے چلیں"۔

عین اس وقت ان کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔

******



# موت پر فتح

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"جمشید..... یہ میں ہوں" صدر صاحب کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آپ کو..... سر..... آپ کو کیا ہوا" وہ ان سے بھی زیادہ بوکھلا کر بولے۔

"میرے ایک دوست کا جوان بیٹا فوت ہو گیا ہے..... یہ آج سے تین دن پہلے کی بات ہے..... ایک صاحب کا کہنا ہے..... وہ ان کے بیٹے کو زندہ کر سکتا ہے"۔

"کیا کہا..... سر" وہ چلائے۔

"ہاں جمشید..... میں اس وقت اس دوست کے گھر موجود ہوں..... تم فوراً آجاؤ"۔

"جی بہتر..... پہنچتا ہوں"۔

"رائے بہادر علی..... 91 پارا ٹاؤن"۔

"بہت بہتر..... ہم آ رہے ہیں"۔

"شکریہ جمشید" انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

ان کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا..... پھر انہوں نے گھر فون کیا۔

"محمود..... تم سب فوراً 91 پارا ٹاؤن پہنچو..... میں بھی پہنچ رہا ہوں..... رائے بہادر علی کے ہاں"۔

"خیر تو ہے ابا جان..... آپ تو سرد اور انداز"۔

"وہیں بتاؤں گا" یہ کہتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا۔

اب وہ آندھی اور طوفان کی طرح روانہ ہوئے..... ڈرائیور راستے میں اتارا اور خود پارا ٹاؤن پہنچ گئے..... عین اس وقت محمود وغیرہ وہاں پہنچے۔

"یہ..... یہ کیا چکر ہے جمشید" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"پتا نہیں..... لیکن کوئی بہت تیزی سے حرکت میں آ گیا ہے..... تم لوگوں نے انسپکٹر کامران مرزا کو فون کیا؟"۔

"ہاں کر چکے ہیں..... وہ اور شوکی برادرز رات کسی وقت پہنچ جائیں گے"۔

"چلو ٹھیک ہے..... آؤ اب اندر چلتے ہیں"۔

وہ اندر داخل ہوئے..... ملازم انہیں سیدھا ڈرائنگ روم میں لے آیا..... صدر صاحب کو دیکھ کر پروفیسر وغیرہ چونک اٹھے۔



"آئیں بھی آئیں..... یہ میرے بہت قریبی دوست ہیں..... رائے بہادر علی..... ان کا جوان بیٹا آج سے تین دن پہلے فوت ہو گیا تھا..... اب کوئی نامعلوم شخص ان سے فون پر کہہ رہا ہے..... ان کا بیٹا زندہ ہو سکتا ہے..... اس نے موت پر فتح پا لی ہے"۔

"موت پر فتح؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! اس کا کہنا ہے..... اس نے موت پر فتح پا لی ہے..... اب کوئی شخص فوت نہیں ہو گا..... مطلب یہ کہ فوت تو ہو گا..... مگر دو تین دن بعد وہ اسے زندہ کر سکتا ہے..... جس کا جی چاہے آزما لے۔ تجربہ کر لے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ہم نے بھی اس سے یہی کہا تھا..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... اس کا کہنا ہے..... یہ بالکل ہو سکتا ہے..... رائے بہادر علی اپنے بیٹے کو پھر سے زندہ سلامت حاصل کرنے کے لیے کتنی دولت خرچ کر سکتے ہیں..... انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ اپنی ساری دولت دے سکتے ہیں" اس نے یہ سودا فوراً منظور کر لیا..... اب اس کا کہنا ہے..... تھوڑی دیر تک ان کا بیٹا ان کے گھر پہنچ جائے گا۔

"نن..... نہیں..... نہیں" وہ چلائے۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بج اٹھی..... رائے بہادر بہت زور سے اچھلے..... ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"وہی انداز..... میرے بیٹے کا گھنٹی بجانے کا انداز"۔

یہ کہ کر وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے...... اور جب وہ اندر آئے تو ان کا شکل صورت جیسا ایک نوجوان ان کے ساتھ تھا۔

"یہ...... یہ تو واقعی زندہ ہو گئے" انہوں نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

"کیا ڈیڈی...... کیا میں مر گیا تھا" نوجوان نے چونک کر کہا...... پھر حیرت زدہ انداز میں بولا۔

"میں...... میں اچانک گرا تھا...... سر میں چوٹ لگی تھی...... بس مجھے ا یاد ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے سر پر ہاتھ پھیرا...... لیکن وہاں کس چوٹ کے آثار نہیں تھے۔

"ارے یہاں تو کوئی چوٹ نہیں ہے...... تب پھر شاید میں نے خوا دیکھا تھا"۔

"ہاں! میرے بیٹے...... تم نے خواب دیکھا تھا"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی...... رائے بہادر نے فون کا ریس اٹھایا۔

"رائے بہادر بات کر رہا ہوں"۔

"آپ کے بیٹے نے خواب نہیں دیکھا تھا...... یہ فوت ہو گیا تھا...... لے جناب...... اب آپ ساری دولت میرے حوالے کریں...... میرا نما آ رہا ہے"۔



"لیکن پہلے ہمیں تصدیق تو کر لینے دیں...... یہ کوئی چکر بھی تو ہو سکتا ہے"۔

"ضرور تصدیق کریں...... میرا آدمی کل آ جائے گا...... مجھے جلدی نہیں...... اس لیے کہ جو آدمی اسے واپس لا سکتا ہے...... وہ اسے پھر سے مردہ حالت میں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر سکتا ہے"۔

"نن نہیں...... نہیں...... ایسی خوفناک باتیں نہ کریں"۔

"بس تو پھر...... کل اپنی تمام دولت میرے آدمی کے حوالے کرنے کے لیے تیار رہیں"۔

"اوکے...... آپ انہیں بھیج دیجئے گا...... کل تک ہم چیک کرا لیں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔

اور فون بند ہو گیا...... یہ بات چیت سب نے سنی تھی...... لہٰذا اب رائے بہادر نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"ہم پہلے قبر کھدوائیں گے"۔

"بالکل ٹھیک" صدر بولے۔

"تو پھر ابھی چلتے ہیں...... یہ معاملہ کسی طرح بھی سلجھتا نظر نہیں آ رہا" انسپکٹر جمشید نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"کیا مطلب جمشید...... تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"شہر میں یہ پہلا واقعہ نہیں ہے...... ایک واقعہ ایسا اور ہو چکا ہے"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"جی ہاں! ایک منٹ ٹھہریں ... میں دیکھنا چاہتا ہوں ... وہاں کیا

ہے؟" یہ کہہ کر انھوں نے راضی خان کو فون کیا ... جواب ملنے پر

بولے۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں کیسا رہا"۔

"یہ ... یہ سچ مچ میرا بھائی ہے ... میں تمام جائیداد اس نامعلوم آ

کے نمائندے کو سونپ دوں گا"۔

"اوہ ... اوہ" وہ بولے۔

"کیوں ... کیا بات ہے"۔

"رائے بہادر علی صاحب کا جوان بیٹا فوت ہو گیا تھا ... وہ نا

شخص انہیں بھی زندہ کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے"۔

"اوہ اوہ ... یہ ... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"ابھی تک ہمیں بھی معلوم نہیں ... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ زور سے چونکے ... ان کی آنکھوں

حیرت نظر آنے لگی۔

"اب آپ کو کیا خیال آیا ہے"۔

"مجھے تین لڑکیوں کا خیال آ گیا تھا ... اگر ایک شکل صورت

عادات و اطوار کے تین آدمی ہو سکتے ہیں ... تو دو کیوں نہیں ہو سکتے

مطلب یہ کہ ہم تو تین تین دیکھ چکے ہیں ... اب تو معاملہ دو دو کا پیش آ



ہے ... یہ تو اس سے کم حیرت کی بات ہے ... آیئے اب قبرستان چلیں ...

کیونکہ اس معاملے میں سسپنس ہے کہ بڑھتا ہی جا رہا ہے"۔

وہ ایک بار پھر قبرستان پہنچے ... رائے بہادر کے بیٹے کی قبر کھولی گئی ...

اس میں مردہ موجود تھا ... اس کو باہر نکالا گیا ... رائے بہادر مردہ بیٹے کو

دیکھ کر چکر کھا گئے ... اور گرنے لگے ... انسپکٹر جمشید نے انہیں سنبھالا۔

"یہ ... یہ کیا ... تب پھر یہ کون ہے" انھوں نے زندہ نوجوان کی

طرف دیکھا۔

"میں ... میں آپ کا بیٹا ہوں" اس نے فوراً کہا۔

"ایک منٹ ... مجھے ایک خیال آیا ہے ... آپ کے سر پر چوٹ کہاں

لگی تھی" انھوں نے ان کے بیٹے سے پوچھا۔

"سر کے پچھلے حصے پر ... یہاں" اس نے ہاتھ رکھ کر بتایا۔

اب انسپکٹر جمشید مردے پر جھکے اور اس کے سر کو ٹٹولا ... دوسرے

لمحے وہ بہت زور سے اچھلے۔

ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

******

تام

"اف مالک! یہ..... یہ سب کیا ہے..... کیوں ہے اور کیسے ہے" وہ چلا اٹھے۔

"تک..... کیا ہوا" رائے بہادر کانپ گئے۔

"اس نعش کے سر پر چوٹ کا نشان موجود ہے..... سر کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے..... جب کہ اس وقت جو آپ کے ساتھ موجود ہیں وہ بالکل درست حالت میں ہیں"۔

"تب تو پھر یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ نقلی ہیں"۔

"ہرگز نہیں..... میں آپ کا سو فیصد اصلی بیٹا ہوں..... یہ نقلی ہو گا.. نقلی کو چوٹ لگی ہو گی" زندہ بیٹا بول اٹھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے" رائے بہادر نے اسے گھورا۔

"آپ مجھ سے بچپن سے لے کر اب تک کی وہ تمام خفیہ باتیں پوچھ لیں جو صرف آپ کے اور میرے درمیان ہوئی ہیں..... آخر میں وہ تمام باتیں کس طرح بتا سکتا ہوں"۔



"جواب معقول ہے" محمود مسکرایا۔

"اچھا تو پھر میں..... سب کے سامنے ایسی باتیں پوچھوں گا اور یہیں کھڑے ہو کر پوچھوں گا" رائے بہادر نے جھلا کر کہا۔

"ضرور..... کیوں نہیں" زندہ بیٹے نے فوراً کہا۔

رائے بہادر نے تابڑ توڑ انداز میں سوالات شروع کیے..... کبھی وہ بچپن کی کوئی بات پوچھتے..... تو کبھی جوانی کی اور کبھی لڑکپن کی..... اس طرح بہت دیر تک سوالات ہوئے..... زندہ بیٹے نے بے فکری کے عالم میں ان سب کے فرفر جواب دیے..... رائے بہادر کی حیرت بڑھتی چلی گئی..... بڑھتی چلی گئی..... یہاں تک کہ وہ چلا اٹھے۔

"جمشید بھائی..... یہ..... یہ تو سچ مچ میرے بیٹے ہیں"۔

"پھر تو خدا کا شکر کریں..... آپ کے بیٹے پھر سے زندہ ہو گئے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب پھر..... یہ مرنے والا کون تھا" رائے بہادر بولے۔

"اس پر تحقیق ہو گی..... آپ فکر نہ کریں"۔

پھر وہ قبرستان سے لوٹ آئے۔

"آپ اپنے بیٹے کے لیے..... اگر اپنی تمام دولت دے سکتے ہیں تو دے دیں..... لیکن جو رقم وصول کرنے کے لیے آئے..... اسے دولت ان کے سامنے دیں تاکہ فراڈ کا کوئی امکان نہ رہ جائے"۔

"اچھی بات ہے" وہ خوش ہو گئے۔

اب وہ گھر پہنچے..... اور خوشی سے کھل اٹھے' دونوں پارٹیاں پہنچ چکی تھیں' سب گلے ملے..... علیک سلیک ہوئی..... پھر آفتاب نے شکایت بھرے انداز میں کہا۔

"یہ آپ ہمیں بلا کر خود کہاں غائب ہو گئے تھے"۔

"بس کیا بتائیں..... اس کیس نے ہم سب کو گھن چکر بنا ڈالا ہے..... ایسے حالات زندگی میں کبھی دیکھے نہ تھے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے..... ہمیں بھی بنا دیں پھر گھن چکر" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

انہیں پوری کہانی شروع سے آخر تک پوری تفصیل سے سنائی گئی..... چھوٹی سے چھوٹی بات بھی نہیں چھوڑی گئی..... وہ منہ کھولے سنتے رہے..... اور جب انسپکٹر جمشید خاموش ہوئے..... مارے حیرت کے ان کا برا حال تھا۔

"یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہ نہیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... لیکن یہ ہو رہا ہے"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی..... فون سن کر انہوں نے اپنا سر تھام لیا..... پھر تو ایسے فونوں کا سلسلہ ہی شروع ہو گیا..... اب وہ کس کس کے پاس جا سکتے تھے..... ان کے سر گھوم گئے..... انہوں نے فون بند کر دیئے..... گھر کو باہر سے تالا لگوا دیا گیا..... گھنٹی کا بٹن آف کر دیا گیا..... کیونکہ اس سارے مسئلے پر غور کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں رہ گیا تھا..... جب شہر میں ہر طرف



تم زندگی کے واقعات ہو رہے ہوں اور مردے زندہ ہو رہے ہوں..... اور زندہ ہونے والوں سے بڑی بڑی جائیدادیں طلب کی جا رہی ہوں..... تو وہ آخر فوری طور پر سب کے لیے کیا کر سکتے تھے..... وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور غور کرنے لگے..... آخر طے ہوا..... صحرا کا سفر کرنا ہو گا..... لہٰذا اس کی تیاریاں شروع کر دی گئیں..... دوسرے دن انہیں رائے بہادر علی کا خیال آیا..... وہ انہیں فون کرتے رہے ہوں گے..... لیکن انہوں نے فون بند کر دیئے تھے..... لہٰذا انہوں نے خود انہیں فون کیا' آواز سنتے ہی رائے بہادر علی چلائے۔

"اُف..... آپ لوگ کہاں چلے گئے تھے..... آپ کے فون بند کیوں تھے..... وہ دولت وصول کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں..... میں نے انہیں آپ کی وجہ سے روک رکھا ہے..... ورنہ وہ تو ناراض ہو کر جا رہے تھے"۔

"ہم..... آتے ہیں..... ذرا دیر اور انتظار کر لیں"۔

"اچھا" وہ بولے۔

فون بند کر کے انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے۔

"کیا خیال ہے..... ہم ان لوگوں سے مل لیں..... جو رائے بہادر علی سے رقم وصول کرنے آئے ہیں"۔

"ٹھیک ہے..... چلیے"۔

وہ اٹھے ہی تھے کہ اخبار والے نے اخبارات دروازے پر لا پھینکے اور اپنے مخصوص انداز میں آواز لگائی۔

"اخبار حاضر ہیں"۔

"محمود..... اخبارات اٹھالاؤ ذرا ان کی سرخیاں ہی دیکھ لیں"۔

اخبارات کی سرخیاں حد درجے خوفناک' ہولناک اور لرزہ خیز تھیں..... ان کے اوسان خطا ہوگئے..... ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے..... اور وہ صحیح معنوں میں حواس باختہ ہوگئے..... کسی کا بھائی' بیٹا یا عزیز غائب ہوگیا تھا تو کسی کا مرنے کے بعد پھر زندہ ہوگیا تھا..... اگرچہ زندہ رشتے دار حاصل کرنے کے لیے انہیں اپنی زندگی بھر کی کمائی ادا کرنا پڑی تھی..... یہ سنسنی خیز خبریں ان کے ہوش اڑنے کے لیے کافی تھیں..... وہ افراتفری کے عالم میں رائے بہادر کے ہاں پہنچے..... وہاں ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا تھا..... اس کا لباس بھی پھٹا پرانا تھا..... انہوں نے سوالیہ انداز میں رائے بہادر کی طرف دیکھا۔

"کیا وہ صاحب ہیں..... جن کے حوالے مجھے اپنی تمام دولت کرنا ہے" رائے بہادر نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"او اچھا..... آپ کی تعریف" اب وہ اس سے بولے۔

"دیکھئے جناب! مجھے غلط نہ سمجھئے..... میرا اس معاملے سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں..... آپ میرے گھر چل کر دیکھ لیجیے..... دو وقت کی روٹی تک تو ہمیں مشکل سے میسر آتی ہے..... اور کروں گا میں ایسے کام..... مجھے ان کی دولت کی کوئی خواہش نہیں ہے..... نہ میں جائیداد کا خواہش مند ہوں..... میں تو اس نامعلوم آدمی کا بھیجا ہوا ہوں" یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہوگیا۔



"آپ اپنی وضاحت کریں..... وہ کون ہے..... جس نے آپ کو یہاں بھیجا ہے"۔

"میں نہیں جانتا..... نہیں جانتا..... آپ کو کیسے یقین دلاؤں..... بس اس کا مجھے پیغام ملا کہ فوراً رائے بہادر صاحب سے ملوں..... اور ان سے کہوں..... مجھے اس نامعلوم آدمی نے بھیجا ہے..... جس نے آپ کے بیٹے کو زندہ کیا ہے..... لہٰذا یہ ساری دولت میرے حوالے کردو..... لیکن آپ یقین کریں..... میں اس آدمی کو ہرگز نہیں جانتا..... اور نہ مجھے ان کی ساری دولت چاہیے..... اگر یہ مجھے دینا پسند کرتے ہیں..... تو پندرہ بیس ہزار روپے دے دیں..... جس سے کہ میں اپنی جوان بیٹی کی شادی کرسکوں اور بس"۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں رائے صاحب" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں..... میں کیا کہوں جمشید بھائی..... میرے پلے تو کچھ بھی نہیں پڑ رہا..... لگتا ہے کہ یہ ہے اس کا بھیجا ہوا..... کیونکہ اس نے تھوڑی دیر پہلے فون کیا تھا..... کہ وہ اس آدمی کو بھیج رہا ہے..... اس نے ان کا حلیہ بھی بتایا تھا اور دوسری نشانیاں بھی بتائی تھیں..... اور ایک حیرت انگیز بات اس نے کہی ہے"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"اس نے فون پر کہا ہے..... ہر چیز ان صاحب کو دے دی تو بیٹے سے ہاتھ دھونا ہو گا"۔

"اف مالک! آخر وہ کیا چاہتا ہے؟"۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا..... اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

"اور اگر نہیں دیں گے تو بیٹا غائب ہو جائے گا"۔

"ہاں! یہی بات ہے..... اس سے آگے اس نے ایک اور بات کہی ہے"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"یہ کہ زندگی بھر میں ان صاحب کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں..... اس سے کوئی چیز واپس وصول کرنے کی کوشش نہ کروں"۔

"ہوں..... پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے..... آپ بیٹا پسند کرتے ہیں..... یا دولت"۔

"بیٹا" وہ بولے۔

"بس تو پھر آپ اپنی دولت ان کے حوالے کر دیں"۔

"نہیں نہیں..... میں نہیں لے سکتا"۔

"اگر آپ یہ دولت نہیں لیں گے..... تو پھر ان کے بیٹے کو وہ نامعلوم آدمی غائب کر دیں گے..... کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ ان کا بیٹا دوبارہ مر جائے"۔



"یہ کہ اگر میں نے اپنی ساری دولت دینے کے سلسلے میں ذرا سی بھی بے ایمانی کی..... کچھ دولت بچانے کی کوشش کی..... وہ میرے بیٹے کو غائب کر دے گا..... ان حالات میں میں کیا کروں جمشید بھائی"۔

"آپ فکر نہ کریں..... اس نے آپ کو اپنے پاس کیا کچھ رکھنے کی اجازت دی ہے"۔

"مجھے صرف بیس ہزار روپے لے جانے کی اجازت دی ہے..... اور یہ کوٹھی تک چھوڑ کر جانا ہو گا..... میرے پاس ایک اور چھوٹا سا مکان ہے..... مجھے اس میں جانا ہو گا"۔

"کیا اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کوٹھی سے نکلنا ہو گا"۔

"ہاں! بالکل اسے تو اس کرائے کے مکان کے بارے میں بھی معلوم ہے"۔

"نہیں!" انسپکٹر کامران مرزا پکار اٹھے۔

"نن نہیں..... نہیں" وہ ادھیڑ عمر آدمی چلا اٹھا۔

"آپ کو کیا ہوا؟" انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

"میں یہ نہیں کر سکتا ایسا کام میں کیسے کروں گا..... مجھے یہ دولت نہیں چاہیے..... دینا ہو تو بس پندرہ بیس ہزار دے دیں"۔

"یہی تو مشکل ہے" راجے بہادر نے جل کر کہا۔

"کیا مشکل ہے؟"۔

"جی نہیں..... میں کیوں پسند کروں گا..... میں کون ہوتا ہوں پسند یا ناپسند کرنے والا"۔

"بس تو پھر خاموشی سے یہ دولت لے لیں..... اور عیش کریں"۔

"وہ ہم کیسے کریں گے "اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیوں..... کیا مطلب؟"۔

"عیش کرنا آتا ہی نہیں..... زندگی تنگ دستی میں گزری ہے"۔

"جب دولت ہاتھ لگتی ہے..... تو انسان کو بہت کچھ آجاتا ہے..... لیکن میری ایک بات یاد رکھیے گا..... دولت صدا کسی کے پاس نہیں رہتی..... جیسے یہ آج رائے صاحب سے رخصت ہو رہی ہے کل آپ کے ہاتھ سے بھی نکل سکتی ہے..... کیا سمجھے"۔

"میں سمجھ گیا..... آپ فکر نہ کریں..... میں اس دولت کو ان کی امانت سمجھ کر رکھوں گا..... اور اس میں سے صرف اپنی ضروریات کے لیے لوں گا"۔

"کنجوسی نہ کیجئے گا..... اگر یہ آپ کو مل ہی گئی ہے..... تو پھر اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کریں اور اللہ کے راستے میں بھی کریں"۔

"شکریہ جناب! آپ کی ہدایات یاد رہیں گی..... آپ بہت اچھے ہیں..... میری طرف سے رائے بہادر صاحب کو اجازت ہے..... یہ جتنی چاہیں..... اپنے ساتھ لے جائیں"۔



"اوہو..... یہی تو مشکل ہے..... اس نامعلوم آدمی کو میں کیسے سمجھاؤں گا..... مجھے صرف اور صرف اس کی ہدایات پر عمل کرنا ہو گا"۔

"آؤ بھئی چلیں..... اب ہمارا یہاں کوئی کام نہیں رہا" انسپکٹر جمشید نے کہا..... وہ اٹھے ہی تھے کہ انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ نے اپنا نام نہیں بتایا؟"۔

"جی میرا نام؟" وہ چونکا۔

"ہاں آپ کا نام کیا ہے"۔

"مجھے رائے بہادر علی کہتے ہیں"۔

"کیا!!!"۔

وہ ایک ساتھ چلائے۔

******

## مجسمہ

وہ گھور گھور کر رائے نادر علی کو گھورتے رہے" پھر انسپکٹر جمشید نے پوچھا"۔

"کیا آپ رائے بہادر علی کے رشتے دار ہیں"۔

"نہیں بالکل نہیں..... میں تو انھیں اس معاملے سے پہلے جانتا تک نہیں تھا"۔

"کیوں رائے بہادر..... یہ صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔

"ہاں بالکل" وہ بولے۔

"یہ معاملہ بہت حیرت انگیز ہے..... خیر اب ہم چلتے ہیں..... آپ اپنی تمام دولت انھیں دے دیں ..... اور دولت کے بدلے میں اپنا بچا لے لیں"۔

"میں ایسا کر رہا ہوں..... لیکن یہ الجھن ہمیشہ محسوس کرتا رہوں گا کہ مرنے والا بھی تو میرا بھائی تھا"۔



"ہم اس راز کو معلوم کرنے کی کوشش کریں گے..... آپ فکر نہ کریں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ وہاں سے رخصت ہوئے..... راستے میں انسپکٹر کامران مرزا کو ایک خیال آیا..... انھوں نے فوراً اکرام کے نمبر ڈائل کیے"۔

"اکرام..... یہ میں ہوں..... کامران مرزا"۔

"آہا..... سر آپ کب آئے"۔

"بس کچھ ہی دیر ہوئی"۔

"یہاں کے حالات تو بہت خوفناک اور نہ سمجھ میں آنے والے ہیں"۔

"ہاں! ہم بھی یہی محسوس کر رہے ہیں..... تمھارے لائق ایک کام ہے"۔

"جی فرمائیے"۔

"شہر میں ایسے کل کتنے آدمی مرے..... جن کے ہم شکل واپس مل گئے ہیں اور کل کتنے غائب ہوئے..... یعنی جن کے بارے میں یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ انھیں اغوا کر لیا گیا ہے..... یاد رہے..... ہمیں صرف ان اغوا ہونے والوں کی تعداد چاہیے..... جن کے عزیزوں سے اب تک کوئی مطالبہ بالکل نہیں کیا گیا"۔

"جی بہتر..... میں شاید ایک گھنٹے تک یہ معلومات جمع کر سکوں گا..... کیونکہ تمام تھانوں کو فون کرنا ہو گا"۔

"ہاں ٹھیک ہے" انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

"آپ یہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں انکل" آصف بولا۔

"میرا خیال ہے..... غائب ہونے والوں اور زندہ ہونے والوں کا آپس میں کوئی چکر ضرور ہے..... کیونکہ ادھر کوئی زندہ ہوتا ہے تو ادھر کوئی اغوا ہو جاتا ہے"۔

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ..... جو لوگ غائب ہوئے ہیں..... دراصل انہیں مردہ آدمیوں کی شکل میں لایا جا رہا ہے....." فرحت نے کہا۔

"نہیں..... ابھی میں نے یہ نہیں سوچا" وہ مسکرائے۔

"اچھی بات ہے"۔

اور پھر وہ گھر پہنچ گئے..... صحرا کے سفر کی تیاریاں زور شور سے کرنے لگے..... ایسے میں اکرام کا فون آیا۔

"سر..... اس وقت تک میری اطلاعات کے مطابق تیس کے قریب لوگ زندہ ہو گئے ہیں..... اور اتنے ہی اغوا ہو چکے ہیں"۔

"ہوں..... نہیں" وہ چلائے۔

"ہاں سر..... شہر میں عجیب سا خوف پھیل گیا ہے..... ہر کوئی کہہ رہا ہے..... نہ جانے کیا ہونے والا ہے..... شاید قیامت آنے والی ہے..... بس لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں"۔

"اور بے تحاشہ غریب کچھ لوگ بے تحاشہ امیر بن چکے ہیں..... بے تحاشہ کچھ امیر لوگ بالکل غریب بن گئے ہیں..... ایسا ہے نا"۔



"ہاں..... بالکل ایسا ہی ہے سر"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے..... اچھا اکرام..... معلومات جمع کرتے رہو"۔

"او کے سر"۔

وہ تیسرے دن تمام تر سامان کے ساتھ صحرا کی طرف روانہ ہوئے..... اپنی مدد کے لیے انہوں نے دو بیلی کاپٹر بھی ساتھ لے لیے تھے..... پھر وہ صحرا میں داخل ہو گئے اور آگے بڑھنے لگے..... انہیں خوراک اور پانی کے بارے میں کوئی پریشانی نہیں تھی..... وہ بیلی کاپٹر اوپر سے پھینک سکتے تھے۔

جس وقت انہوں نے سفر شروع کیا..... وہ صبح کا وقت تھا..... اس وقت ابھی سورج نہیں نکلا تھا..... ریت سرد تھی..... پھر سورج نے سر ابھارا..... اس کی شعاعوں سے ریت چمکنے لگی..... پھر وہ گرم ہونے لگی..... انہیں بھی گرمی محسوس ہونے لگی۔

"ارے باپ رے..... ابھی تو سورج بلند ہوا ہے..... اور گرمی کا یہ حال ہو گیا..... دوپہر کے وقت تو یہاں قیامت کی گرمی ہو جائے گی" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"ابھی اگر خوف محسوس ہو رہا ہے تو یہیں سے واپس چلے جاؤ..... ہم خود سر کر لیں گے یہ مہم" آفتاب ہنسا۔

"آئے بڑے مہم سر کرنے والے..... میں نے تو ایک بات کی ہے" فاروق جھلا اٹھا۔

"باتیں تو تم سو کر سکتے ہو" آصف مسکرایا۔

"شروع ہو گئیں ان کی تو باتیں ..... ادھر ریت کے طوفان اٹھیں گے ..... بگولے چکرائیں گے ..... جھکڑ چلیں گے ..... ادھر ان کی باتوں کے طوفان جاگیں گے ....." انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"ابا جان! آخر آپ کیا چاہتے ہیں ..... کیا ہم اس صحرا میں بھی اپنی زبانیں بند کر لیں" فاروق نے برا مان کر کہا۔

"نہیں خیر ..... میں یہ بھی نہیں چاہتا ..... اس طرح یہ صحرا ہمیں قبرستان محسوس ہو گا"۔

"ارے باپ رے ..... صحرا میں قبرستان" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"صحرا میں قبرستان نہیں ..... صحرا کا قبرستان" محمود نے فوراً کہا۔

"یہ ..... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی ..... انھیں تو سوجھنے لگے ناول کے نام" آفتاب نے منہ بنایا۔

"اور تمھیں ..... تمھیں بھی کچھ سوجھ رہا ہے یا نہیں"۔

"مم ..... انکل" ایسے میں شوکی کی آواز سنائی دی۔

"مم انکل ..... یہ کیا بات ہوئی" فرزانہ بولی۔

"میں نے ..... سامنے کوئی چیز دیکھی ہے ..... شش ..... شاید بھوت"۔

"ارے باپ رے ..... صحرا میں بھوت" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"بھئی کوئی بگولا ہو گا"۔

"جی نہیں ..... اس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں" شوکی نے کانپ کر کہا۔



"یار کیوں مذاق کر رہے ہو ..... بھوت کی بھی بھلا آنکھیں ہوتی ہیں" آصف نے جھلا کر کہا۔

"ہائیں ..... تو کیا بھوت آنکھوں کے بغیر ہوتے ہیں" فرحت کی آواز لرائی۔

"اف توبہ ..... کم از کم صحرا میں تو اس قدر خوفناک باتیں نہ کرو" رفعت کانپ گئی۔

"وہ ..... وہ ..... وہ دیکھیے"۔

شوکی پوری قوت سے چلا اٹھا ..... انگلی سے اشارہ بھی کیا ..... انھوں نے اس سمت میں دیکھا ..... اور پھر ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں ..... ان کے سامنے واقعی ایک بھوت تھا ..... اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

"یہ ..... یہ کیا بلا ہے"۔

"ہیڈ کوارٹرز کا محافظ" مکھن بولا۔

انھیں ہنسی آ گئی ..... خوف کی حالت میں ہنسی بھی عجیب سی تھی ..... ان کے قدم وہیں رک کر رہ گئے تھے۔

"کیا خیال ہے پروفیسر صاحب ..... کیا صحراؤں میں بھوت ہوتے ہیں" خان رحمان بولے۔

"پتا نہیں ..... میں تو یہ بھی نہیں جانتا ..... بھوت ہوتے بھی ہیں یا نہیں" وہ بڑبڑائے۔

"اب کیا کیا جائے..... آگے بڑھیں یا نہ"۔

"بھئی بھوت سے کیا ڈرنا"۔

"ہوں..... یہ بھی ٹھیک ہے..... تو پھر یوں کہنا چاہیے نا..... کہ بھوتوں سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم"۔

"آؤ..... دیکھتے ہیں" یہ کیا بلا ہے"۔

وہ آگے بڑھنے لگے..... بھوت وہیں ایک چٹان کی طرح کھڑا تھا..... اچانک اس کے منہ سے آواز نکلی..... آواز کیا تھی..... بادلوں کے گرجنے جیسی تھی۔

"یہ..... یہ تو شاید بھوت بھائی نے کوئی بات کی ہے" اشفاق کی لرزتی آواز سنائی دی۔

"آگے چل کر پوچھ لیتے ہیں"۔

وہ اور آگے بڑھے..... اب انھوں نے دیکھا..... وہ ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلا تھا..... اس کے اوپر کے حصے میں شیشے کے دو ٹکڑے لگے ہوئے تھے..... یہ ٹکڑے انھیں آنکھیں نظر آئے تھے۔

"حد ہو گئی..... یہ تو ریت کا ٹیلا ہے"۔

"صحرا میں ٹیلا ایک جگہ قائم نہیں رہتا..... ٹیلے بنتے رہتے ہیں..... ختم ہو کر دوسری جگہ بننے لگتے ہیں..... گویا ٹیلوں کی آنکھ مچولی سی جاری رہتی ہے..... جب کہ یہ ٹیلا اپنی جگہ قائم ہے..... اور اس پر سے ریت بھی نہیں اڑ رہی..... ٹھہرو..... میں آگے بڑھ کر دیکھتا ہوں"۔



"ارے باپ رے..... ہم..... مجھے ڈر لگ رہا ہے انکل" اخلاق بولا۔

"یار چپ رہو..... تم تو ہمیں بھی ڈرا دو گے" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"ہم..... میں کوئی بھوت ہوں..... کہ آپ کو ڈرا دوں گا" اس نے تڑپ کر کہا۔

اتنے میں پروفیسر داؤد آگے بڑھ گئے..... پھر ان کے ہنسنے کی آواز سنائی دی..... وہ چونک اٹھے۔

"یہ ہنسی کا کون سا موقع ہے انکل"۔

"سنو بھئی..... یہ ریت جمی ہوئی ہے" وہ بولے۔

"جی..... جمی ہوئی ریت..... صحرا میں جمی ہوئی ریت کا بھلا کیا کام"۔

"یہ تو مجھے پتا نہیں"۔

اب وہ سب اس ریت کے مجسمے کے پاس آکھڑے ہوئے..... اس کا جائزہ لینے لگے۔

"یہ شیشے یہاں انسانی ہاتھوں نے لگائے ہیں"۔

"کک..... کیا؟" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"شاید ہم ہیڈ کوارٹر کے نزدیک ہیں" پروفیسر بولے۔

"یہ تو خیر نہیں ہو سکتا..... اس لیے کہ اس قدر آسانی سے ہیڈ کوارٹر نہیں پہنچ سکتے..... جس نے اپنا ہیڈ کوارٹر صحرا میں بنایا ہے..... اس کی خواہش یہ ہے کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکے"۔

"تب پھر اس مجسمے کو کیا کہا جائے گا"۔

"دیکھنا پڑے گا..... ارے ہاں..... اس بار آپ نے اپنا آلہ استعمال نہیں کیا"۔

"کیا فائدہ..... وہ فوراً فیل ہو جائے گا"۔

"لیکن انکل..... ذرا سوچیں..... جونہی آپ اس کو آن کریں گے ..... سوئیاں ہیڈ کوارٹر کی سمت بتا دیں گی..... اور ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہو گا" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"اوکے..... جواب معقول ہے"۔

انہوں نے آلہ نکالا..... جونہی اس کو آن کیا..... سوئیاں حرکت میں آئیں اور آلہ ساکن ہو گیا۔

"یہ ..... یہ سوئیاں اسی سمت میں اشارہ کر رہی ہیں" پروفیسر نے کانپ کر کہا۔

ان کا اشارہ مجسمے کی طرف تھا۔

******



# جبا آن

"آپ کا مطلب ہے..... اس مجسمے کی طرف؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں..... بالکل"۔

"آئیں پھر..... پہلے اسی کو دیکھتے ہیں..... کیا آلہ بیکار ہو چکا ہے؟"۔

"ہاں بالکل بیکار ہو چکا ہے..... اب میرے پاس صرف ایک آلہ باقی رہ گیا ہے"۔

"ابھی اسے محفوظ رکھیں" وہ بڑبڑائے۔

پھر وہ مجسمے کی طرف بڑھے..... پہلے چاروں طرف سے اس کا جائزہ لیا ..... ادھر ادھر گرانے کے لیے زور لگایا..... لیکن کچھ نہ ہوا۔

"ہم اس کو توڑ کر کیوں نہ دیکھیں" فرزانہ نے مشورہ دیا۔

"اب یہی کرنا ہو گا"۔

"آپ کے سامان میں اس کو توڑنے کے لیے کوئی چیز ہو گی"۔

"نہیں...... ہیلی کاپٹر والوں سے رابطہ کرو...... وہ اوپر سے کوئی ایسی چیز پھینک دیں گے"۔

انہوں نے فوراً وائرلیس پر رابطہ کیا...... جلدی اوپر سے کچھ چیزیں پھینکی گئیں...... ان میں ایک ہتھوڑا اور ایک چھینی بھی تھے...... انسپکٹر جمشید نے پہلے ہتھوڑا اس کے سر پر مارا...... ایسا کرنا تھا کہ چاروں طرف ریت بے تحاشا اڑنے لگی...... ان پر بے تحاشا ریت آگری اور گرنے کا سلسلہ جاری رہا...... انہوں نے ایک ہتھوڑا اور مار کر دیکھا...... اس بار تو ریت کے بگولے چکراتے نظر آئے۔

"اس کا مطلب ہے...... جتنا ہم اس مجسمے کو چھیڑیں گے...... اتنی ہی ریت اڑے گی...... گویا مجرم کا ہیڈ کوارٹر یہیں کہیں ہے" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"اب ہمیں اس کو گرانا ہی ہوگا" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

پھر وہ لگے زور شور سے اس پر ہتھوڑا برسانے...... ادھر ریت کے طوفان میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا...... یہاں تک ریت اڑی کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے کے قابل نہیں رہ گئے...... مجبوراً انسپکٹر جمشید کو ہاتھ روکنا پڑے...... لیکن اس پر بھی ریت کا طوفان کم نہ ہوا...... پھر ہوا تیز چلنے لگی...... بلکہ ان کے قدم اکھڑنے لگے...... انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"ایک دوسرے کو پکڑ لو"۔

انہوں نے ایک دوسرے کو پکڑنے کے لیے ہاتھ پھیلا دیے۔



"تت...... تم کہاں ہو" کسی نے کہا۔

"کون کہاں ہے...... یہ کس نے کہا ہے"۔

"اب پتا نہیں...... شاید ہم اپنی پہچان کھو بیٹھے ہیں...... کسی کا ہاتھ کسی سے نہیں چھو رہا...... ان حالات میں ہم ایک دوسرے کو کس طرح پہچانیں"۔

"ارے...... ہم...... ہم" ایک اور آواز ابھری...... خوف میں ڈوبی آواز۔

"یہ کیا ہم ہم لگا رکھی ہے...... کون ہو تم ہم ہم لگانے والے" ایک اور آواز سنائی دی۔

"تم خود کون ہو" پہلی آواز چلائی۔

"حد ہو گئی...... یہ کیا ہو رہا ہے جیا آن" ایک اور آواز سنائی دی۔

"جیا آن کیا ہوتا ہے"۔

"ابا جان کا الٹ ہوتا ہے شاید"۔

"توبہ ہے تم سے...... اب ابا جان کو بھی الٹ دیا"۔

"مجھ سے کیوں ہو توبہ...... میں کوئی وہ ہوں"۔

"وہ کیا؟"۔

"یعنی کہ...... وہ...... بھئی سمجھا کرو...... وہ"۔

"ہم...... ہم ریت میں دھنستے جا رہے ہیں...... میری پنڈلیوں تک ریت آ گئی ہے"۔

"ارے تو نکال لو..... پنڈلیوں کو روکا کس نے ہے"۔
"تین بار نکال چکا ہوں"۔
"تو چوتھی بار نکالتے کیوں گھبرا رہے ہو"۔
"گھبراتا ہے..... میرا جوتا..... ان حالات میں گھبرانے کی فرصت
ہے"۔
"ارے..... خبردار..... تم جو کوئی بھی ہو..... میرے الفاظ نہ چراؤ
ورنہ وہ لتے لوں گی کہ زندگی بھر یاد رکھو گے"۔
"بہت خوب..... یہ جملہ شاید پیاری بہن فرزانہ نے کہا ہے"۔ ایک
اور آواز سنائی دی۔
"تم ہو کون..... مجھے پیاری بہن کہنے والی"۔
"یہ تو مجھے خود معلوم نہیں"۔
"حد ہو گئی..... آخر..... ارے ریت تو بہت تیزی سے اوپر ہو رہی
ہے..... اس طرح تو ہم ریت میں بالکل دفن ہو جائیں گے"۔
"اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔
"کریں..... رابطہ..... بجلی کا پڑوالوں سے"۔
عین اس لمحے دو کان پھاڑ دینے والے دھماکے ہوئے..... وہ لرز گئے
..... اگر ریت میں دھنسے ہوئے نہ ہوتے تو اچھل کر گرتے۔
"ارے باپ رے..... یہ..... یہ دھماکے کیسے تھے"۔



"اچھے تھے بس..... دھماکے ایسے ہی ہوتے ہیں..... ویسے یہاں سے
زندہ سلامت جانا نصیب ہو گیا تو دھماکوں پر بھی ریسرچ کر لیں گے"۔
"اف اللہ!..... یہ میرے سر پر تک..... کیا..... گرا"۔
کسی نے کہا..... ساتھ ہی اس کی آواز ڈوب گئی۔
"ہم..... میرے سر پر بھی" ایک اور آواز ابھری۔
"ریت..... میرے سینے تک پہنچ گئی" گویا اعلان کیا گیا۔
"ابھی کیا ہے..... آگے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے..... ریت تو پہنچے گی
ہمارے سروں تک..... اور یہ مزا ہے..... اس مجسمے کو چھیڑنے کی"۔
"دھت تیرے کی" آواز ابھری۔
"واہ..... یہ آواز ضرور محمود بھائی کی ہے"۔
"غلط..... بالکل غلط..... سو فیصد غلط..... بلکہ ہزار فی صد غلط ہے"۔
"بس بس..... مان لیا..... فیصد کی قیمت اس حد تک نہ گراؤ"۔
"کیا کہا..... فیصد کی قیمت"۔
"ہاں..... فیصد کی قیمت اور کیا"۔
"ہم..... میرے..... میرے گلے تک ریت" گھٹی گھٹی ایک آواز
سنائی دی۔
"بس..... اب..... ہم گئے..... ہو گئے اللہ کو پیارے..... نہیں معلوم
تھا..... موت اس طرح ہمیں گلے لگائے گی..... اچھا خدا حافظ..... اب شاید
جنت میں ملاقات ہو گی"۔

"شاید کیوں بھی..... اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنت نصیب فرمائی تو یقیناً وہاں ہماری ملاقاتیں ہوا کریں گی..... بلکہ ہم تو ایک جگہ ہی رہنا پسند کریں گے"۔

"ہم..... منہ..... منہ تک..... ریت..... آنے لگی ہے..... بھائیو..... اچھا..... خدا..... حا" ایک اور ڈری ڈری آواز ابھری۔

"کلمہ پڑھ لو..... کلمہ"۔

لاالٰہ الااللہ محمد الرسول اللہ۔

عین اس لمحے ریت کا طوفان ختم ہو گیا..... ان کی عقلیں واپس آنے لگیں..... وہ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتے چلے گئے..... پھر آہستہ آہستہ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے کے قابل ہو گئے..... انہوں نے دیکھا..... وہ گردنوں تک ریت میں دفن تھے..... ہلنے جلنے کے قابل نہیں تھے..... صرف آنکھیں کھول اور بند کر سکتے تھے..... یا زبان چلا سکتے تھے۔

انہوں نے دیکھا..... ان کے ادھر ادھر عجیب و غریب چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔

"یہ..... کیا چیزیں ہیں" انسپکٹر جمشید لرزتی ہوئی آواز میں بولے۔

"پتا نہیں..... لیکن ان میں سے کئی چیزیں ہمارے سروں پر آ کر گری تھیں۔"

"ارے باپ رے..... وہ..... وہ انسانی ہاتھ..... کٹا ہوا انسانی ہاتھ" آصف کی خوف میں ڈوبی آواز گونجی۔



"ان نہیں..... نہیں..... لیکن..... یہ ہاتھ کس کا ہے..... کیا ہم میں سے کسی کا"۔

"کم از کم مجھے تو ایسی تکلیف نہیں ہو رہی..... جیسے میرا ہاتھ کٹ گیا ہے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مجھے بھی نہیں" انسپکٹر کامران مرزا کی آواز گونجی۔

پھر وہ باری باری مجھے بھی نہیں..... مجھے بھی نہیں کہتے چلے گئے.....

اب سب اعلان کر چکے تو یک لخت خاموشی چھا گئی۔

"تب پھر..... یہ کٹا ہوا ہاتھ کس کا ہے"۔

"اور وہ کٹا ہوا سر کس کا ہے" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ہائیں..... تو کیا تمہیں کوئی کٹا ہوا سر نظر آ رہا ہے" خان رحمان چلائے۔

"ہاں..... اف میں کیا کروں" فاروق نے روتی آواز میں کہا۔

"آنکھیں بند کر لو" محمود نے اسے مشورہ دیا۔

فاروق نے فوراً آنکھیں بند کر لیں..... ایسے میں کسی کی ہنسی سنائی دی۔

"کیا حال ہے دوستو"۔

"اس حالت میں ہم اپنا حال کیا سنائیں..... ہم تو بالکل بے حال ہیں"۔

"لیکن آپ کون ہیں..... پہلے یہ بتائیں"۔

"میں وہ ہوں..... جس کی تلاش میں تم نکلے ہو"۔

"اوہ..... اوہ..... ہائیں" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! میں وہ ہوں..... جو مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں"۔

"یہ کام تو صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ہے"۔

"اس کا تو ہے ہی..... لیکن ایک حد تک یہ کام میں کرنے کے قابل ہو گیا ہوں..... تم نے دیکھا نہیں..... راضی خان کا بھائی زندہ ہو گیا ہے..... رائے بہادر کا بیٹا' رائے نادر علی زندہ ہو گیا ہے" اس کی شوخ آواز سنائی دی۔

"ہاں! ہم نے یہ سب دیکھا ہے..... سنا ہے..... اور یہ لوگ زندہ نظر آئے ہیں..... لیکن تم ان کے بارے میں کیا کہتے ہو..... جو غائب ہو گئے ہیں"۔

"ہاں! کچھ غائب بھی ہوئے ہیں"۔

"تب پھر..... وہ کہاں ہیں..... جو غائب ہوئے ہیں"۔

"مجھے افسوس ہے..... اب وہ واپس نہیں آ سکتے"۔

"کیا مطلب..... کیا وہ مر گئے ہیں..... تم نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے" انسپکٹر جمشید نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں..... میں نے انہیں نہیں مارا..... وہ زندہ ہیں..... لیکن لوٹ کر نہیں آ سکتے"۔

"کہاں سے لوٹ کر نہیں آ سکتے..... یہ تم کیسی عجیب اور انوکھی باتیں کر رہے ہو"۔



"میں غلط نہیں کہہ رہا"۔

"لیکن یہ باتیں..... ہماری سمجھ میں نہیں آ رہیں..... اگر وہ زندہ ہیں تو کہاں ہیں..... اور واپس کیوں نہیں آ سکتے"۔

"اس لیے کہ..... اس لیے کہ..... نہیں میں کچھ نہیں بتا سکتا..... تم لوگ بہت چالاک ہو..... یہاں تک بھی آ گئے..... حالانکہ میرا خیال تھا..... یہاں تک کوئی نہیں آ سکتا"۔

"تم کون ہو..... صاف صاف بتا دو..... ہماری الجھن اور بے چینی میں کس قدر اضافہ ہو گیا ہے"۔

"ابھی اور ہو گا" وہ ہنسا۔

"اور یہ ہمیں ریت میں کیوں قید کر دیا"۔

"تم میرے مجسمے کو جو گرانے لگے تھے"۔

"ہائیں..... تو یہ تمہارا مجسمہ ہے"۔

"غلط سمجھے..... میں نے بنا کر یہاں کھڑا کیا ہے"۔

"لیکن کیوں"۔

"ہیڈ کوارٹرز تک پہنچنے کے لیے اسے گرانا ہو گا..... اور اسے گرانے کے سلسلے میں خود کو ریت میں دفن کرانا ہو گا..... کیسا سودا ہے"۔

"بہت خوفناک"۔

"اب میں تم لوگوں کے لیے کم خوفناک حالات کیسے پیدا کروں..... تو گر دو گے میرا تمام حساب کتاب الٹ پلٹ..... جب کہ میں نے سوچ رکھا ہے" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں ہاں..... بتا دیں..... آپ نے کیا سوچ رکھا ہے"۔

"نہیں بتاؤں گا..... تم بہت چالاک ہو"۔

"جیسے آپ کی مرضی..... ہمیں اس ریت سے تو نجات دلائیں"۔

"مجسمہ کو تو ہاتھ نہیں لگاؤ گے"۔

"نہیں..... بالکل نہیں"۔

"وعدہ رہا"۔

"ہاں رہا وعدہ"۔

"شکریہ..... اب اپنے وعدے پر کاربند رہنا..... ورنہ اس بار پہلے سے زیادہ ہولناک طوفان آئے گا ریت کا"۔

"اچھی بات ہے"۔

اچانک تیز ہوا چلنے لگی..... ریت اڑ اڑ کر دوسری سمت میں جانے لگی..... انہوں نے آنکھیں بند کر لیں..... ان کے جسم ریت کی قید سے آزاد ہونے لگے..... اور پھر وہ بالکل آزاد ہو گئے..... اب انہوں نے کے ہوئے بازو اور سری طرف توجہ دی تو وہ یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے کہ بکھرا ہوا سامان دراصل ہیلی کاپٹروں کا تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ ہیلی کاپٹر تباہ ہو گئے تھے..... ان کا عملہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔



"یہ..... یہ کیا..... ہمارے ہیلی کاپٹر کہاں گئے"۔

"میں نے انہیں تباہ کر دیا"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں..... تاکہ تم بالکل بے دست و پا ہو جاؤ..... اب تم کیا کرو گے..... ابھی تھوڑی دیر تک یہاں شدید گرم ہوا شروع ہو جائے گی..... جوں جوں سورج بلند ہو گا..... ہوا گرم ہو گی..... پھر..... پیاس کا تم کیا علاج کرو گے..... یہ ابھی سوچ لو..... تم لوگوں کے پاس صرف اور صرف ایک راستہ ہے" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"کک..... کون سا راستہ"۔

"واپسی کا راستہ"۔

وہ بولا..... اور ہنسنے لگا۔

******

# وہ چیز

اس کی ہنسی رکی تو انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"یہ کیا راستا ہوا"۔

"ابھی غور کرو نا..... تمھارے پاس پانی کی کتنی بوتلیں ہوں گی"۔

"کچھ تو ہیں" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"کیا تم جانتے ہو..... وہ یہاں کتنی دیر میں ختم ہو جائیں گی"۔

"کم از کم ایک ہفتے تک ہم اس پانی پر گزارا کر سکتے ہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"خام خیالی ہے تم لوگوں کی"۔

"وہ کیسے؟"۔

"ایسے کہ جو پانی تم ایک ہفتے کے لیے کافی خیال کر رہے ہو..... وہ یہاں ایک دن سے زیادہ نہیں چلے گا..... ابھی دوپہر کا وقت نہیں ہوا..... جب ہوگا..... تب تمھیں اندازا ہوگا"۔

"لیکن ایک بات آپ بھی سن لیں"۔



"اور وہ کیا"۔

"ہم واپس نہیں جائیں گے"۔

"اس سے بڑی بے وقوفی پھر کوئی اور نہیں ہوگی"۔

"دیکھا جائے گا..... لوگ غائب ہو رہے ہیں..... مرنے والے [illegible]ے جسموں کے ساتھ زندہ ہو رہے ہیں..... ہمارے دو ہیلی کاپٹر عملے سمیت تباہ ہو گئے..... ابھی اور نہ جانے تم کیا کیا قیامت ڈھاؤ گے..... ان حالات میں بھلا ہم کس طرح یہاں سے چلے جائیں"۔

"میں چاہتا تو تمھیں ریت کی قید سے نجات نہ دیتا..... اور تم اسی جگہ [illegible]ے رہ جاتے"۔

"تب پھر..... تم نے ہم پر یہ مہربانی کیوں کی..... وجہ؟"۔

"میں چاہتا ہوں..... تم جا کر لوگوں کو بتاؤ..... میں کیا ہوں..... کیا کر سکتا ہوں..... اس طرح وہ میرے بارے میں جان جائیں گے اور میرا حکم ماننے کے قابل ہو جائیں گے..... پھر بہت جلد یہاں میری حکومت ہوگی"۔

"تو یہ سارا اس ملک پر حکومت کرنے کا خواب ہے"۔

"نہیں..... تم غلط سمجھے انسپکٹر جمشید" وہ ہنسا۔

"کیا مطلب..... کیا غلط سمجھا میں"۔

"یہ کہ یہ اس ملک پر حکومت کرنے کا خواب ہے"۔

"میں تو یہی سمجھا ہوں"۔

"یہ اس ملک پر حکومت کرنے کا خواب نہیں ہے...... یہ پوری دنیا
حکومت کرنے کا خواب ہے...... کچھ مدت بعد پوری دنیا میری مٹھی میں ہو
...... انشارجہ نے میرا ہر ممکن ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا ہے...... وہ اب بھی
میرا ساتھ دے رہا ہے"۔

"اگر وہ تمہارا ساتھ دے رہا ہے...... تو یہ اس کی مجبوری ہے......
جب تک وہ تم سے یہ راز حاصل نہیں کر لیتا...... ساتھ دے گا...... جس دن
اس نے تم سے یہ راز حاصل کر لیا...... وہ تم پر وار کرے گا...... اور تمہیں
نہیں چھوڑے گا"۔

"میں نے اسے اس قابل نہیں چھوڑا"۔

"اچھی بات ہے...... تم چاہتے کیا ہو؟"۔

"بتا چکا ہوں...... دنیا پر حکومت کروں گا...... جس کسی کا کوئی عزیز فوت
ہو گا...... میں اسے زندہ کر دیا کروں گا...... اس طرح بہت جلد میں دنیا
سب سے زیادہ دولت مند آدمی بن جاؤں گا...... اور سب سے زیادہ دولت
مند آدمی...... کیا نہیں کر سکتا...... وہ الیکشن میں حصہ لے تو...... لوگوں
خریدنا اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہ جائے گا"۔

"سوال یہ ہے کہ...... تم مردہ لوگوں کی جگہ بالکل ان جیسے کہاں سے
لے آتے ہو...... بالکل وہی"۔

"یہی تو وہ راز ہے...... جو انشارجہ اب تک نہ جانے کتنی بار مجھ
حاصل کرنے کی کوشش کر چکا ہے...... لیکن کامیاب نہیں ہو سکا...... اس



نے نواب شاہی کو مارنا چاہا...... تاکہ اس لائبریری کا کسی کو پتا نہ چل سکے......
کے خریدنا چاہا...... لیکن میں بک نہیں سکتا...... ہاں اگر وہ مجھ سے معاہدہ
لے...... تو میں اس کا ساتھ ضرور دوں گا...... اس کی مدد کروں گا اور
واب میں میں اس سے مدد لوں گا...... اس وقت تک بھی قدم قدم پر اس
نے میری مدد کی ہے...... لیکن میں نے اسے ایک بات نہیں بتائی"۔

"اور وہ کیا؟؟"۔

"یہ کہ میرا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"۔

"جب کہ ہم یہاں پہنچ گئے" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ابھی تو ہیڈ کوارٹر کے آس پاس پہنچے ہو...... وہ کہاں ہے...... یہ
رے علاوہ کوئی نہیں جانتا...... اس لیے کہ جن لوگوں کی مدد سے میں نے یہ
ہیڈ کوارٹر بنوایا...... انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا"۔

"اف...... آپ کتنے ظالم ہیں" شوکی کانپ گیا۔

"اس قسم کے کام کرنے کے لیے ظالم بننا پڑتا ہے"۔

"لیکن آپ کو معلوم نہیں...... ظالم کا انجام برا ہوتا ہے"۔

"ابھی تک تو میں نے کسی برے انجام کا امکان تک نہیں دیکھا"۔

"آپ چھپے ہوئے کہاں ہیں...... یہ بھی تو دیکھیں...... لیکن تلاش کرنے
والے ابھی آخر یہاں پہنچ گئے"۔

"تم تو ایک جھٹکے کی مار ہو...... یہ دیکھو...... میں جھٹکا چلا رہا ہوں...... ذرا
برداشت کر کے دکھاؤ"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریت کی دیواریں سی اٹھ کھڑی ہو گئیں اور بے تحاشہ ان کی طرف بڑھیں..... وہ خود کو ان سے بچانے کے لیے دوڑ پڑے..... انھیں سر پر پیر رکھ کر دوڑنا پڑتا..... لیکن ریت پر دوڑنا آسان کام نہ ہوا اور وہ کچھ ہی دور دوڑنے کے بعد بری طرح ہانپنے لگے..... انسپکٹر جمشید نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اوسان خطا ہو گئے..... ریت کی دیواریں نزدیک آتی جا رہی تھیں۔

"ارے باپ رے..... یہ تو ہمارا باقاعدہ تعاقب کر رہی ہیں" انھوں نے بوکھلا کر کہا۔

"کک..... کون؟"۔

"ریت کی دیواریں"۔

"نن..... نہیں"۔

اب ان سب نے مڑ مڑ کر دیکھا..... واقعی ریت کی دیواریں بڑھی آ رہی تھیں..... وہ خوف زدہ ہو گئے..... اور تیز دوڑنے لگے..... لیکن ریت کی دیواروں نے پیچھا نہ چھوڑا..... آخر ان کی رفتار کم ہوتی چلی گئی اور دیواریں نزدیک آتی چلی گئیں..... اس طرح آخر وہ ان پر آ گریں..... وہ گویا ریت میں دھنس گئے..... ایک دوسرے کے اوپر گرتے چلے گئے..... اور ریت ان پر چھاتی چلی گئی..... پھر وہ بے ہوش ہو گئے۔



ہوش آیا تو تیز دھوپ آنکھوں میں چبھتی محسوس ہوئی..... وہ ہڑبڑا کر اٹھے..... دھوپ اب پورے جسم میں چبھتی محسوس ہوئی..... انھیں شدید پیاس کا احساس ہوا۔

"یہ..... یہ ہم کس طرف نکل آئے..... یہاں تو نہ وہ مجسمہ ہے..... نہ بکھرے بیلی کاپٹروں کے ٹکڑے"۔

"پتا نہیں..... ہم کب تک دوڑے..... ظاہر ہے..... مجسمے سے دور ہی ہو چکے ہیں"۔

"اف..... اب اس پیاس کا کیا کریں" خان رحمان بولے۔

"تم صرف پیاس کی بات کر رہے ہو خان رحمان..... ہم..... مجھے تو بھوک بھی ستا رہی ہے"۔

"آپ فکر نہ کریں..... فی الحال ہمارے پاس پانی بھی ہے اور خوراک بھی..... لیکن ہمیں بہت احتیاط سے کھانا پینا ہو گا" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آخر یہ خوراک اور پانی کب تک چلے گا جمشید"۔

"ہم جلد ہیڈ کوارٹرز تلاش کر لیں گے..... کیوں مسٹر نامعلوم" انھوں نے اسے پکارا۔

لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا..... شاید وہ سو گیا تھا..... انھوں نے چند لقمے کھائے اور چند گھونٹ پانی کے پیے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"وہ مجسمہ بھلا کس سمت میں تھا پروفیسر صاحب"۔

"ریگستان میں سمت کا اندازہ نہیں لگ رہا جمشید"۔

"تب پھر آپ اپنا آخری آلہ نکالیں"۔

"نکالتا ہوں..... اتنا سوچ لو..... اس کے بعد سمت معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں رہ جائے گا"۔

"اللہ مالک ہے"۔

"یار جمشید..... ہم روزہ کیوں نہ رکھ لیں" خان رحمان نے خیال پیش کیا۔

"اب روزہ رکھنے کا وقت کہاں ہے..... وہ تو کل صبح فجر کے وقت سے پہلے رکھا جا سکتا ہے"۔

"چلو یونہی سہی..... ہم کل کا روزہ رکھ لیں گے..... اس طرح بار بار پانی پینے اور کھانا کھانے کا خیال نہیں آئے گا"۔

"تجویز اچھی ہے..... آلہ نکالیں پروفیسر صاحب"۔

انہوں نے جیب سے آلہ نکالا..... اور اسے آن کر دیا..... یک دم اس کی سوئیاں ایک سمت میں تن گئیں..... ساتھ ہی آلہ بیکار ہو گیا اور سوئیاں گھوم گئیں۔

"اس طرف ہے..... وہ مجسمہ" انہوں نے اشارہ کیا۔

اب وہ اس سمت میں چل پڑے..... انہیں قریباً دو گھنٹے تک چلنا پڑا ..... ایسے میں پیاس پھر سے ستانے لگی..... لیکن..... ان کی منزل کے کوئی



آثار نہیں تھے..... انہوں نے ہمت نہ ہاری..... بس چلتے رہے..... آخر کار مجسمہ نظر آنے لگا۔

"خدا کا شکر ہے..... مجسمہ نظر تو آیا"۔ خان رحمان خوش ہو گئے۔

"لیکن اب بھوک اور پیاس کی کیا حالات ہو گئی ہے" پروفیسر تو بوکھلا کر کہا۔

"تم لوگ پھر ادھر آ گئے..... اس پر مجھے حیرت ہے..... میں چاہتا تھا ..... تم ہیڈ کوارٹرز سے دور رہو..... لیکن ایسا نہیں ہوا..... خیر..... تم لوگوں کی قسمت"۔ آواز آئی۔

"کیا مطلب..... کیا یہاں آنے سے ہماری قسمت خراب ہو گئی ہے"۔

"ہاں بالکل" آواز گونجی۔

"آخر کیسے؟"۔

"میں نے چاہا تھا..... تم لوگوں کو موت کے گھاٹ نہ اتاروں..... تم زندہ سلامت یہاں سے واپس شہر چلے جاؤ..... اسی لیے میں نے تم لوگوں کو صحرا کے کنارہ کی طرف پھینک دیا تھا..... لیکن تم باہر نہیں نکلے..... واپس ادھر آ گئے..... اب تم لوگوں کو ختم کرنا ہو گا..... ریت میں دفن کرنا ہو گا"۔

"ضرور ایسا کریں..... لیکن ایسا کرنے سے پہلے اتنا بتا دیں کہ یہ مجسمہ کیا ہے..... آپ مردوں کو پھر سے زندہ روپ کس طرح دے دیتے ہیں"۔

"ہمیں نے اس منصوبے پر پندرہ سال صرف کیے ہیں.... تمہیں کیسے
بتادوں"۔
"ہمیں بتانے میں حرج بھی کیا ہے.... آپ تو ہمیں موت کے گھاٹ
اتارنے کا پروگرام بنا ہی چکے ہیں"۔
"نہیں.... میں یہ راز ایسے لوگوں کو بھی نہیں بتا سکتا.... جو زندگی
بازی ہارنے والے ہوں"۔
"نہ بتائیں.... میں جانتا ہوں" انسپکٹر جمشید نے بے ساختہ بتایا۔
"کیا کہا.... میں جانتا ہوں.... ناممکن.... جھوٹ ہے بالکل جھوٹ
"میں اس بات کو ثابت کر سکتا ہوں"۔
"کس بات کو" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔
"اس بات کو کہ میں جانتا ہوں.... آپ یہ سب کس طرح
ہیں"۔
"نہیں نہیں.... یہ ہو نہیں سکتا" وہ پچھاڑ کھانے والے انداز
بولے۔
"میں نے تو کہا ہے.... تجربہ کر لیں.... ثابت کر سکتا ہوں"۔
"اچھی بات ہے.... بتائیں پھر.... آپ کیا جانتے ہیں" آواز
خوف تھا۔
"میں ایسے نہیں بتا سکتا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
"تب پھر.... کیسے بتائیں گے"۔



"آمنے سامنے.... یا تو آپ ہمارے سامنے آجائیں.... یا پھر ہمیں
اپنے پاس بلالیں"۔
"یہ دونوں باتیں خطرناک ہیں.... اور میں کوئی خطرہ مول لینا پسند
نہیں کرتا"۔
"تب پھر میں کچھ نہیں بتا سکتا"۔
"نہ بتاؤ.... موت کے گھاٹ اترنا پسند کرلو"۔
"زندگی اور موت کا مالک خدا ہے"۔
"اس وقت تم لوگوں کی زندگی میرے ہاتھ میں ہے"۔
"جی نہیں.... ایسا ہرگز نہیں ہے"۔
"اچھی بات ہے.... میں یہ بات ثابت کرتا ہوں.... تم خود پکار پکار کر
کہو گے.... ہمیں بچالو.... پروفیسر.... ہمیں زندگی بخش دو"۔
"نہیں.... ہم یہ الفاظ نہیں کہیں گے"۔
"او کے.... ابھی معلوم ہو جاتا ہے.... اب ذرا اس صحرا کے نظارے
دیکھو"۔
اچانک صحرا میں تیز گرم ہوا چلنے لگی.... ریت کے جھکڑ چلنے لگے....
بگولے ادھر ادھر گردش کرتے نظر آئے.... ریت کی گویا دیواریں ادھر
ادھر چلتی نظر آنے لگیں.... انہیں اپنے قدم اکھڑتے محسوس ہونے لگے۔
"ایک دوسرے کو پکڑ لو.... فوراً" انسپکٹر جمشید چلائے.... لیکن
جونہی انہوں نے منہ کھولا.... بہت سی ریت منہ میں چلی گئی.... سب نے

فوراً ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑ لیا..... ریت بے تحاشہ ان پر بارش کی طرح برس رہی تھی..... اچانک انھیں محسوس ہوا..... وہ ایک بار پھر ریت میں دھنستے جارہے ہیں..... اور کچھ ہی دیر میں ریت ان کی گردنوں تک آجائے گی"۔

"یہ..... یہ تو ہم پھر دفن ہوتے جارہے ہیں" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

اور اس کے بھی منہ میں ریت آگھسی..... کیونکہ ہر طرف ریت ہی ریت تھی..... آنکھیں دونوں نے پہلے ہی بند کر رکھی تھیں..... اور وہ ایک لمحے کے لیے بھی کھولنے کے قابل نہیں تھے۔

"زندگی کی بھیک مانگو مجھ سے"۔

"نہیں!" انسپکٹر کامران مرزا گرجے۔

"تب پھر ابھی یہ طوفان جاری رہے گا..... لیکن ایک بات تو بتاؤ"۔

"کیسے بتائیں..... منہ کھولنے کے قابل نہیں ہیں"۔

"اچھا سن لو..... جب تم ریت میں دفن ہو جاؤ گے..... تمہاری روحیں پرواز کر جائیں گی..... تو میں یہ کس سے پوچھوں گا کہ میں نے تم لوگوں کی جانیں لے لیں یا نہیں"۔

"ہم کہہ چکے ہیں..... زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ ہے..... اگر یہ اس کی مرضی ہے تو ہماری جانیں تمہارے ذریعے سے جائیں تو یہ اور بات ہے..... لیکن اصل میں تو موت وہی دیتا ہے..... یہ کام پھر بھی تمہارا نہیں ہوا..... دوسرے ابھی ہم زندہ ہیں..... اور یہ بات نہیں کی جاسکتی کہ تم اپنے



ارادے میں کامیاب ہو جاؤ گے" انسپکٹر کامران مرزا نے بمشکل یہ الفاظ ادا کیے۔

"ریت کا طوفان جاری رہے گا"۔

"کوئی پروا نہیں" پروفیسر بولے۔

ریت ان کے سینوں تک آگئی۔

"اب کیا کہتے ہو؟" اس نے پھر کہا۔

"وہی..... جو پہلے کہتے رہے ہیں"۔

"او کے..... اب تم اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہو"۔

عین اس وقت پروفیسر داؤد نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کوئی چیز جھٹکے سے پردے ماری۔

*****

# نہیں

"ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا..... انھوں نے مجبوراً آنکھیں کھولیں..... تاکہ دیکھ سکیں ہوا کیا ہے..... اور پھر ان کے چہرے کھل گئے..... ریت کا طوفان رک چکا تھا..... اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ کہ مجسمہ غائب تھا..... البتہ اس کے ٹکڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔

"یہ آپ نے اس پر کیا دے مارا تھا انکل" فاروق نے حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔

"ایک ننھا بم..... جو میں نے پانی میں پہلے سے چھپا رکھا تھا"۔

"کمال ہو گیا..... اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس ریت کے طوفان سے نجات مل گئی" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"جی نہیں..... اس سے بھی بڑی بات یہ کہ اس کا دعویٰ غلط ثابت ہو گیا..... وہ ہمیں جان سے نہیں مار سکا" فرزانہ نے بتایا۔

"اوہ ہاں! یہ سب سے بڑی بات ہے" آصف نے اس کی تائید کی۔



"کیوں مسٹر پروفیسر..... اب تم کیا کہتے ہو؟" خان رحمان بلند آواز میں بولے۔

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا..... انھوں نے ادھر ادھر دیکھا..... صحرا اب اس طرح پرسکون تھا جیسے اس میں کبھی ریت کے طوفان چلے ہی نہ ہوں۔

"بھائی پروفیسر صاحب..... آپ کو کیا ہو گیا..... سانپ تو نہیں سونگھ گیا" آفتاب نے چیخ کر کہا۔

اب بھی جواب نہ ملا..... انھوں نے اپنے ارد گرد سے ریت ہٹائی اور اس جگہ آئے جہاں پہلے مجسمہ کھڑا تھا..... انھیں اس جگہ ایک گڑھا سا نظر آیا..... ظاہر ہے اس جگہ ریت کا مجسمہ بنا کر گاڑا گیا تھا..... وہاں گڑھا تو ہونا تھا..... یہ کوئی عجیب بات نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود انسپکٹر جمشید اس گڑھے کو دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے..... انھوں نے اس میں ہاتھ ڈالا..... پھر کچھ سوچ کر ریت وہاں سے ہٹانے لگے..... ان کی دیکھا دیکھی سب ریت ہٹانے لگے۔

اچانک رحمت کے ہاتھ کوئی سخت چیز لگی..... اس نے اس کو چھو کر دیکھا..... پھر چلائی۔

"انکل..... یہاں..... لوہے کا ایک بک ہے"۔

"اوہ..... اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

اب انہوں نے اس جگہ کو ہاتھ سے ٹٹولا...... پھر ہک کو پکڑ کر اوپر کی طرف کھینچا...... اچانک انہوں نے محسوس کیا...... ہک اوپر اٹھ رہی ہے...... ان کے چہرے پر جوش چھا گیا' انہوں نے اور زور لگایا...... اور پھر انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا...... ایک گول ستون سا اس گڑھے سے خود بخود اوپر اٹھ رہا تھا۔

"اف مالک...... یہ...... صحرا میں کیا ہو رہا ہے" خان رحمان کا گئے۔

"صحرا میں منگل ہو رہا ہے" آفتاب بولا۔

"وہ...... وہ تو جنگل میں ہوتا ہے" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہو...... بھائی اب میں تمہارے لیے یہاں جنگل کہاں سے لاؤں"۔

"میرا خیال ہے...... ہم نے ہیڈ کوارٹر کا دروازہ تلاش کر لیا ہے" فرزانہ بولی۔

"کیا کہا...... ہیڈ کوارٹر کا دروازہ...... یہ گول ستون"۔

"صحرا میں دروازہ ایسا ہی ہو سکتا ہے...... ابا جان...... اس میں ضرور دروازہ نکلے گا"۔

"ہاں! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں"۔

اب انہوں نے چاروں طرف سے اس ستون کا جائزہ لیا...... اس کی بھی ایک ننھا سا ہک نظر آیا...... اس کو جو پکڑ کر کھینچا گیا تو دروازہ کھل گیا۔ انہوں نے اس کے اندر سیڑھی دیکھی...... لوہے کی سیڑھی۔



"آؤ...... ہیڈ کوارٹر صحرا کے نیچے ہے"۔ انسپکٹر جمشید پرجوش انداز میں بولے۔

وہ اترتے چلے گئے...... جب ان کے پاؤں نیچے لگے تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے...... کہ وہ ایک بہت شاندار تجربہ گاہ میں تھے...... سائنسی آلات کا ایک عجوبہ ان کے سامنے تھا...... ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں...... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ صحرا کے نیچے سائنسی آلات کا ایک اتنا بڑا پلانٹ بھی ہو سکتا تھا...... لیکن وہاں کوئی نہیں تھا...... یوں لگتا تھا...... جیسے اس کو بنانے والے بچ کر رخصت ہو گئے ہوں...... انہوں نے گھوم پھر کر اس کا جائزہ لینا شروع کیا۔

"پروفیسر صاحب...... آپ کا خیال ہے"۔

"میں شاید خواب دیکھ رہا ہوں"۔

"جی...... کیا مطلب"۔

"صحرا کے نیچے اس قسم کی تجربہ گاہ کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتا"۔

"لیکن...... اب سوچنے کی کیا ضرورت ہے...... یہ تو آنکھوں کے سامنے ہے" خان رحمان مسکرائے۔

"ہاں واقعی...... یہ آنکھوں کے سامنے ہے"۔

"پروفیسر صاحب...... آپ کہاں ہیں...... اس وقت تو بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے تھے"۔

"میں یہیں ہوں..... اور اب بھی بڑھ بڑھ کر باتیں بنا سکتا ہوں.....
اس لیے کہ تم نے میرا کوئی نقصان نہیں کیا..... نہ تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو.....
اس لیے کہ پروفیسر داؤد کل کے بچے ہیں" اس کی آواز اندر گونجی۔

"آپ نے کیا فرمایا..... یہ بچے ہیں..... حیرت ہے ہم آج تک انہیں
بوڑھا خیال کرتے رہے"۔

"نہیں..... یہ بچے ہیں..... ایک بم مار کر تم لوگ خیال کر بیٹھے تھے کہ
مجھ پر قابو پالیا..... ایسی کوئی بات نہیں..... اس سے تو صرف اتنا ہوا ہے کہ تم
لوگ پیچھے آ گئے ہو..... اور میں چاہتا تھا..... تم پیچھے بھی نہ آ سکو"۔

"مطلب یہ کہ اتنا کام تو تمہاری مرضی کے خلاف ہو گیا نا..... کہ ہم
پیچھے آ گئے"۔

"ہاں! یہ میں مانتا ہوں"۔

"پھر اب کیا ہے..... کیا یہاں ہم بے بس ہیں..... کچھ نہیں کر سکتے"۔

"بالکل نہیں" اس کی آواز سنائی دی۔

"یہ پلانٹ کیسا ہے..... یہ آلات یہاں آخر کیسے آ گئے"۔

"یہ بہت لمبی کہانی ہے..... لیکن یہ مجھ اکیلے کا کام ہرگز نہیں ہے.....
اس پلانٹ کے ذریعے ہم نے موت پر فتح پالی ہے"۔

"ناممکن..... موت پر نہ کوئی فتح پا سکا ہے..... نہ پا سکے گا..... موت
اٹل ہے"۔

"کیا تم لوگ دیکھ نہیں چکے..... مرنے والے واپس آ رہے ہیں"۔



"وہ ان کا دوسرا روپ کہہ سکتے ہیں..... اصل میں وہ نہیں آئے"
انسپکٹر جمشید نے طنزیہ کہا۔

"دوسرا روپ بھی آخر کیسے..... یہ تو بتانا میرے پیارے انسپکٹر جمشید"
اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"میں اس بات کی وضاحت کرنے کے قابل نہیں ہوں..... لیکن ہو سکتا
ہے..... کچھ وقت بعد بتا سکوں"۔

"نہیں بتا سکو گے" وہ چہکا۔

"کیا اس لیے کہ تم نے وہ لائبریری بھی غائب کرا دی ہے..... پروفیسر
خالد ان "نواب شاہی اور سرائے کالیا کو موت کے گھاٹ اتروا دیا ہے"۔

"ہاں! اسی لئے" اس نے فوراً کہا۔

"اس کے باوجود میں شاید کچھ وقت گزرنے پر بتا سکوں گا..... لیکن
ہر ایک ہے"۔

"اور وہ کیا؟؟"۔

"تم ہمیں ان آلات کا معائنہ کرنے کی اجازت دے دو"۔

"اجازت ہے..... لیکن ان آلات پر بم استعمال نہ کرنا..... اس لیے
اگر یہاں دھماکہ ہوا..... تو تم سب ساتھ مرو گے"۔

"اچھی بات ہے..... ہم یہاں بم کا دھماکہ نہیں کریں گے"۔

"تو پھر آگے آ جاؤ..... ان آلات کا خوب جائزہ لے لو"۔

"شکریہ! تم نے اتنی تو اجازت دی۔

انہوں نے آلات کا جائزہ شروع کیا..... جوں جوں وہ دیکھتے گئے... پروفیسر داؤد کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی چلی گئیں..... آخر انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

"ان آلات کے ذریعے دوسرے سیاروں سے براہ راست رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے"۔

"کیا مطلب" وہ ایک ساتھ بولے۔

"زمین کے علاوہ بھی بہت سے سیارے اس کائنات میں گردش کر رہے ہیں..... یہ آلات ان سیاروں سے رابطہ قائم کرنے کا ذریعہ ہیں"

"اف میرے مالک..... اب میں سمجھا" انسپکٹر جمشید کانپ گئے۔

"اور آپ کیا سمجھ گئے..... ذرا ہمیں بھی بتا دیں..... تاکہ ہم بھی کانپ سکیں"۔

"پہلے میں پروفیسر سے چند سوالات کروں گا..... کیا اجازت ہے پروفیسر"۔

"ضرور..... کیوں نہیں" اس بار پروفیسر کے انداز میں بھی حیرت تھی۔

"اس لائبریری میں جو کتب تھیں..... کیا وہ سب کی سب کائنات کے موضوع پر تھیں"۔

"ہاں بالکل" اس نے کہا۔



"اس کا مطلب ہے..... اس سیارے پر آبادی موجود ہے" انسپکٹر جمشید نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"اف انسپکٹر جمشید..... تم آخر کیا چیز ہو" پروفیسر نے چیخ کر کہا۔

"ایک انسان..... اپنے دین سے حد درجے لگاؤ رکھنے والا انسان..... ہر قسم کی دینی معلومات حاصل کرنے کا مجھے جنون ہے..... یہی وجہ ہے کہ میں اس وقت بتانے کے قابل ہو گیا ہوں"۔

"کیا مطلب..... کیا بتانے کے قابل ہو گئے ہو"۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں پر ایک نظر ڈالی اور زور سے چونک گئے..... تاہم انہوں نے اپنا چونکنا چھپا لیا..... اور کسی کو محسوس نہ ہونے دیا۔

"یہ کہ یہ سب کیا چکر ہے..... آپ نے اب تک دراصل کس نظریے پر کام کیا ہے"۔

"تو پھر بتائیں..... کس نظریے پر کام کیا ہے..... اگر آپ بتا دیں گے تو" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں بتائیں..... اگر میں نے وہ نظریہ بتا دیا تو کیا ہو گا"۔

"میں تم لوگوں کو زندہ سلامت یہاں سے نکل جانے کا موقع دوں گا"۔

"ہم ایسے نہیں بتائیں گے..... جائیں گے تو اس کھیل کو ختم کر کے جائیں گے" انسپکٹر کامران مرزا فوراً بولے۔

"ایسا تو خیر ہو گا نہیں..... اس لیے کہ یہ کھیل ختم نہ ہونے کے
شروع ہوا ہے"۔

"اچھی بات ہے..... تو پھر سنئے..... جس سیارے سے آپ رابطہ
کرنے کے قابل ہو گئے ہیں..... اس میں آبادی ہے..... بالکل ہماری زمی
طرح..... میں غلط تو نہیں کہہ رہا"۔

"نن نہیں" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"بلکہ وہاں بالکل اسی طرح کی آبادی ہے..... ہم جیسے انسانوں کی
نہیں..... بلکہ ہمارے ہم شکلوں کی آبادی"۔

"اف جمشید اف" اس نے حد درجے بوکھلائی ہوئی آواز منہ
نکالی۔

"تب پھر میں اب یہ بھی کہہ سکتا ہوں..... آپ لہروں میں تبدیل کر
ایک انسان کو اس سیارے پر بھیج سکتے ہیں..... اور وہاں سے یہاں کے
انسان کے مطابق ایک اور انسان کو بلا سکتے ہیں"۔

"ہاں ایسی بات ہے" اس بار اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"دیکھا..... میں نے اصل بات بتا دی نا"۔

"لیکن کیسے..... میں نے تو اس لائبریری میں سے کچھ بھی وہاں نہ
رہنے دیا..... سب کا سب لے آیا تھا"۔

"اس لائبریری کے علاوہ بھی دنیا میں کچھ کتابیں ہیں" انسپکٹر جمشید
مسکرائے۔



"آپ..... کیا کہنا چاہتے ہیں انکل" آفتاب کی آواز ابھری۔

"یہ کہ..... میں نے دین کی کتب کا بغور مطالعہ کیا ہے اور میری
یادداشت بہت اچھی ہے"۔

"تو پھر..... آپ نے ایسی کون سی حدیث پڑھ رکھی ہے..... کہ یہ تمام
باتیں آپ آن کی آن میں سمجھ گئے ہیں"۔

"یہ سب اللہ کی مہربانی ہے..... کیا میں وہ حدیث یا احادیث پڑھ دوں
..... پروفیسر" انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

"ہاں..... آ" پروفیسر نے ڈوبتی آواز منہ سے نکالی۔

"تو پھر سنیں..... پہلے میں قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کرتا
ہوں"۔

انسپکٹر جمشید کی آواز گونجنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆

# کائنات

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اس کے مثل سات زمینیں بھی بنائیں..... اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے ہر چیز کو باعتبار علم گھیر رکھا ہے۔"

احادیث میں بھی سات زمینوں کا ذکر آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات بنائی ہیں..... اور ان تمام زمینوں پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نازل ہوتے رہتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "کیا تم جانتے ہو کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے" صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اس کے نیچے ایک اور زمین ہے جس کا فاصلہ ہماری زمین سے پانچ سو سال کی مسافت پر ہے



..... پھر اس کے نیچے ایک اور زمین ہے جس کا فاصلہ اس زمین سے پانچ سو سال کی مسافت پر ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات زمینوں کی تعداد پوری فرمادی۔

مطلب یہ کہ ہماری اس زمین کے علاوہ چھ زمینیں اور ہیں' ان زمینوں پر بھی اللہ کے احکام نازل ہوتے ہیں..... مطلب یہ کہ وہاں بھی آبادی ہے..... ذی روح بستے ہیں..... نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ..... وہاں موت بھی ہے اور حیات بھی..... دولت مندی بھی ہے اور فقیری بھی۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر کرہ ارض پر تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں' ان کا آدم علیہ السلام آدم علیہ السلام کی طرح ہے..... ان کا نوح علیہ السلام نوح علیہ السلام کی طرح ہے..... ان کا ابراہیم علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے۔ ان کا موسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے اور عیسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یعنی اگر میں تمہیں اس کی تمام تفصیلات بتاؤں تو حیرانی کے عالم میں ممکن ہے تم اپنے دل میں الجھن محسوس کرو اور کفر کے نزدیک پہنچ جاؤ"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وضاحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمائی۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے ابن عباس
ﷺ تمہاری طرح ابن عباس ﷺ وہاں بھی
رسول اللہ کی حدیث بیان کر رہا ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری زمینیں بالکل ہماری زمین کی طرح ہیں یعنی جس طرح ہماری زمین کی شکل وصورت ہے..... اس میں امریکہ ہے' افریقہ ہے..... عرب' ہندوستان' پاکستان ہے..... بالکل اسی طرح دوسری زمینوں میں مخلوق آباد ہے..... بلکہ ہر شہر محلہ اور آبادی اسی طرح ہے"۔

یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے..... ان کے خاموش ہونے پر بھی باقی لوگ کافی دیر تک خاموش رہے..... جیسے وہ سب سکتے کے عالم میں ہوں ..... آخر خان رحمان کی آواز ابھری۔

"انتہائی حیرت انگیز جمشید..... حد درجے حیران کن"۔

"کیوں مسٹر پروفیسر..... اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"میں بھی مارے حیرت کے گنگ ہوں" پروفیسر کی آواز ابھری۔



"تت..... تو گویا..... آپ نے واقعی..... کسی اور زمین سے رابطہ کر لیا ہے..... اور ہماری زمین پر انسان مرجاتا ہے..... اس کے مطابق دوسری زمین کا انسان ادھر لے آتے ہیں" پروفیسر داؤد نے کانپ کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے..... افسوس! میرا راز آج راز نہیں رہا" اس نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"آپ پھر جو غائب ہو جاتے ہیں..... ان کا کیا معاملہ ہے"۔

"وہاں بھی میرا ہم نام ایک پروفیسر ہے..... میں نے دراصل کامیابی حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے اس سے رابطہ قائم کیا تھا..... اور اسے اپنا پروگرام بتایا تھا..... لہٰذا ہم دونوں کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا کہ ادھر کوئی مرے گا تو میں یہاں سے وہ آدمی لہروں میں منتقل کر کے اس طرف بھیج دوں گا..... ادھر کوئی آدمی مرے گا تو وہ اس آدمی کا دوسرا ادھر بھیج دے گا بلکہ ایک تیسری زمین سے بھی اب تو ہم نے رابطہ کر لیا ہے"۔

"نن نہیں..... نہیں..... نک..... کیا ایسا ہونا ممکن ہے" ان کے کئی ساتھی چلائے۔

"ہاں! ایسا ہونا ممکن ہے..... بلکہ اب ہو چکا ہے..... ہم آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں..... لیکن مسٹر پروفیسر آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا"۔

"اور وہ کیا؟"۔

"میزان تو پھر بھی برابر ہی رہا..... آپ ایک انسان کو ادھر بھیجتے ہیں ..... ایک کو ادھر سے منگا لیتے ہیں..... ادھر اگر ایک خاندان کا مسئلہ حل ہوتا

ہے تو دوسرے خاندان میں کہرام مچ جاتا ہے..... میزان تو برابر ہو جاتا ہے"۔

"ہاں! ہو جاتا ہے..... میزان برابر..... لیکن میں تو فائدے میں رہتا ہوں نا..... ہم بہت مختصر وقت میں دنیا کے دولت مند ترین آدمی بن جائیں گے اور پھر دولت کے ذریعے حکمرانوں کو شکست دے کر آخر کار خود حکمران بن جائیں گے..... میرے دوسرے روپ نے میرے منصوبے سے پوری طرح اتفاق کیا ہے"۔

"لیکن افسوس! ہم آپ سے اتفاق نہیں کر سکتے..... آپ خود کو قانون کے حوالے کر دیں"۔

"قانون تو خود میں ہوں..... میں چاہوں تو ابھی ملک کے صدر کو دوسری زمین پر بھیج دوں" اس نے کہا۔

"آپ اس طرح اس دنیا کے حکمران نہیں بن سکیں گے..... حکمران بننے کے لیے کچھ اور شرائط ہیں..... بذریعہ جرم آج تک کوئی حکمران نہیں بن سکا..... اگر کوئی بن گیا..... تو بھی اس کی سازش کا فوراً پتا لگ گیا اور اسے پھانسی کے تختے پر چڑھنا پڑا"۔

"میں سازش کے ذریعے نہیں..... طاقت کے ذریعے حکمران بنوں گا..... پوری دنیا میرے مقابلے میں بالکل غریب ہو جائے گی..... ابھی تو ایک حربہ میں نے اختیار ہی نہیں کیا"۔

"کیا مطلب..... کون سا حربہ؟" وہ چونکے۔



"جن لوگوں کو میں غائب کرتا ہوں..... ظاہر ہے انھیں کوئی بڑے سے بڑا سراغرساں بھی تلاش نہیں کر سکے گا..... یہ مثالیں دے کر میں بہت بڑے دولت مندوں کو خوف زدہ کر سکوں گا کہ ان کے بیٹے، بھائی، ماما، پاپا کو میں غائب کر دوں گا..... ورنہ وہ میرا مطالبہ پورا کریں..... اور جو نہیں کرے گا..... وہ واقعی غائب ہو جائے گا..... کیا خیال ہے"۔

"اس میں شک نہیں کہ اس طرح تم دنیا بھر سے زیادہ دولت مند..... طاقت ور ہو جاؤ گے..... لیکن آخر کب تک..... ایک دن موت تمھیں بھی تو اچک لے گی"۔

"میں اپنا دوسرا ادھر سے بلا لوں گا"۔

"بالکل ٹھیک..... اس کے بعد؟"۔

"کیا مطلب..... اس کے بعد کیا" اس نے جھلا کر کہا۔

"کیا..... اس کو موت نہیں آئے گی..... کیا وہ ایک دن مرے گا نہیں..... آخر جس زمین سے تم دوسرے منگاتے ہو..... کیا وہاں لوگ نہیں مرتے"۔

"ہم..... مرتے ہیں" وہ ہکلایا۔

"بس تو پھر تمھاری موت بھی یہاں واقع ہوگی اور تمھارے دوسرے کی بھی..... کیا لے جاؤ گے تم دنیا سے..... لہٰذا آجاؤ ہمارے سامنے..... ہم گرفتار کر لیتے ہیں تمھیں"۔

"اس کا مجھے کیا فائدہ ہوگا...... میں کیوں پھانسی کے تختے پر چڑھوں۔ موت جب آئے گی ..... آجائے گی ..... اس وقت تک تو میں عیش کروں گا"۔

"لیکن یہ عیش تمہیں جہنم میں لے جائے گی ..... اور اگر تم خود کو قانون کے حوالے کر دو..... اور اپنے اللہ سے معافی مانگ لو..... تو دوسری دنیا میں تم ضرور بچ جاؤ گے ..... ورنہ یہاں کی زندگی کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلنا ہوگا"۔

"مجھے نہ ڈراؤ..... میں اب تم سب کو ختم کر رہا ہوں..... یہ ریگستان ہی تم لوگوں کا قبرستان بنے گا"۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا موت تو آکر رہے گی"۔

"اوکے..... اب تم مرنے کے لیے..... ارے..... یہ کیا..... تم لوگوں میں سے کچھ لوگ کم نظر آرہے ہیں..... تین لڑکیاں غائب ہیں..... وہ..... وہ کہاں گئیں"۔

"یہی تو ہمارا کمال ہے..... تمہیں پتا نہیں چلا اور ہم تمہارے پیچھے پہنچ گئے ہیں..... اب تم ہاتھ اوپر اٹھا دو کیونکہ بیک وقت تین پستول تم پر اٹھے ہوئے ہیں"۔

فرزانہ کی آواز گونجی۔

"ہاہاہا" اس نے قہقہہ لگایا۔

"یہ قہقہہ سمجھ میں نہیں آیا" فرزانہ کی آواز انہوں نے سنی۔

"تمہارے پستول..... اور تم سب مل کر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے..... چلا دو پستول"۔

فائروں کی آواز گونج اٹھی..... ساتھ ہی اس کا قہقہہ گونجا..... اور وہ وہ لوگ بھی حرکت میں آگئے تھے..... انہوں نے وہ راستا دیکھ لیا تھا..... جس کے ذریعے فرزانہ، فرحت اور رفعت اس تک پہنچی تھیں..... یہ راستا ان آلات کے پیچھے تھا..... اور اس کو تلاش کرنے کا سہرا فرزانہ کے سر تھا..... وہ تیزی سے اس میں داخل ہوئے اور دوسری طرف پہنچ گئے..... یہاں انہوں نے اسے قہقہے لگاتے دیکھا..... جب کہ وہ تینوں پریشان کھڑی تھیں۔

"خدا کا شکر ہے آپ بھی آگئے"۔

"یہ بھی کیا کر لیں گے" اس نے قہقہہ روک کر کہا۔

انہوں نے دیکھا..... وہ ایک سفید بالوں والا بوڑھا تھا..... اس کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور ہر لحاظ سے وہ وحشی لگ رہا تھا..... خوفناک سا انسان..... اس کی بڑی بڑی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ تھیں..... ڈیل ڈول بھی بہت تھا۔

"چلاؤ..... تم بھی گولیاں"۔

"نہیں..... ہم تم پر اپنی گولیاں ضائع نہیں کریں گے پروفیسر" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا آپ اسے جانتے ہیں ابا جان" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں نہیں" وہ بولے۔

"غلط بالکل غلط...... تم مجھے ہرگز نہیں جانتے...... میں خود تمہیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں...... اور میں تو پندرہ سال سے اس دنیا کے سامنے گیا ہی نہیں...... جو کام بھی لیے ہیں میں نے اپنے ماتحتوں سے لیے ہیں"۔

"اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں"۔

"نہیں...... نہیں...... تم نہیں بتا سکتے...... میں کون ہوں"۔

"تب پھر سنو...... تم پروفیسر خالدان کے بھائی ہو...... تمہارا نام غاخون ہے"۔

"کیا!!!!" ان سب کے ساتھ وہ بھی پوری قوت سے اچھلا تھا۔

ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں...... وہ بھی بت کی طرح کھڑا تھا...... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر ایک مکا جڑ دیا۔

جونہی مکا اس کی پیشانی پر لگا...... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کا ہاتھ شل ہو گیا ہو...... ادھر اس پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا تھا...... چنانچہ اس نے ہنس کر کہا۔

"ٹھیک ہے...... ایک مکا اور مار دو"۔

"اس کی ضرورت نہیں...... ہم تمہیں مکوں کے بغیر قابو میں کریں گے"۔

"وہ کیسے...... ذرا پہلے وضاحت ہو جائے"۔



"ہم کیوں کریں وضاحت...... ہم یہاں وضاحت کرنے نہیں آئے...... اتنا بتا دو...... تم نے اس کام کے سلسلے میں انشارجہ کی مدد کیوں لی...... اور انشارجہ کو تمہارے اس منصوبے سے کیا فائدہ ہو گا...... پوری دنیا کے حکمران تو تم بن جاؤ گے اس طرح" اسے کیا فائدہ ہو گا"۔

"میں اور انشارجہ مل کر حکمران ہوں گے"۔

"اوہ! تو تم اس کے دھوکے میں آ گئے...... جب تم لوگ پوری دنیا کو قابو میں کر چکو گے...... تو جانتے ہو...... کیا ہو گا...... میرا مطلب ہے...... اگر ایسا ہو جاتا تو جانتے ہو کیا ہوتا"۔

"کیا ہوتا"۔

"انشارجہ پہلا کام یہ کرتا کہ تمہیں ختم کرا دیتا"۔

"نہیں...... یہ راز میں نے انشارجہ کو بھی نہیں بتایا کہ ایسا کس طرح کیا جا سکتا ہے...... بس آلات اس نے بھیجے...... اور اس کے سائنس دانوں نے نصب کیے...... صحرا میں ریت کا طوفان لانے کے آلات بھی وہی لوگ لگا گئے تھے...... اور ریت کا مجسمہ بھی انہی کی کاری گری ہے"۔

"ہونا وہی تھا جو میں بتا چکا ہوں...... لیکن یہ زیادہ بہتر ہوا کہ ہم یہاں پہنچ گئے...... اب تم خود کو خود ہی قانون کے حوالے کر دو"۔

"قانون...... میرا بال بیکا نہیں کر سکتا...... اول تو تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے...... کر لو...... تو میرا بگاڑ کچھ نہیں سکتے...... اصل بات یہ ہے کہ تم اتنا میرے قابو میں آ گئے ہو...... تم میرے ایک ہاتھ کی بھی مار نہیں ہو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا جسم حرکت میں آ گیا۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔
اس کے ہاتھ اور پیر بجلی کی طرح حرکت میں آ گئے۔۔۔ اور وہ گھے
گرنے۔۔۔ صرف دو منٹ میں وہ سب ڈھیر ہو گئے۔۔۔ اس نے کچھ اس طرح
طوفانی وار کیے کہ انہیں سنبھلنے کی مہلت ہی نہ مل سکی۔۔۔ جب وہ سب
گئے تو اس نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نما آلہ نکالا اس پر کسی سے سلسلہ
اور بولا۔

"انسپکٹر جمشید اور ان کے تمام ساتھی اب میرے قبضے میں ہیں۔
میرے سامنے بے بس پڑے ہیں۔۔۔ ان کا کیا کیا جائے"۔

"ہلاک کر دیں انہیں۔۔۔ ان کے بعد ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ
نہیں رہ جائے گی"۔

"او کے" اس نے کہا۔۔۔ سیٹ بند کیا اور جیب میں رکھ لیا۔

عین اس لمحے اس کی گردن میں کوئی چیز آ گری۔۔۔ اس نے گھبرا کر
گلے کی طرف دیکھا۔۔۔ اس کے گلے کے گرد ایک پتلی سی ڈوری کسی ہوئی
اور اس کی کمر کے پیچھے کھڑے انسپکٹر جمشید کے ہاتھوں میں اس ڈوری کے
دونوں سرے تھے۔۔۔ اور وہ ڈوری کو ہر لمحے اور کس رہے تھے۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کیا"۔

"زیادہ طاقت ور لوگوں کے ساتھ ہم لوگ ایسا ہی کرتے ہیں"۔

"لیکن۔۔۔ تم تو میرا مکا کھا کر گر گئے تھے۔۔۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ
کو میرا مکا لگ جائے اور وہ اس قدر جلد اٹھنے کے قابل ہو جائے"۔



"جب سب گر رہے تھے۔۔۔ تو میں نے خود کو وقت سے پہلے گرا دینے
کا پروگرام بنایا۔۔۔ جونہی تمہارا مکا میری طرف بڑھا۔۔۔ میں گر گیا۔۔۔ تم
سمجھے مکا لگ گیا۔۔۔ کیونکہ اتنے آدمیوں کے درمیان کیا اندازہ ہوتا ہے کہ
کسی کو کس قدر مکا لگا یا نہیں لگا۔۔۔ تم تو بس صرف گرنے سے اندازہ لگا رہے
تھے کہ مکا لگ گیا ہے"۔

"ہاں! لیکن کوئی بات نہیں۔۔۔ یہ رسی۔۔۔ میرے ایک جھٹکے کی مار
ہے"۔

"کوشش کرو"۔

یہ کہتے ہی انہوں نے گلے کے گرد تین چار بل اور ڈال دیے۔۔۔ اور
اس نے انگلیوں کی مدد سے رسی کو گلے سے الگ کرنے کی کوشش شروع
کر دی۔۔۔ لیکن جتنی اس نے ہٹانے کی کوشش کی۔۔۔ رسی اتنی ہی اور اندر
دھنس گئی۔۔۔ اب وہ لگا چیخنے۔

"ارے اوہ۔۔۔ ہٹاؤ اس رسی کو۔۔۔ کھولو۔۔۔ یہ میرے گوشت میں
دھنس گئی ہے۔۔۔ میرا سانس رک رہا ہے"۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ تم نے نہ جانے کتنے لوگوں کی جان لی ہے۔۔۔ اگر
تم ہمارے ہاتھوں مارے گئے تو یہ کوئی برا کام نہیں ہو گا"۔

"دیکھو۔۔۔ تم اس طرح انشارجہ کی دشمنی مول لے لو گے۔۔۔ کیونکہ
اس نے اس منصوبے پر بے تحاشہ سرمایہ لگایا ہے"۔

"وہ ہمارا پہلے کب دوست ہے" انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"اب وہ بھی اسے جکڑنے میں انسپکٹر جمشید کا ساتھ دے رہے تھے، کیونکہ انھوں نے بھی مکا کھانے میں کاری گری دکھائی تھی..... جلد ہی اس کے پورے جسم کو رسیوں میں جکڑ دیا گیا اور یہ رسی وہ تھی کہ کئی ہاتھی مل کر زور لگانے پر بھی اس کو توڑ نہیں سکتے تھے۔

"تم..... تم بہت پچھتاؤ گے..... انشارجہ میری مدد کو آئے گا..... اس وقت تم کیا کرو گے"۔

"اس وقت ہم انشارجہ کو بھی دیکھ لیں گے"۔

"اوکے" اس نے گردن کو جھٹکا دیا۔

پھر ان کے ساتھی ہوش میں آتے چلے گئے..... انھوں نے جو ... بندھے ہوئے پایا تو حیرت زدہ ہو گئے۔

"یہ کیسے ہوا ابا جان" محمود پر جوش انداز میں بولا۔

وہ اسے بتانے لگے کہ یہ کیسے ہوا تھا..... جب سب ہوش میں آ گئے ... انھوں نے پروفیسر سے کہا۔

"اب تمہارے پاس دو راستے ہیں..... پہلا راستہ ہے ہمارے ساتھ ... تعاون کرنے کا، اس صورت میں تم شاید پھانسی کی سزا سے بچ جاؤ..... دو... راستہ ہے..... ضد پر اڑنے کا..... اس صورت میں ہم تمہیں یہیں ... بستی میں دفن کریں گے جس طرح تم ہمیں دفن کرنا چاہتے تھے"۔

"وضاحت کرو" اس نے پریشان ہو کر کہا۔



"جن لوگوں کو غائب کر کے تم دوسری زمین پر بھیج چکے ہو..... انھیں واپس بلا لو..... اور جو وہاں سے منگوائے ہیں، انھیں واپس بھیج دو..... اس صورت میں تمہارے ساتھ نرم سلوک ہو گا..... اگر تم یہ سودا منظور نہیں کرو گے تو ہم یہیں تمہیں دفن کر دیں گے..... اب جو تمہیں پسند ہو..... وہ کرو"۔

"ہم..... مجھے سوچنے دو"۔

"ضرور..... کیوں نہیں..... خوب سوچو"۔ آخر اس نے سر اٹھایا اور بولا۔

"میں آپ کے ساتھ تعاون کروں گا"۔

"بہت خوب..... تب پھر چلو اپنے آلات کے پاس اور لوگوں کو ادھر ادھر کرنے کا عمل شروع کرو"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ اسے اٹھا کر آلات کے پاس لے آئے..... اس کا ایک ہاتھ آزاد کر دیا گیا..... اس نے اس ہاتھ کے ذریعے اپنا کام شروع کیا..... جلد ہی بالکل ...ون بھی آواز ابھری۔

"پروفیسر بات کر رہا ہوں..... کون؟"۔

******

# دونوں طرف

"ہاہاہا..... پروفیسر غاغون..... اس طرف بھی غاغون بات کر رہا ہے"۔

"اوہ اچھا..... کیا حال ہے پروفیسر"۔

"بہت پتلا..... یہ لوگ مجھ تک پہنچ چکے ہیں" اس نے منہ بنایا۔

"کیا..... کون لوگ پہنچ چکے ہیں"۔

"انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی"۔

"کیا کہا..... کیا واقعی" دوسری طرف سے حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"ہاں بالکل..... اب میں ان کی بات ماننے پر مجبور ہوں اگرچہ آپ مجبور نہیں ہیں"۔

"آپ کا خیال غلط ہے پروفیسر"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا مطلب..... میرا کون سا خیال غلط ہے؟"۔

"یہ کہ میں ان کی بات ماننے پر مجبور نہیں ہوں"۔



"تت..... تو کیا آپ بھی بات ماننے پر مجبور ہیں"۔

"ہاں بالکل" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"لیکن کیوں..... سوال تو یہ ہے"۔

"اس لیے کہ میرے سر پر بھی یہی لوگ کھڑے ہیں"۔

"کیا..... آپ کا مطلب ہے..... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ادھر بھی پہنچ چکے ہیں" پروفیسر نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں لہٰذا ہم ان کی بات ماننے پر مجبور ہیں"۔

"اف..... کیا ہمارے دوسرے بھی تفتیش کرتے ادھر والے پروفیسر تک پہنچ چکے ہیں" انسپکٹر جمشید نے چیخ کر کہا۔

"بالکل..... اگر یقین نہیں..... تو اس طرف آ کر دیکھ لیں"۔

"نن نہیں..... اس کی ضرورت نہیں..... جن لوگوں کو میں نے ادھر بلوایا تھا..... لہروں کے ذریعے انہیں واپس بھیج رہا ہوں..... آپ انہیں ادھر بھجوا دیں..... میں ادھر آنے والوں کو ادھر بھیج رہا ہوں"۔

"اوہ اچھا..... اس کا مطلب ہے..... ہمارا منصوبہ ناکام ہو گیا..... ہم آپ پوری دنیا کے حکمران نہیں بن سکیں گے"۔

"نہیں..... بالکل نہیں"۔

"افسوس..... صد افسوس..... اچھا میں بھیج رہا ہوں..... ادھر آپ بھیجئے گا"۔

"اب وہ آلات کی طرف متوجہ ہو گیا..... پھر ایک سکرین روشن ہو گئی..... اس میں باری باری وہ لوگ نظر آنے لگے..... جو زندہ ہو گئے تھے... اور سکرین غائب ہوتی چلی گئی.....

یہ عمل آدھ گھنٹے تک جاری رہا۔ آخر کار پروفیسر نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"میں اپنا کام پورا کر چکا ہوں"۔

"کیا ہمارے غائب لوگ واپس آگئے ہیں"۔

"ہاں! آپ پوچھ لیں"۔

انہوں نے تنویر خالد کے نمبر ملائے..... سلسلہ ملنے پر جونہی ان کی آواز سنائی دی..... انہوں نے اپنا نام بتاتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کے بھائی واپس آگئے ہیں"۔

"ہاں انسپکٹر صاحب..... کیا یہ آپ کا کام ہے"۔

"یہ سب اللہ کی مہربانی ہے"۔

"اوہ..... اوہ" ان کے منہ سے نکلا۔

پھر انہوں نے دوسرے لوگوں کو فون کیے..... راضی خان وغیرہ سے معلومات لیں اور آخر فون بند کرتے ہوئے بولے۔

"یہ تو وہ لوگ ہیں..... جنہیں میں جانتا ہوں..... ان کے علاوہ وہ جو آپ نے الٹ پھیر کی ہے..... ان کی بھی واپسی ہو جائے"۔



"اچھا!" اس نے کندھے اچکائے اور پھر بٹن دبانے میں مصروف ہو گیا..... دو گھنٹے تک وہ اس کام میں مصروف رہا..... آخر اس نے بتایا۔

"کام مکمل ہو گیا ہے"۔

"شکریہ..... اب ہم اپنے پروفیسر صاحب سے بات کر لیں ذرا" یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"ہم اسے اٹھا کر کتنی دور چلے جائیں"۔

"پندرہ منٹ کے فاصلے پر"۔

"اوہ اچھا" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید جھکے اور پروفیسر کو اٹھا لیا۔

"ارے ارے..... یہ کیا؟" وہ چلایا۔

"جو معاہدہ کیا ہے..... اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں..... ورنہ تو ہم تمہیں یہیں چھوڑ کر چلے جاتے"۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"پندرہ منٹ بعد سمجھو گے"۔

پھر وہ سب وہاں سے باہر نکل آئے اور اس جگہ سے دور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ انہیں چلتے پندرہ منٹ ہو گئے۔

"اب اپنا رخ اس طرف کر لو پروفیسر..... جس طرف سے ہم آئے ہیں..... یعنی اپنے پلانٹ کی طرف"۔

"تت..... تم..... تم کیا کرنے جا رہے ہو"۔

"تمہارا یہ پلانٹ اب ایک دھماکے کی مار ہے"۔

"نن نہیں..... نہیں تم اسے تباہ نہ کرو..... یہ تمہارے کام آئے گا"۔

"جی نہیں..... ہم ایسے منصوبے کا نام و نشان تک نہیں رہنے دیں گے ..... جس سے انسان ادھر سے ادھر ہو جائیں..... جس سے پورے کرۂ ارض پر کھلبلی مچ جائے..... بلکہ دوسرے کرۂ ارض پر بھی ہلچل مچ جائے ..... اور پورے کرۂ ارض کا حکمران صرف ایک شخص یا ایک ملک بن جائے ..... ویسا ہم نہیں ہونے دیں گے" "ادھر دیکھو..... دھماکہ ہونے والا ہے"۔

"نہیں ہرگز نہیں"۔

وہ پوری قوت سے چلایا..... ساتھ ہی ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور انہوں نے ملبے کا ایک سمندر فضا میں بلند ہوتے دیکھا..... اس ملبے میں اس پلانٹ کے ٹکڑے بھی شامل تھے..... یہ ٹکڑے بہت بلندی تک گئے اور پھر نیچے گرتے چلے گئے..... بہت دیر بعد فضا کچھ صاف ہوئی۔

پروفیسر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ملبے میں دیکھتا رہا..... پھر اس کے منہ سے نکلا۔

"افسوس..... میری پندرہ سال کی محنت برباد ہو گئی"۔

"ایسی محنت کس کام کی..... جو مخلوق پر حکمرانی کرنے کی بنیاد پڑ جائے" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔



اور پھر ان کی واپسی شروع ہوئی..... وہ سوچ رہے تھے..... یہ کیس کہاں سے شروع ہوا تھا اور کہاں ختم ہوا تھا..... ایسے میں فاروق کی آواز گونج اٹھی۔

"اس کیس کے بارے میں تو بس یہی کہا جا سکتا ہے..... کیس رے کیس ..... تیری کون سی کل سیدھی"۔

وہ مسکرانے لگے۔

ختم شد

آیندہ ماہ کے ناول کی ایک جھلک

محمود' فاروق' فرزانہ اور

انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر 640

## چکر کی تہ

مصنف: اشتیاق احمد

* اس بار کا ناول آپ کو بہت چکرائے گا۔
* اور کیوں نہ چکرائیں...... ناول کا نام جو چکر کی تہ ہے۔
* بلکہ کیوں نہ چکرائیں جب کہ آپ کے کردار گھن چکر بن کر رہ گئے تھے۔
* اس قدر سسپنس آپ نے بہت کم ناولوں میں محسوس کیا ہو گا۔
* مجرم نے انہیں تگنی کا ناچ نچا ڈالا۔
* ایک ایسا کیس جس میں انسپکٹر جمشید کے اندازے بھی غلط ثابت ہونے لگے۔
* اجرام خیری صدر کے دوست' ان پر قاتلانہ حملے ہو رہے تھے۔
* صدر نے محمود' فاروق اور فرزانہ کو ان کے ہاں پہنچنے کا حکم دیا۔
* تینوں ان کے ہاں پہنچے اور عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا۔
* آخر اجرام خیری کے دشمن کون لوگ تھے۔
* سابق کمانڈر چیف نے ایک فائل اجرام خیری کو دی تھی۔
* اس فائل میں کیا تھا۔
* اس فائل کو ان سے کن لوگوں نے چھینا اور کیوں۔
* اور پھر اجرام خیری کو غدار کہا گیا۔
* ایک تہ خانے میں کچھ لوگ قید تھے...... ان میں ایک عجیب قیدی بھی تھا۔
* ایک خط...... جو ایک ماہ گزرنے پر صدر کو ملا۔
* اس خط میں کیا تھا۔
* صدر کی پریشانیاں اپنی انتہا کو چھونے لگیں۔

جب انسپکٹر جمشید کو میدان عمل میں اترنا پڑا۔

* خان رحمان اور پروفیسر داؤد ان کے ساتھ تھے۔
* یہ ناول آپ کو بار بار چونک دے گا.....اور آخر میں آپ اچھل پڑیں گے۔
* آپ بے ساختہ کہ اٹھیں گے..... یہ تو پندرہ بیس سال پرانے ناولوں جیسا لکھا گیا ہے۔
* اور سچ اب ہے کہ لکھنے کے دوارن میں بھی یہی محسوس کرتا رہا ہوں کہ کہیں میری واپسی تو شروع نہیں ہو گئی۔
* اگر آپ بھی یہی محسوس کریں کہ خط ضرور لکھ دیں۔
* اس بار مجرم آپ کو دھوکا دے جائے گا..... آپ اس تک نہیں پہنچ سکیں گے۔
* اور پھر انعامی سوال کا جواب دے کر اڑھائی سو روپے نقد انعام بھی آپ حاصل کر سکتے ہیں۔

20 مارچ کو پڑھیے    قیمت صرف :- 60 روپے

انداز پبلی کیشنز عابد مارکیٹ، جوائے شاہ روڈ، سانده کلاں۔ لاہور

# فائدے کی باتیں

آئندہ ماہ انشاء اللہ آپ مندرجہ ذیل ناول پڑھیں گے.....

* چکر کی تہ (قیمت 60 روپے) "قلعے کے قیدی" متفرق سلسلہ نمبر 56 (قیمت 90 روپے) "جی موف کی واپسی" منی خاص نمبر (قیمت 30 روپے) "باس کا خوف" منی خاص نمبر (قیمت 30 روپے)
* پہلی بات تو یہ ہے کہ اب آپ ہر ماہ پرانے ناولوں میں "منی خاص نمبر" پڑھ سکیں گے..... یہ ناول بھی بہت مدت سے ختم تھے آپ کی فرمائش پر انہیں دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے..... امید ہے منی خاص نمبروں کا یہ سلسلہ آپ کو پسند آئے گا۔
* اور اب آتے ہیں "فائدے کی باتیں" کی طرف۔
* ان تمام ناولوں کی کل قیمت 210 روپے ہے..... لیکن براہ راست ادارے سے منگوانے پر آپ کو یہ تمام ناول رعایتی قیمت 176 روپے میں ملیں گے..... ناول بذریعہ وی پی ارسال کیے جاتے ہیں۔
* پوسٹ مین آپ سے رعایتی قیمت سے 10 روپے زیادہ وصول کرے گا۔ اس طرح آپ کو یہ تمام ناول 186 روپے میں گھر بیٹھے ملنے کے ساتھ ساتھ 24 روپے کی بچت ہو گی۔
* وقت کی بچت..... روپے کی بچت..... یعنی ایک ٹکٹ میں دو مزے۔
* خط لکھ کر فوراً اپنا آرڈر نوٹ کروائیں۔

انداز پبلی کیشنز عابد مارکیٹ، جوائے شاہ روڈ، سانده کلاں۔ لاہور

اشتیاق احمد کے سنسنی خیز..... ہنگامہ آرا..... مزاح اور جاسوسی سے بھرپور ناول

## آئندہ ماہ کے ناول

آئندہ ماہ آپ انشاء اللہ مندرجہ ذیل ناول پڑھیں گے.....

| | | | |
|---|---|---|---|
| 640 چکر کی تہ | (  ) | انسپکٹر جمشید | 60روپے |
| 380 قلعے کی قیدی | (متفرق سلسلہ نمبر56) | مشترکہ مہم | 90روپے |
| 321 جی سوف کی واپسی | (منی خاص نمبر) | مشترکہ مہم | 30روپے |
| 389 باس کا خوف | (منی خاص نمبر) | شوکی سیریز | 30روپے |

ان تمام ناولوں کی کل قیمت 210 روپے ہے..... لیکن براہ راست ادارے سے منگوانے پر آپ کو یہ تمام ناول رعایتی قیمت 176 روپے میں ملیں گے..... ناول بذریعہ وی پی پی ارسال کیے جاتے ہیں۔

* پوسٹ مین آپ سے رعایتی قیمت سے 10 روپے زیادہ وصول کرے گا۔ اس طرح آپ کو یہ تمام ناول 186 روپے میں گھر بیٹھے ملنے کے ساتھ ساتھ 24 روپے کی بچت ہوگی۔
* عین وقت پر گھر بیٹھے ناول حاصل کرنے کے لیے فوراً اپنا آرڈر نوٹ کروائیں۔

انداز پبلی کیشنز عابد مارکیٹ، جوائے شاہ روڈ، سانده کلاں۔ لاہور

## یہ کتب
## سٹاک میں موجود ہیں

* ایک خط لکھ کر آپ جو کتابیں چاہیں رعایتی قیمت پر ادارے سے براہ راست منگوا سکتے ہیں۔
* کتابیں بذریعہ وی پی پی ارسال کی جاتی ہیں۔
* ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے گا۔
* سٹاک میں موجود کتب کی فہرست ہر ماہ شائع کی جاتی ہے۔

| نام ناول | قیمت | نام ناول | قیمت |
|---|---|---|---|
| یک ہول | 120روپے | قاتل کاریر | 60روپے |
| جیرال+ابطال | 66روپے | راموشا کا فتنہ | 60روپے |
| جیرال | 60روپے | جمشید پر کیس | 30روپے |
| ابطال | 60روپے | سازش کا دماغ | 30روپے |
| فتح+شکست | 60روپے | قاتل پروگرام | 30روپے |
| گڑا مردہ | 60روپے | سازش کا شہزادہ | 30روپے |
| فریگن فور | 60روپے | سانپ کی آستین | 30روپے |
| جاف کا جال | 60روپے | سازش کا قیدی | 30روپے |

| نام ناول | قیمت | نام ناول | قیمت |
|---|---|---|---|
| کمانی کا بھوت | 60روپے | گم کمرہ | 30روپے |
| تصویر کی موت | 60روپے | انسانی روبوٹ | 30روپے |
| دنیا کے قیدی | 45روپے | ڈاب کے جلاد | 30روپے |
| جمیل کی موت | 40روپے | ہیڈکوارٹر کی تلاش | 30روپے |
| ڈابنائے سم II | 36روپے | طوفانی واپسی | 30روپے |
| ڈابنے سم III | 36روپے | ناسور کی موت | 30روپے |
| باطل قیامت I | 36روپے | یوڈا پر حملہ | 90روپے |
| باطل قیامت II | 36روپے | موت کا سفر | 10روپے |
| باطل قیامت III | 36روپے | تصویر کی تصویر | 30روپے |
| دعوت کا بھوت | 10روپے | | |
| خونی اشتہار | 15روپے | مکان کا شکار | 15روپے |
| چوہے دان | 15روپے | اونٹ رے اونٹ | 15روپے |
| بھوت کی چوری | 15روپے | راٹور کی آمد | 15روپے |
| غار کی قبر | 15روپے | ثبوت | 15روپے |
| جونٹ | 15روپے | چابی+خط | 15روپے |
| مکھیوں کے قیدی | 15روپے | | |
| خطوط کا فریب | 15روپے | شاہی مجرم | 15روپے |

| نام ناول | قیمت | نام ناول | قیمت |
|---|---|---|---|
| ظالم ہمدرد | 15روپے | خوشبو کا پھندا | 15روپے |
| ہنکار قاتل | 15روپے | جونٹ کی واپسی | 15روپے |
| سونے کا گھوڑا | 15روپے | اندھا شکار | 60روپے |
| قاتل کا قاتل | 15روپے | گمنام ہمدرد | 15روپے |
| منصوبے کا اغواء | 90روپے | موت کی سازش | 21روپے |
| جرم کا انداز | 15روپے | قتل کی دعوت | 15روپے |
| جاگور اکار | 60روپے | فارموے کی واپسی | 15روپے |
| دلدل میں لاش | 30روپے | جان لیوا مخلوق | 10روپے |
| اغوا کی ملکہ | 90روپے | اژدھے کا بیگ | 7.5روپے |
| بڑی رکاوٹ | 30روپے | جرم کی موت (II) | 10روپے |
| جنگ اور جنگ | 60روپے | منصوبہ ساز | 10روپے |
| خوف کی قید | 10روپے | چوری کا ہنگامہ | 10روپے |
| مقتول کون | 30روپے | سات چھینکیں | 30روپے |
| حیرت کا سمندر | 100روپے | مٹھی بھر ہیرے | 30روپے |

**خاص رعایت**

تین سو روپے کا آرڈر ارسال کریں۔ 33% رعایت حاصل کریں۔ (نوٹ) کم از کم ایک سو روپے کے آرڈر کی تکمیل ہوگی۔

آرڈر دینے کے لیے پتہ نوٹ فرمالیں:- انداز پبلی کیشنز.....3۔ عابد مارکیٹ جوائے شاہ روڈ' سانڈہ کلاں لاہور

## 500 روپے کا نقد انعام

## فرٹان لا کا انعامی سوال

س :۔ مجرم نے کتابیں غائب کرنے کا پروگرام کیوں بنایا۔

سب سے پہلے موصول ہونے والے درست جواب پر مبلغ 500 روپے نقد ادا کئے جائیں گے۔

جوابات اس پتے پر ارسال کریں۔

اشتیاق احمد ' بازار لوہاراں جھنگ صدر

## آپ بھی پوچھیں

اس عنوان کے تحت آیندہ ماہ سے آپ کو ہومیو پیتھک مشورے دیئے جائیں گے۔

آپ اپنا کوئی مسئلہ ' کوئی بیماری ' کوئی عارضہ لکھ بھیجیں ' اس پر غور کر کے ہومیو پیتھک دوا ڈاکٹر نوید احمد م ڈی ایچ ایم ایس ' آر ایچ ایم پی تجویز کیا کریں گے۔

نوید ہومیو پیتھک کلینک بازار لوہاراں جھنگ صدر

پیارے انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم!

"پوری موت" پڑھا۔ اس پر اردو ادب کے پرچے میں ایک سوال موجود تھا۔ سوال کچھ اس طرح تھا۔

سوال = اشتیاق احمد کے تازہ ترین ناول "پوری موت" کا تفصیلی جائزہ لیں نیز اس ناول میں نمبروں کی تقسیم واضح کریں۔ 10

میں نے اس سوال کا جو جواب تحریر کیا وہ کچھ اس طرح:

جواب = تعارف مصنف: اشتیاق احمد ایک جاسوسی ناول نگار ہیں۔ جو بچوں کے جاسوسی ادب کو بڑے موثر انداز میں منعکس کرتے ہیں کہ بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی ان کے ناول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ دینی معلومات ان کے ناولوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں اور طنز و مزاح کو بھی نمایاں مقام حاصل ہے۔ غرض اشتیاق احمد نہایت متاثر کن مصنف ہیں۔ اسی لئے ان کے مارئین (سوری ایگزمنر صاحب غلطی ہو گئی معاف کر دیں دراصل میں "قارئین" لکھنا چاہتا تھا) بے شمار ہیں۔

تعارف ناول: "پوری موت" اشتیاق احمد کا نیا جاسوسی ناول ہے اس میں مصنف اپنی انتہا پر نظر آتا ہے اور جاسوسی کے عروج پر۔ اس میں اس قدر سسپنس ہے کہ اگر کوئی گدھا اسے سن لے اور سمجھ لے تو مارے سسپنس کے مر ہی جائے اور آئندہ کے لئے سستی سے توبہ کر لے۔ اس ناول میں "انسپکٹر جمشید" جو ان کے ناولوں کے مین کردار ہیں، شروع سے آخر تک غائب رہتے ہیں اور ان کے بچے "محمود، فاروق اور فرزانہ" میدان

عمل میں نظر آتے ہیں۔ غرض ناول کا پلاٹ کوئی خاص نہیں تھا مگر اسے خاص اشتیاق احمد صاحب کی جاسوسی کی حس نے بنا دیا اور یہ ایک خوبصورت تفریحی اور معلوماتی شاہکار بن گیا۔

ناول کا تفصیلی جائزہ: اس ناول کا سرورق بالکل ناول سے الگ تھلگ اور مختلف تھا اس سرورق کا ناول سے "آنکھوں کے چودہ طبق روشن کرنے کے بعد بھی" کوئی تعلق نہیں بنتا نظر آتا۔ بہرحال سرورق معیاری تھا اس کے بعد "حدیث شریف" کا کالم پہلے کی طرح نہایت اچھا تھا جنہیں پڑھ کر ایمان کو تازگی نصیب ہوتی ہے۔ اشتیاق صاحب اس کالم میں مرزائیوں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، جو ایک کارنامہ ہے۔ "دو باتیں" طنز و مزاح، سسپنس اور سنجیدگی سے بھرپور تھیں۔ مصنف "دو باتیں" میں بھی سسپنس لے آئے، حیرت انگیز اور ناقابل یقین بات ہے۔ بہرحال ناول کا آغاز بڑے اچھے طریقے سے کیا گیا اور ایک حیرت انگیز طریقہ کار والے بلیک میلر کی داستان شروع ہوئی۔ ناول آغاز ہی سے بڑی رفتار پر تھا۔ آغاز میں چھوٹے باس کو انٹروڈیوس کیا گیا۔ پھر معاملہ صدر صاحب کے قتل کا بنتا نظر آیا اور اس طرح ناول کا بڑا باس سامنے آیا۔ اسے پہچان لینا بڑا آسان کام تھا اور جیسے ہی اس کی انٹری ہوئی وہ شک کی زد میں آ گیا لیکن چھوٹے باس کو پہچاننے کی کوشش میں دانتوں پسینہ آ گیا۔ بہرحال ناول چلتا رہا اور آخر میں جمشید صاحب پرانے طریقے سے مجرم کو لائے جو پرانا ہونے کے باوجود پسند آیا۔

نمبروں کی تقسیم: ناول کو 100 میں سے مندرجہ ذیل نمبر تقسیم کے ساتھ دیے جا سکتے ہیں یا ناول کے کل نمبر 100 ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| نمبر سرورق | کل نمبر 10 | حاصل کردہ نمبر 6 |
| نمبر حدیث شریف | کل نمبر 5 | حاصل کردہ نمبر 4 |

| | | |
|---|---|---|
| نمبر دو باتیں | کل نمبر 5 | حاصل کردہ نمبر |
| نمبر کہانی (ناول) | کل نمبر 50 | حاصل کردہ نمبر 50 |
| نمبر طنز و مزاح | کل نمبر 10 | حاصل کردہ نمبر |
| نمبر سسپنس | کل نمبر 10 | حاصل کردہ نمبر |
| نمبر جاسوسی | کل نمبر 10 | حاصل کردہ نمبر |
| | جمع کل نمبر 100 | کل حاصل کردہ نمبر 8 |

لہٰذا اس ناول میں اشتیاق صاحب کو 100 میں سے 68 نمبر دے کر پاس کیا

سکتا ہے۔

نتیجہ: سو اشتیاق احمد کا یہ ناول معقول سے کچھ زیادہ اچھا ثابت ہوتا ہے۔

جی انکل! آپ نے میرا جواب پڑھا ذرا مختصر لکھا ہے کیونکہ وقت تھوڑا کم

اور تین گھنٹے پورے ہونے والے تھے۔ آپ سے درخواست ہے کہ میرے اردو اد

کے پرچے کا یہ سوال آپ چیک کر دیں اور مجھے اس سوال میں حاصل کردہ نمبروں (۱

میں سے) سے آگاہ کر دیں۔ مہربانی ہوگی۔ اجازت چاہوں گا۔ خدا حافظ

آپ کا قاری

زاہد محمود

در جنہز مووی سینٹر، تلہ چوک

لالہ زار ضلع راولپنڈی

☆☆☆

HTIAQ AHMED

ISHTIAQ AHMED

اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز



ANDAZ PUBLICATIONS